حرفِ "ضاد" کی ادا پر ایک علمی اور تحقیقی مقالہ

www.KitaboSunnat.com

سَبِيلُ الرَّشَادِ فِي تَحْقِيقِ تَلَفُّظِ الضَّادِ

شیخ القرّاء والمجوّدین حضرۃ قاری محمّد شریف نوّر اللہ مرقدہٗ

بانیٔ مدرسہ دار القرّاء لاہور، پاکستان

مکتبۃ القراءۃ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ

حرفِ "ضاد" کی ادا پر ایک علمی اور تحقیقی مقالہ

سَبِیْلُ الرَّشَادِ

فِي تَحْقِیْقِ تَلَفُّظِ الضَّادِ

شیخ القُرّاء والمجوّدین حضرۃ قاری محمد شریف نوّر اللہ مرقدہٗ

بانی مدرسہ دار القُرّاء لاہور پاکستان

www.KitaboSunnat.com

مکتبۃ القراءۃ

بی بلاک، ماڈل ٹاؤن لاہور ۵۴۷۰۰ پاکستان

فون ۸۵۷۰۷۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب : سبیل الرشاد فی تحقیق تلفظ الضاد

مؤلف : شیخ القراء حضرۃ قاری محمد شریف رحمتہ اللہ علیہ

بانی مدرسہ دار القراء لاہور پاکستان

اشاعت اول : رمضان المبارک 1388 ہجری

ستمبر 1968ء

اشاعت دوم : ربیع الاول 1413 ہجری

اگست 1992ء

طابع و ناشر : مکتبہ القراءۃ

143-بی بلاک ماڈل ٹاؤن

لاہور 54700 پاکستان

فون : 857071 (042)

قیمت 42-00 روپے

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مکتبہ القراءۃ کی شائع کردہ علم تجوید، علم الوقف، علم الھجاء، اور طریقہ تعلیم وغیرہ کے موضوعات پر بچوں سے لے کر بڑوں تک کے لئے انتہائی اہم، مفید ترین، بیش بہا اور قابل قدر کتابوں کا مجموعہ

خوبصورت دل آویز چھپائی، بہترین کاغذ اور اعلیٰ قسم کی آفسٹ طباعت پر مشتمل مطبوعات کی فہرست مع مختصر تعارف

نمبر	نام کتاب	موضوع	مصنف / محشی / مترجم	صفحات
۱)	زینت القرآن	تجوید	حضرۃ قاری محمد شریفؒ	۱۲۰
۲)	ایضاح البیان حاشیہ جمال القرآن	تجوید	حضرۃ قاری محمد شریفؒ	۶۳
۳)	معلم التجوید	تجوید	حضرۃ قاری محمد شریفؒ	۲۲۸
۴)	توضیحات مرضیہ شرح فوائد مکیہ	تجوید	حضرۃ قاری محمد شریفؒ	۱۷۶
۵)	المقدمہ الجزریہ مع رسالہ تحفۃ الاطفال	تجوید	حضرۃ قاری محمد شریفؒ	۸۸
۶)	المقدمۃ الشریفہ (شرح جزری)	تجوید اور شعری ترکیب	حضرۃ قاری محمد شریفؒ	۲۰۸
۷)	اجراء التجوید (الکلام المفید فی اجراء التجوید)	مسائل تجوید کا اجراء	حضرۃ قاری محمد شریفؒ	
۸)	قواعد ھجاء القرآن مع طریقہ تعلیم الصبیان	قرآنی ہجے اور طریقہ تعلیم قاعدہ سے عشرہ تک	حضرۃ قاری محمد شریفؒ	۲۴۰
۹)	سبیل الرشاد فی تحقیق تلفظ الضاد	حرف "ض"	حضرۃ قاری محمد شریفؒ	۱۸۳
۱۰)	جامع الوقف مع معرفۃ الوقوف	وقف	حضرۃ قاری محب الدین	۸۰
۱۱)	معلم الاداء فی الوقف والابتداء	وقف	قاری محمد تقی الاسلام سعودیہ	۲۰۸
۱۲)	الوجیزۃ فی التجوید منہج السائل والمجیب	تجوید فی لسان العربی	قاری فیاض الرحمٰن علوی پشاور	۱۲۰
۱۳)	سوانح حضرۃ القاری محمد شریفؒ نور اللہ مرقدہ	سوانح	قاری محمد تقی الاسلام سعودیہ	۱۷۶
۱۴)	مکمل قرآنی قاعدہ	حروف تہجی	حضرۃ قاری محمد شریفؒ	۶۳
۱۵)	اشرفی قرآنی قاعدہ	حروف تہجی	حضرۃ قاری محمد شریفؒ	۲۳

مندرجہ بالا کتب آپ کے شہر کے معروف دینی کتب خانوں پر بھی دستیاب ہیں نہ ملنے کی صورت میں براہ راست ہم سے طلب فرمائیں۔

کتابیں منگوانے کیلئے پتہ: مکتبہ القراءۃ 1438 ... ماڈل ٹاؤن لاہور 54700 پاکستان

ٹیلی فون: 857071

نوٹ: تمام کتابیں یکمشت منگوانے پر ... رعایت ملے گی۔

LIBRARY
Lahore Islamic University
Book No. 003228
... Block, Garden Town, Lahore

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○

خلاصۃ المندرجات فی صورت العنوانات

پیش لفظ ---------- ۱۳

سبب تالیف ---------- ۱۳

حقیقت مقالہ ---------- ۱۴

جن کتابوں سے استفادہ کیا گیا ---------- ۱۵

ترغیب مطالعہ ---------- ۱۵

حقیقت حال ---------- ۱۶

ایک ضروری گزارش ---------- ۱۶

شکریہ معاونین ---------- ۱۷

استدعا ---------- ۱۷

استفتاء دربارہ حرف "ضاد" آمدہ از قاسم پور ضلع سلہٹ (مشرقی پاکستان) ---------- ۱۹

الجواب وہو الموفق للحق والصواب ---------- ۲۰

"ضاد" کا مخرج اور اس کی صفات ذاتیہ ---------- ۲۰

"ضاد" مشابہ بالظاء ہے مشابہ بالدال نہیں ---------- ۲۰

تفصیلی جواب ---------- ۲۱

سب سے پہلی بات ---------- ۲۱

ضابطہ تشابہ ---------- ۲۲

ضاد اور اسکے مشابہ حرفوں کی صفات کا نقشہ ---------- ۲۲

دوسرا ضابطہ ---------- ۲۲

مندرجہ بالا صفات کے اثرات ---------- ۲۳

"ضاد" کا دال، ذال، زاء، اور ظاء کیساتھ تقابل اور تشابہ کی وضاحت ---------- ۲۴

"استطالت" اگر من وجہ مانع تشابہ ہے تو من وجہ اس میں مؤثر بھی ہے ---------- ۲۵

"رخاوت" کا ضعف بھی کچھ اثر انداز نہیں ---------- ۲۷

بقیہ صفات کو زیر بحث لانے سے مدعا پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ بلکہ اس کو کچھ تقویت ہی پہنچتی ہے ---------- ۲۸

"اصمات" سے سختی پر استدلال نہیں کیا جا سکتا ---------- ۲۹

"نفخ" بھی تشابہ ہی کی موجب ہے نہ کہ عدم تشابہ کی ---------- ۲۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"استطالت" کی طرح "تفشی" بھی من وجہ تشابہ میں مؤثر ہے۔ ۳۰
خلاصہ کلام ۳۰
"آنی" اور "زمانی" وغیرہ کی تقسیم سے مدعا کا اثبات ۳۱
محض تقارب مخرج بلکہ اتحاد مخرج بھی موجب تشابہ نہیں ۳۲
ضابطہ تشابہ کی وضاحت ۳۳
ادغام کا سبب تشابہ نہیں بلکہ تماثل یا تجانس یا تقارب ہے ۳۴
صلاحیت حرف سے بھی ضاد و ظاء ہی میں تشابہ ثابت ہوتا ہے نہ کہ ضاد و دال میں ۳۶
تشابہ کا ایک مختصر ضابطہ ۳۹
تشابہ بین الضاد والظاء کے بارے میں قرآء مجودین، مفسرین و محدثین، فقہاء امت اور علمائے
عربیت کی تصریحات ۴۱
علمائے تجوید کے ارشادات ۴۲
۱۔ علامہ محمد مکی کی تصریح ۴۲
۲۔ علامہ جزری کی تبیین ۴۲
۳۔ علامہ موصلی کی وضاحت ۴۳
۴۔ علامہ محمد مکی نصر کا ارشاد ۴۳
۵۔ صاحب جہد المقل کا فیصلہ ۴۴
۶۔ شیخ نمر النابلیسی کا اعتراف ۴۵
۷۔ علامہ مرعشی کا فیصلہ ۴۵
۸۔ قصیدہ نونیہ کے شارح کی تحقیق ۴۶
۹۔ صاحب رسالۃ الصحیحہ کی توضیح ۴۶
۱۰۔ قاضی مدثر کا تبصرہ ۴۶
خلاصہ عبارات و ازالہ شبہات ۴۷
شبہات اور ان کا ازالہ ۴۹
"ضاد" کا نرم ادا ہونا اس کے قوی ہونے کے معارض نہیں ۴۹
"**لا یجری النفس الکثیر**" تشابہ کے منافی نہیں ۴۹
"**بدون اکمال حصر الصوت**" سے بھی تشویش نہیں ہونی چاہیے۔ ۵۰
"نشر" کی عبارت سے بھی تشابہ بالضاد کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔ ۵۱
"**من مخرجہ ظاء**" سے تشابہ کی تغلیط نہیں نکلتی ۵۲
"**ولولا اختلاف المخرجین الخ**" سے تشابہ کی "نفی" نہیں نکلتی بلکہ "عینیت" کی نکلتی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے ---------- ۵۳
علمائے تفسیر کے ارشادات ---------- ۵۴
۱۱/۱ امام فخرالدین رازیؒ کی تصریح ---------- ۵۴
۱۲/۲ حافظ عمادالدین ابن کثیر کا ارشاد ---------- ۵۴
۱۳/۳ علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی تحقیق ---------- ۵۵
۱۴/۴ مصر کے مفتی عبدہ کی وضاحت ---------- ۵۵
فقہاء رحمہم اللہ کے ارشادات ---------- ۵۶
۱۵/۱ فتاویٰ قاضی خان کا حوالہ ---------- ۵۶
۱۶/۲ "ردالمحتار" کا حوالہ ---------- ۵۷
۱۷/۳ فتاویٰ سعیدیہ کا حوالہ ---------- ۵۷
۱۸/۴ فتاویٰ سعدیہ کا حوالہ ---------- ۵۸
۱۹/۵ حضرت مفتی صدرالدینؒ کا فتویٰ ---------- ۵۸
علمائے صرف کے کلام سے استشہاد ---------- ۶۰
۲۰/۱ علامہ رضی کا "ضاد و ظاء" کو "صفت نفخ" میں شریک بتانا ---------- ۶۰
مندرجہ بالا اقتباسات پر پھر ایک نظر ---------- ۶۱
اردو کتابوں کے اقتباسات ---------- ۶۳
علمائے حرمین شریفین بھی تشابہ بین الضاد والظاء ہی کے قائل ہیں۔ ---------- ۶۴
استفتاء من علماء الحرمین الشریفین ---------- ۶۴
الجواب من شیخ القراء بالمدینۃ المنورۃ ---------- ۶۷
الجواب من علماء مکۃ المکرمہ ---------- ۶۹
ان فتوؤں سے کیا نتیجہ برآمد ہوتا ہے ---------- ۷۰
علمائے تجوید نے "ضاد و ظاء" کے تشابہ کو اتنی اہمیت کیوں دی ہے ---------- ۷۲
تخصیص ذکری کا سبب مخرج کا اختلاف ہے ---------- ۷۲
مخرج کے اختلاف سے کسی خلجان میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے ---------- ۷۳
نیز تشابہ مدار صحت بھی ہے ---------- ۷۴
ایک نہایت ضروری اصلاح ---------- ۷۴
"تشابہ" کے معنی ---------- ۷۵
تشابہ صفتی اور تشابہ ذاتی ---------- ۷۵
خلاصۃ الجواب ---------- ۷۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"ضاد" کے تلفظ کا اختلاف خیر القرون کے بعد کی پیداوار ہے ---------- ۷۸
"التکملہ فی رفع الشبہات وازالۃ المغالطات" یعنی ان دلائل و خیالات پر تبصرہ جن کی بناء پر
"ضاد" کا مشابہ بالظاء نہ ہونا یا مشابہ بالدال ہونا سمجھا جاتا ہے۔ ---------- ۸۰
تحقیق حق کا حق ---------- ۸۰
بحث کے دو حصے ---------- ۸۱
پہلی دلیل اور اس پر تبصرہ "اما الضاد الضعیفۃ فمستھجنۃ" میں "ضعیفہ" سے وہ "ضاد"
مراد نہیں جو اصلی مخرج سے ظاء کے مشابہ ادا ہوتا ہے بلکہ اس سے مراد وہ "ضاد" ہے جو
"ضاد و ظاء" کے مخرجوں کے درمیان سے ادا ہوتا ہے لہٰذا اس عبارت سے تشابہ بالظاء کی نفی
ہرگز نہیں نکلتی ---------- ۸۲
"الضاد الضعیفۃ فمستھجنۃ" کا صحیح مطلب ---------- ۸۳
"ضعیفہ" کے مقابل کو "قویہ" کا نام دینے سے بھی ان کا مدعا ثابت نہیں ہوتا ---------- ۸۵
دوسری دلیل اور اس پر تبصرہ ---------- ۸۷
"الضاد الضعیفۃ ای التی تکون بین الضاد والظاء" میں "بینیت" سے مراد "بینیت از روئے
مخرج" ہے نہ کہ بلحاظ صفات ---------- ۸۷
تیسری دلیل اور اس پر تبصرہ "مفصل" کی عبارت "الضاد الضعیفۃ ھی التی تقرب بالظاء
والذال" میں "قرب" سے مراد "قرب از روئے مخرج" ہے نہ کہ باعتبار صفات ---------- ۸۸
چوتھی دلیل اور اس پر تبصرہ "نوادر الاصول" کی عبارت "ضاد ضعیفہ گاہے مشابہ صوت بالظاء
معجمہ وگاہے مخلوط التلفظ بین الضاد والظاء باشد" سے بھی ان کو قطعاً کوئی سہارا نہیں ملتا۔ ---------- ۸۹
پانچویں دلیل اور اس پر تبصرہ۔ "لولا الاطباق لکان الضاد دالا" سے "ضاد" کا مشابہ
بالدال ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا بلکہ یہ قضیہ ہی غلط ہے۔ ---------- ۹۱
چھٹی دلیل اور اس پر تبصرہ۔ رعایہ کی عبارت "متی فرط فی ذالک اتی بلفظ الظاء او الذال"
سے بھی "ضاد و ظاء" میں تشابہ کی نفی نہیں نکلتی بلکہ اس کا ثبوت مترشح ہوتا ہے۔ ---------- ۹۳
ساتویں دلیل اور اس پر تبصرہ۔ "شافیہ" وغیرہ میں "دال" کے مخرج کا "ظاء" کے مخرج سے
پہلے مذکور ہونا تشابہ کا متقاضی نہیں ---------- ۹۴
آٹھویں دلیل اور اس پر تبصرہ "نشر" کی عبارت "فلیحذر من قلبہ الی الظاء" کو اپنے دعوے
کی دلیل میں پیش کرنا کوتاہ فہمی ہے۔ ---------- ۹۵
نویں دلیل اور اس پر تبصرہ "غایۃ البیان" وغیرہ کی عبارت "لئلا تکون مشابھتہ بالظاء"
میں "مشابہت" سے "صفتی مشابہت" مراد نہیں بلکہ "ذاتی مشابہت" مراد ہے۔ ---------- ۹۶
اس عبارت سے "تشابہ بالدال" کا جواز ثابت کرنا بالکل بے معنی ہے۔ ---------- ۹۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سابقہ عبارتوں میں تشابہ سے "صفتی تشابہ" اور یہاں اس سے "ذاتی تشابہ" مراد کیوں لی گئی ہے۔ ---------- ۱۰۰
دسویں دلیل اور اس پر تبصرہ "کشاف" کی عبارت "و اتقان الفصل بین الضاد و الظاء وا جب" میں "فصل" سے مراد "فصل از روئے مخرج" ہے نہ کہ "از روئے صفات" ---------- ۱۰۱
گیارھویں دلیل اور اس پر تبصرہ "شرح فقہ اکبر" کی عبارت "من یقرأ مکان الضاد ظاء" میں "ضاد" کی جگہ خالص "ظاء" پڑھنے کا ذکر ہے نہ کہ مشابہ "بالظاء" پڑھنے کا ---------- ۱۰۳
حضرت علامہ انور شاہ صاحب کاشمیریؒ کا فیصلہ ---------- ۱۰۴
بارھویں دلیل اور اس پر تبصرہ حضرت گنگوہیؒ کے فتووں کی روسے بھی "ضاد" کا مشابہ بالدال ہونا یا مشابہ بالظاء نہ ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ ---------- ۱۰۵
پہلا استفتاء اور اس کا جواب ---------- ۱۰۵
اس فتویٰ سے مشابہ بالظاء کی نفی یا بالقصد مشابہ بالدال پڑھنے کا جواز ثابت کرنا کوتاہ فہمی ہے۔ تفصیلی تبصرہ ---------- ۱۰۶
دوسرا استفتاء اور اس کا جواب ---------- ۱۰۸
اس فتویٰ میں تقابل خالص ظاء اور ضاد ضعیفہ کا ہے۔ نہ کہ مشابہ بالظاء اور دال مخلوط بالواؤ کا ---------- ۱۰۹
تیسرا استفتاء اور اسکا جواب ---------- ۱۱۱
اس فتویٰ میں "ضاد" کو اس کے اصلی مخرج سے ادا نہ کرنے کا حکم مذکور ہے۔ اور غلط بھی اسی کو کہا گیا ہے نہ کہ مشابہ بالظاء ادا کرنے کو کیونکہ مشابہ بالظاء تو کہتے ہی اس "ضاد" کو ہیں جو مخرج اصلی سے ادا ہو۔ ---------- ۱۱۲
تیرھویں دلیل اور اس پر تبصرہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰنؒ صاحب کے فتویٰ سے بھی ان لوگوں کو سہارا نہیں مل سکتا۔ ---------- ۱۱۴
ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ---------- ۱۱۵
مسئلہ زیر بحث کا اہم گوشہ ---------- ۱۱۶
اس فتویٰ کی روسے کیا کرنا چاہئے ---------- ۱۱۶
استفتاء اور اس کے جواب سے دعویٰ کی تصدیق ---------- ۱۱۷
استفتاء کی عبارت جو ان لوگوں نے درج نہیں کی۔ ---------- ۱۱۸
ضمیر کی شہادت ---------- ۱۱۸
رجوع کا امکان ---------- ۱۱۹
عدم رجوع سے بھی مسئلہ متاثر نہیں ہوتا ---------- ۱۱۹
ضاد کو سخت ادا کرنے والے عربوں کے تلفظ کی حقیقت ---------- ۱۲۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محققین قراء عرب کی تصریحات ---------- ۱۲۱
مولدین کا تلفظ معیار صحت نہیں ---------- ۱۲۲
پیش کردہ دلائل پر پھر ایک طائرانہ نظر ---------- ۱۲۳
قول فیصل ---------- ۱۲۵
"التکملہ" حصہ دوئم "ازالہ مغالطات" ---------- ۱۲۶
پہلا مغالطہ اور اس کا ازالہ "دال مفخمہ' سرے سے کوئی حرف ہی نہیں" ---------- ۱۲۶
"دواد" تو بالکل ہی غلط اور مخترع حرف ہے ---------- ۱۲۷
دوسرا مغالطہ اور اس کا ازالہ "مشابہ با لظاء" پڑھنا نیا طریقہ نہیں بلکہ "مشابہ بالدال" پڑھنا نوایجاد ہے۔ ---------- ۱۲۸
تیسرا مغالطہ اور اس کا ازالہ ہم "ضاد کو مشابہ بالظاء اہل زیغ کی پیروی میں نہیں پڑھتے بلکہ قراء مجودین اور علماء حق کی اتباع میں پڑھتے ہیں"۔ ---------- ۱۲۸
چوتھا مغالطہ اور اس کا ازالہ "فقہاء" نے "ضاد" کی جگہ "خالص ظاء" پڑھنے کو مفسد صلوۃ قرار دیا ہے نہ کہ "مشابہ بالظاء" پڑھنے کو ---------- ۱۲۹
پانچواں مغالطہ اور اس کا ازالہ "صحیح خوان علماء کی پیروی نہ کرنا اور غلط پڑھنے والوں کی اتباع کرنا سراسر ناانصافی ہے"۔ ---------- ۱۳۰
چھٹا مغالطہ اور اس کا ازالہ "سواد اعظم سے مراد اہل علم کا سواد اعظم ہے' ناواقفین اور عامۃ الناس کا نہیں" ---------- ۱۳۱
ساتواں مغالطہ اور اس کا ازالہ سامعین کے غلط فہمی میں مبتلا ہو جانے کے اندیشہ سے صحیح تلفظ چھوڑ کر غلط تلفظ اختیار کرنا ہرگز جائز نہیں۔ ---------- ۱۳۲
آٹھواں مغالطہ اور اس کا ازالہ "ضاد کو "مشابہ بالدال" پڑھنے کے لئے عموم بلویٰ کا عذر بھی غیر معقول ہے"۔ ---------- ۱۳۳
نواں مغالطہ اور اس کا ازالہ "دور حاضر کے عام عربوں کا تلفظ قابل استناد نہیں"۔ ---------- ۱۳۴
دسواں مغالطہ اور اس کا ازالہ ۔ "عربوں کو قرآن مجید کے کسی تلفظ کو بدلنے کا کوئی حق نہیں"۔ ---------- ۱۳۵
گیارھواں مغالطہ اور اس کا ازالہ ۔ یہ اختلاف دیوبندی اور بریلوی اختلافات میں سے نہیں ۔ ۱۳۶
بارھواں مغالطہ اور اس کا ازالہ ۔ ضاد و ظاء میں جو تشابہ پایا جاتا ہے وہ غیر ارادی نہیں بلکہ ارادی اور اختیاری ہے۔ ---------- ۱۳۷
فریق ثانی کے دلائل پر تبصرہ تمام ہوا ---------- ۱۳۹
خیر القرون میں بھی "ضاد" مشابہ با لظاء ہی ادا ہوتا تھا۔ ---------- ۱۴۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"ضاد" کی صحیح ادا معلوم کرنے کا طریقہ بھی وہی ہے جو دوسرے حروف کی ادا معلوم کرنے کا ہے۔ ---------- ۱۳۰
آئمہ ادا نے دوسرے حروف کی طرح "ضاد" کے تلفظ کو بھی صدر اول ہی میں مدون فرما دیا تھا۔ ---------- ۱۳۲
صدر اول کے آئمہ ادا کا "ضاد و ظاء" میں ایک ہی طرح کی صفات بیان کرنا اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ خیر القرون میں "ضاد" ظاء کے مشابہ ادا ہوتا تھا ---------- ۱۳۲
تتمہ یا تصویر کا دوسرا رخ یعنی "ضاد" ظاء کا صرف مشابہ ہی ہے اس کا "عین" نہیں۔ ---------- ۱۳۵
"ضاد" ایک مستقل حرف ہے نہ عین ظاء ہے نہ عین دال ---------- ۱۳۶
"ضاد" کو ظاء سے ممتاز کرکے پڑھنے کے بارے میں علامہ جزری کے ارشادات ---------- ۱۳۶
"مقدمہ" میں امتیاز کرنے کی تاکید ---------- ۱۳۶
"نشر" میں "ضاد" کو ظاء کے مخرج سے ادا کرنے کی ممانعت ---------- ۱۳۷
"تمہید" میں ابدال کی ممانعت اور اس کی وجہ ---------- ۱۳۸
علامہ محمد مکی کا صحت ادا کی تاکید فرمانا ---------- ۱۵۰
علامہ زمخشری کا "ضاد و ظاء" میں بلحاظ مخرج فرق کرنے کو ضروری قرار دینا ---------- ۱۵۰
حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کا "ضاد و ظاء" میں فرق نہ کرنے پر شکوہ فرمانا ---------- ۱۵۱
"صاحب تحفہ نذریہ" کا دونوں میں امتیاز کرنے کی تاکید فرمانا اور امتیاز کا مطلب ---------- ۱۵۱
حضرت تھانوی کا تشابہ سے "تغایر" پر استدلال فرمانا ---------- ۱۵۲
صاحب رسالۃ التصحیح کا تفریق ذات کی تصریح کرنا ---------- ۱۵۳
نتیجہ اور مآل ---------- ۱۵۴
تمایز بین الحرفین کی صورتیں ---------- ۱۵۵
البتہ ان دونوں میں فرق کرنا کچھ مشکل ضرور ہے۔ ---------- ۱۵۶
فرق کے مشکل ہونے کی وجہ ---------- ۱۵۶
مگر باوجود دشوار ہونے کے یہ فرق مامور بہ ہے ---------- ۱۵۸
از روئے لغت "ضاد" کو "ظاء" سے بدل لینے کا جواز قراءت قرآن میں حجت نہیں ---------- ۱۵۹
بعض الفاظ کا دونوں حرفوں سے آنا بھی ابدال کا مقتضی نہیں ---------- ۱۶۱
امام رازی کا ارشاد صرف معذورین کے بارے میں ہے ---------- ۱۶۴
فقہاء نے جس ابدال کو مفسد صلوٰۃ قرار نہیں دیا اس سے مراد "ابدال خطا اور ابدال عجز" ہے نہ کہ "ابدال عمد" ---------- ۱۶۶
قاضی خاں کی عبارت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ ---------- ۱۶۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ شامی کی تصریح ---------- ۱۶۷
حضرت تھانوی کی توضیح ---------- ۱۶۷
حضرت گنگوہی کا ارشاد ---------- ۱۶۸
"ولو قرء ولا الضالین بالظاء لاتفسد صلوتہ" بھی اس کا معارض نہیں ---------- ۱۶۸
عذر اور خطا کو جواز کی دلیل بنانا کسی طرح صحیح نہیں ---------- ۱۶۹
"تحریف" کو جواز کی دلیل بنانا اور بھی اقبح ہے ---------- ۱۷۰
"بضنین" میں دو قراءتیں ہیں ---------- ۱۷۱
"بضنین" کی دو قراءتیں از "قبیل ابدال" نہیں ---------- ۱۷۳
"ضاد و ظاء" میں امتیاز کرنے کی تاکید "تشابہ" کی دلیل ہے نہ کہ "عدم تشابہ" کی ---------- ۱۷۳
سابقہ مباحث کا خلاصہ ---------- ۱۷۵
ضاد کی ادا کے بارے میں اختلاف کیوں رونما ہوا ---------- ۱۷۶
اختلاف کی سب سے بڑی وجہ اس کے مخرج کی دشواری ہے ---------- ۱۷۶
اختلاف کی دوسری وجہ عوام کی حقیقت سے ناواقفیت ہے ---------- ۱۷۷
اب تو غلط خوانوں کے گروہوں میں اور بھی اضافہ ہو گیا ہے ---------- ۱۷۸
تمام اغلاط کی منشاء صرف دو ہیں ---------- ۱۷۹
صحیح خوان اور صحیح بتانے والے اب بھی موجود ہیں ---------- ۱۷۹
ادائیگی کا طریقہ ---------- ۱۷۹
معذور کون سا تلفظ اختیار کرے ---------- ۱۸۱
عمداً غلط پڑھنے والے کا حکم اور اس کو تنبیہ ---------- ۱۸۳

اب آئندہ صفحات میں ان عنوانات پر تفصیلی بحث ملاحظہ فرمایئے

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

www.KitaboSunnat.com

پیش لفظ

الحمد للہ الذی نزّہ سبیل الرشاد عن تلبیس کل صادّ و ضادّ والصّلوٰۃ والسلام علی سیّدنا و مولانا محمدؐ الذی ارسل بالحق و اوتی فصل الخطاب وعلی آلہ و اصحابہ الذین میزوا الباطل من الحق و الخطأ من الصواب

امّا بعد

سبب تالیف: یوں تو خیال تھا ہی کہ التبیان فی ترتیل القرآن میں فن کے دوسرے مسائل کی طرح حرف ضاد کی ادا پر بھی ایک تحقیقی مقالہ سپردِ قلم کیا جائے اور اس موضوع پر بھی سیر حاصل بحث کی جائے۔ لیکن اس اثناء میں مدرسہ عربیہ قاسم پور ضلع سلہٹ (مشرقی پاکستان) سے محترم جناب مولانا عبدالغنی صاحب نے اس موضوع سے متعلق چند سوالات پر مشتمل ایک استفتاء اس قلیل البضاعت کے پاس بھیجا۔ جس کے جواب میں بفضلہٖ تعالیٰ ایک مفید اور عام فہم مضمون مرتب ہو گیا۔ توجہ میں آیا کہ اس مضمون میں بعض دوسرے اُن مباحث کو بھی شامل کر کے جو ہیں تو اسی موضوع کے متعلق، لیکن اس سوالنامہ میں ان کا ذکر نہیں کیا گیا، ایک مستقل رسالہ کی شکل میں شائع کر دیا جائے اور اس کی ضرورت بھی تھی۔ کیوں کہ یہ مسئلہ نہ صرف عوام میں، بلکہ . . . خواص کے اندر بھی محل بحث بنا ہُوا ہے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ یہ حرف صرف عربی زبان کے ساتھ ہی خاص ہے اس کے علاوہ کسی اور زبان میں یہ حرف نہیں پایا جاتا۔ اردو اور فارسی کے جن الفاظ میں یہ حرف استعمال ہوتا ہے وہ بھی درحقیقت عربی ہی کے الفاظ ہیں جو ان زبانوں میں مستعمل ہونے لگے ہیں اور دوسری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وجہ یہ ہے کہ اس حرف کا مخرج اتنا طویل ہے کہ کسی دوسرے حرف کا مخرج اتنا طویل نہیں اس لیے از روئے ادا بھی یہ حرف اتنا مشکل ہے کہ عوام کا تو ذکر ہی کیا بہت سے خواص بھی اس کو کما حقہٗ ادا کرنے سے قاصر ہیں کیونکہ اس کے پورے مخرج پر زبان کا لگانا اور پھر اس میں استطالت کی وجہ سے آواز کا جاری رکھنا ایک مشکل کام ہے جو کثرتِ مشق اور مہارتِ تامّہ کے بغیر ممکن نہیں یہی وجہ ہے کہ لوگ اس حرف کے بارے میں مختلف الادا واقع ہوئے ہیں اور اس میں طرح طرح کی غلطی کرتے ہیں۔ چنانچہ بعض تو اس کو خالص ظاء سے بدل کر پڑھتے ہیں اور بعض مشابہ بالدال ادا کرتے ہیں اور بعض اس کو اسطرح پڑھتے ہیں کہ دال میں واؤ کی آمیزش ہو جاتی ہے اور بعض مخلوط بالزای ادا کرتے ہیں اور بعض اسکو اس طرح ادا کرتے ہیں کہ پہلے غین کی آواز نکلتی ہے اور پھر دال کی اور اس پر طرفہ یہ کہ ہر شخص اپنے تلفّظ کو صحیح اور دوسرے کی ادا کو غلط بتاتا ہے۔ حالانکہ یہ سب ادائیں غلط اور نادرست ہیں۔ ان میں سے کوئی سی ادا بھی صحیح اور حق نہیں اور نہ ان میں سے کسی تلفّظ کو ضاد کا تلفّظ کہا جا سکتا ہے۔ اس کا تلفّظ ان سب سے مختلف اور اس کی آواز ان تمام آوازوں سے متغایر ہے۔ زیرِ نظر مقالہ میں اسی حقیقت کو پیش کیا گیا ہے اور اس سلسلہ کی ان تمام غلط فہمیوں کو دور کرنے کی امکانی کوشش کی گئی ہے جن کی وجہ سے اصل حقیقت کے سمجھنے میں الجھنیں پیدا ہو گئی ہیں اور اسی مناسبت سے اس کا نام "سبیل الرشاد فی تحقیق تلفظ الضاد" تجویز کیا گیا ہے حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف و کرم سے اس حقیر سی کوشش کو قبول فرما کر طالبینِ حق کے لیے نافع اور مؤلف پر تقصیر کے لیے توشۂ آخرت بنائیں آمین یارب العالمین

حقیقت مقالہ: میں نے اس مقالہ میں جو کچھ عرض کیا ہے وہ انہی تاثرات کا مرقع اور ان ہی معلومات کا مجموعہ ہے جو مجھے اپنے ناقص مطالعہ کے نتیجہ میں علم تجوید کے اصول و قواعد، اس فن کے آئمہ، اجلّہ کے ارشادات، مفسرین و محدثین کے فرمودات، فقہائے امت کے فتاویٰ اور علمائے عربیت کے کلام سے حاصل ہوئے ہیں اور یہ اسی کی علمی تصویر ہے جو میں نے اپنے اساتذہ کرام سے سیکھا اور جس طرح ان کو پڑھتے ہوئے سُنا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جن کتابوں سے استفادہ کیا گیا: اس مقالہ کی تالیف میں، میں نے مندرجہ ذیل کتابوں سے استفادہ کیا۔ (۱) ہدایۃ العباد الی حقیقۃ النطق بالضاد از شیخنا و شیخ القراء حضرت مولانا الحافظ القاری المقری عبدالمالک صاحب رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۳۷۹ھ (۲) الاقتصاد فی الضاد از جناب مولانا رحیم اللہ صاحب بجنوری رحؒ تلمیذ رشید حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ العزیز (۳) محو الفساد فی تلفظ الضاد از حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحبؒ پانی پتی (۴) التحقیق اللطیف فی الضاد الضعیف (۵) مفید العباد فی صوت الضاد ہر دو از حضرت مولانا شیر محمد صاحب ساکن قدیم گھوٹکی (سندھ) مہاجر مدینہ طیبہ (۶) ضیاء الارشاد فی تحقیق الضاد از حضرت مولانا قاری محب الدین احمد صاحب الہ آبادی مدظلہ العالی (۷) رفع التضاد عن احکام الضاد از حضرت مولانا محمد شفیع صاحب مفتی اعظم پاکستان (۸) الحسام الصارم علی عنق الدوادی العارم از جناب مولانا محمد عبدالخالق صاحب باجوڑی (۹) ہدایت الاطفال فی قرأت الضاد بالدال مرتبہ جناب قاری مختار احمد صاحب شیر کوٹی (۱۰) اشتباہ صوت الضاد بالظاء از جناب مولانا قاری محمد کامل صاحب افضل گڑھی۔

یہ رسائل تو وہ ہیں جو خاص اسی موضوع اور اسی بحث سے متعلق ہیں اور ان کے علاوہ تجوید و قرأت، فتاویٰ اور صرف کی مندرجہ ذیل کتابوں سے بھی استفادہ کیا گیا (۱۱) النشر فی القرآت العشر للعلامہ جزریؒ (۱۲) نہایۃ القول المفید فی علم التجوید از محمد مکی نصرؒ (۱۳) تحفہ نذریہ (۱۴) فتاویٰ اشرفیہ المعروف بہ امداد الفتاویٰ (۱۵) فتاویٰ دار العلوم دیوبند (۱۶) فتاویٰ حضرت مولانا عبدالحی صاحبؒ (۱۷) فتاویٰ رضویہ (۱۸) فتاویٰ نذیریہ (۱۹) شافیہ (۲۰) رضی شرح شافیہ (۲۱) نوادر الاصول شرح الفصول (۲۲) فوائد مکیہ (۲۳) جمال القرآن (۲۴) البیان الجزیل از حضرت مفتی عنایت احمد صاحبؒ مصنف علم الصیغہ نیز اسی سلسلہ کے بعض غیر مطبوعہ اور قلمی مضامین بھی زیر مطالعہ آئے۔

ترغیب مطالعہ: مجھے ان کتابوں کے منتشر اور بکھرے ہوئے مضامین سے اس مقالہ کے مرتب کرنے میں کتنی اور کیا کچھ محنت کرنی پڑی ہے اور میں اس میں کہاں تک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کامیاب ہوا ہوں۔ اس کا فیصلہ تو وہ حضرات ہی کریں گے جن کو خود کبھی کوئی تحقیقی کام کرنے کا موقعہ ملا ہے۔ یا جن کے سامنے کسی صاحبِ فکر و نظر کی کبھی کوئی تحقیق آئی ہے البتہ اس کاوش اور تحقیق و تتبع نے خود مجھے جو تاثر دیا ہے۔ اس کی بنا پر بے اختیار جی چاہتا ہے کہ تمام ذی فہم اور علم دوست طلبہ کو یہ مخلصانہ مشورہ دوں کہ وہ اس کتابچہ کو صرف اپنے کتب خانوں کی زینت ہی بنانے پر اکتفا نہ کریں بلکہ اس کی صحیح معنیٰ میں قدر کریں اور زیادہ نہیں تو کم از کم اسکو ایک بار تو ضرور ہی پڑھیں اور اپنے ذہن و فکر کو حاضر کر کے پڑھیں۔ مجھے امید واثق ہے کہ اگر طلباء اس مشورہ پر عمل کریں گے تو اس مقالہ کو اپنے لیے ایک بیش بہا تحفہ اور ایک نعمت غیر مترقبہ پائیں گے۔ کیونکہ اس کے مطالعہ سے انہیں نہ صرف مسئلہ زیرِ بحث ہی کے بارے میں بصیرت کاملہ حاصل ہوگی بلکہ ان کے علم میں اور بھی بہت سی مفید اور قابلِ قدر معلومات کا اضافہ ہوگا اور بہت سے ایسے علمی جواہر ریزے ان کے ہاتھ لگیں گے۔ جو کسی دوسری جگہ شاید نہ مل سکیں۔

حقیقتِ حال: حقیقت یہ ہے کہ اس تالیف لطیف اور تحقیق انیق کا معرض وجود میں آنا میری کسی کوشش اور کاوش کا نتیجہ نہیں بلکہ یہ جو کچھ بھی ہوا محض حق تعالیٰ کی توفیق اور انہی کی عنایت سے ہوا اور بلاشبہ یہ قرآن ہی کا اعجاز ہے کہ اس کے صرف ایک ہی حرف کے صحیح تلفظ کی حفاظت کی خاطر یہ مقالہ وجود میں آیا ورنہ میں کیا اور میری محنت اور میری تحقیق کیا۔ اس میں جو خوبی اور جو افادیت بھی ہے وہ بلاشک حق تعالیٰ کے فضل اور ان کی عنایت سے ہے اور غلطی اور بھول چوک، سو وہ یقیناً میری لغزش، میری سمجھ کے قصور اور میرے علم کی کوتاہی کا نتیجہ ہے۔

ایک ضروری گزارش: اربابِ علم اور اصحابِ فضل و کمال سے گزارش ہے کہ اس تالیف میں اگر کہیں کوئی غلطی اور خلاف تحقیق بات ملاحظہ فرمائیں تو اعتراض اور نکتہ چینی کے بجائے خیر خواہی اور تحقیقِ حق کے جذبہ کے پیشِ نظر مؤلف کو اس سے آگاہ فرمائیں۔ تاکہ آئندہ اشاعت میں اس کی اصلاح کی جا سکے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شکریہ معاونین: میں اس موقعہ پر اپنے ان اصحاب اور معاونین کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں جنھوں نے اس مقالہ کی تالیف کے وقت میری معاونت فرمائی اور اس کے منظرِ عام پر آنے کا ذریعہ بنے اور حق یہ ہے کہ اگر یہ لوگ میرے ساتھ تعاون نہ کرتے تو یہ نادر تحفہ معرضِ وجود میں نہ آتا۔ کیونکہ میرا کام تو صرف زبان سے بولنا ہی تھا اور بس! رہی قلمی خدمت، سو اس کا سہرا بلاشبہ ان ہی لوگوں کے سر ہے۔ یوں تو اس سلسلہ میں حافظ محمد نواز مظفرگڑھی، قاری حضرت گل نبوی، قاری فیاض احمد مانسہروی، قاری محمد سلیمان ایبٹ آبادی، قاری سراج احمد خان پوری اور مولوی قاری محمد شریف سرگودھوی، متعلمین و فارغین مدرسہ دار القرآن ماڈل ٹاؤن لاہور، ان سب ہی نے میری اعانت کی لیکن موخر الذکر تین عزیزوں کو اس سلسلہ میں زیادہ خدمت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو زیادہ سے زیادہ جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی محنت کو شرف قبول بخشے۔ آمین۔

استدعا: میں اپنے ان تمام احباب اور دوستوں کی خدمت میں جن کے مطالعہ میں یہ رسالہ آئے۔ نہایت لجاجت اور منت کے ساتھ التماس کروں گا کہ مؤلف پر تقصیر کے لیے حسنِ خاتمہ اور سعادت دارین کی دعا فرمائیں اور اگر یہ تالیف ان کے ہاتھوں میں مؤلف کے مرنے کے بعد پہنچے تو قبر اور آخرت کی کٹھن منزلوں سے آسانی کے ساتھ پار ہو کر دخولِ جنت اور حصولِ رضائے مولا کے لیے دعا فرمائیں۔ کیا عجب ہے کہ کسی صاحبِ دل کی دعا ہی میری نجات کا ذریعہ بن جائے اور جن لوگوں نے اس کتابچہ کی تالیف یا طباعت کے وقت میری مدد کی ہے۔ ان کی طرف سے بھی ناظرین کی خدمت میں یہی درخواست ہے۔ ؎

اگر قبول افتد زہے قسمت

ان چند تمہیدی معروضات کے بعد اب میں موضوع سے متعلقہ سوالات درج کر کے اصل مضمون شروع کرتا ہوں۔

وباللہ التوفیق وبیدہ ازمۃ التحقیق وھو حسبی ونعم الوکیل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللّٰهم صل علیٰ سیّدنا و مولانا محمد و اٰلہ وصحبہ و بارک وسلم تسلیماً کثیراً ط

العبد العاصی ابو الاشرف محمد شریف بن الشیخ مولا بخش امرتسری ثم لاہوری کان اللہ لہ و لوالدیہ ولمشائخہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استفتاء دربارۂ حرف ضاد

آمدہ از قاسم پور ضلع سلہٹ (مشرقی پاکستان)

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد ! کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور قرائے مجوّدین اس مسئلہ میں کہ حرف ضاد کا صحیح مخرج اور صفاتِ ذاتیہ کیا ہیں ؟ (ب) اگر حرف ضاد کو اس کے صحیح مخرج سے صفاتِ ذاتیہ کے ساتھ ادا کیا جائے تو اس کی آواز سننے میں حرف ظاء کی آواز کے ساتھ مشابہ ہوگی یا حرف دال کی آواز کے ساتھ (ج) ہمارے یہاں کے علمائے کرام کے اس مسئلہ میں دو فریق ہیں۔ ایک فریق ظاء معجمہ کی آواز کے مشابہ پڑھتا ہے اور دوسرا فریق دال مہملہ کی آواز کے مشابہ، ان دونوں میں سے کس فریق کا تلفظ صحیح اور حق ہے ؟ اور حضرات ائمہ قرأت، ائمہ فقہ، محدثین و مفسرین کی تحقیق و عمل کیا ہے ؟ نیز اس مسئلہ میں علمائے مکہ و مدینہ کا تعامل کس پر ہے ؟ (د) اس حرف کے تلفظ کے بارے میں اس اختلافی جھگڑا کی ابتدا کس زمانہ سے اور کن لوگوں سے ہوئی۔

بینوا بالدلائل توجروا بالاجر الجزیل

المستفتین

---

(۱) محمد عبد الغنی عفی عنہ (۲) محمد قطب الدین غفرلہ (۳) محمد عبد الرؤف غفرلہ (۴) محمد عبد الخالق (۵) محمد ایوب علی غفرلہ (۶) محمد عبد الغفور غفرلہ (۷) محمد عبد الغفار غفرلہ (۸) محمد سکندر علی (۹) محمد ظہیر علی (۱۰) محمد عبد النور (۱۱) محمد الطاف الرحمٰن۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الجواب وھو الموفق للحق والصواب

ضاد کا مخرج اور اس کی صفات ذاتیہ: (ا) حرف ضاد کا مخرج باتفاق ائمہ ادا اقصیٰ حافۂ لسان اور اصول اضراس علیا ہیں۔ یعنی زبان کی کروٹ اور اس کے بغلی کنارے کا وہ حصہّ جو حلق کی طرف ہے اور اوپر کی ان داڑھوں کی جڑیں جو نواجذ سے ضواحک تک ہیں۔ یا آسان لفظوں میں اس طرح سمجھئے کہ ضاد اوپر کے ان پانچ دانتوں کی جڑوں سے ادا ہوتا ہے جو پچھلی جانب یعنی حلق کی طرف واقع ہیں۔ جبکہ ان سے زبان کا لمبا کنارہ (جس کو کروٹ یا بغلی کنارہ کہتے ہیں) لگے خواہ داہنی طرف کی کروٹ داہنی جانب کی داڑھوں سے لگائی جائے اور خواہ بائیں طرف کی کروٹ بائیں جانب کی داڑھوں سے لگائی جائے۔ دونوں طرح صحیح ہے لیکن بائیں جانب سے نکالنا آسان ہے اور زیادہ مروّج بھی یہی ہے اور دونوں طرف سے ایک ہی وقت میں نکالنا بھی صحیح ہے۔ مگر بہت ہی مشکل اور نادرات میں سے ہے۔ سیدنا فاروق اعظمؓ کے متعلق مشہور ہے کہ آپ ایک ہی وقت میں دونوں طرف سے ادا فرماتے تھے۔ یہ آپ کے مختصات میں سے ہے اور اس کی صفات جہر، رخاوت، استعلا، اطباق اور استطالت وغیرہ ہیں[ع]۔

ضاد مشابہ بالظاء ہے مشابہ بالدال نہیں: (ب) ضاد کو اگر اس کے صحیح مخرج سے جملہ صفات ذاتیہ کی رعایت رکھتے ہوئے

ع وغیرہ کا لفظ اس لیے بڑھایا گیا ہے کہ ان مذکورہ پانچ صفتوں کے علاوہ ضاد میں بعض صفات اور بھی ہیں چنانچہ اس کی صفات کے سلسلہ میں بہت سے حضرات نے اصمات کو بعض نے نفخ کو اور بعض نے تفشی کو بھی بیان کیا ہے لیکن چونکہ یہ زیادہ واضح نہیں ہیں۔ اس لیے ہم نے ان کا یہاں ذکر کرنا چنداں ضروری نہیں سمجھا البتہ آگے چل کر یہ صفات بھی زیر بحث لائی جائیں گی۔ انشاء اللہ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ان کے جو معنیٰ علمائے فن نے بیان فرمائے ہیں۔ ان کو مدِّنظر رکھ کر ادا کیا جائے تو باتفاق جمہور علمائے ادا (علمائے تجوید وقرأت) اور بموجب تصریحات فقہائے امت مفسرین عظام ومحدثین کرام اس کی آواز سننے میں حرف ظاء کی آواز کے مشابہ ہوتی ہے۔ دال کے مشابہ قطعاً نہیں ہوتی یعنی جس طرح ظاء نرم اور خوب پُر ادا ہوتا ہے۔ اسی طرح ضاد بھی خوب پُر اور نرم ہی ادا ہوتا ہے اور دونوں کی آواز حالتِ سکون میں جاری بھی رہ سکتی ہے۔ البتہ ان دونوں میں اتنا فرق ضرور ہے کہ ضاد کی آواز میں تو ایک قسم کی درازی سی پائی جاتی ہے اور ظاء کی آواز میں یہ درازی نہیں ہوتی، بس اتنے سے ایک فرق کے سوا باقی کیفیات ادا کے اعتبار سے ان دونوں میں کوئی فرق نہیں لیکن اس تشابہ کی آڑ لے کر ضاد کو ظاء سے بدل کر اور اسکے مخرج سے ادا کرنا جائز نہیں اور جس طرح ضاد کو دال کے مشابہ پڑھنا غلط ہے۔ اسی طرح اس کو ظاء کے مخرج سے ادا کرنا اور اس سے بدل کر پڑھنا بھی غلط ہے۔ استفتاء میں مندرج سوال کا مختصر جواب تو اتنا ہی ہے جو عرض کر دیا گیا ہے لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موضوع پر تفصیل کے ساتھ کلام کیا جائے تاکہ طالبین حق کے لیے اطمینان کا اور خواہ مخواہ جھگڑنے والوں کے لیے افحام عہ واسکات کا سبب بنے۔

تفصیلی جواب

سب سے پہلی بات: سب سے پہلے یہ سمجھیں کہ الف سے لے کر یاء تک جتنے بھی حروف تہجی ہیں۔ ان میں سے کوئی سے دو حرف بھی ایسے نہیں جن کی آواز بالکل ایک ہو بلکہ ہر حرف کی آواز دوسرے حرف سے مختلف اور اس سے مغایر ہے۔ البتہ بعض حروف ایسے ضرور ہیں۔ جن کی آوازیں ایک دوسرے کے مشابہ اور باہم ملتی جلتی ہیں۔ جیسے حاء وھا، قاف وکاف، ذال وزا، ذال وظاء، سین وصاد، سین وثا، طاء وتا اور ضاد وظاء وغیرہ۔

عہ لاجواب اور خاموش کر دینا ۱۲۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضابطۂ تشابہ: ان حرفوں میں یہ صوتی تشابہ کبھی تو اتحادِ مخرج اور اشتراکِ صفاتِ ذاتیہ کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے اور کبھی فقط صفاتِ ذاتیہ کے اشتراک کی وجہ سے اور ایسے کوئی دو حرف نہیں جن میں فقط اتحادِ مخرج کی وجہ سے تشابہ پیدا ہوتا ہو۔ اس تمہید کے بعد اب یہ سمجھیئے کہ ضاد کے ساتھ مخرج میں تو کوئی حرف شریک نہیں یہ اپنے مخرج سے تنہا ہی ادا ہوتا ہے۔ البتہ بعض حرفوں کے ساتھ صفاتِ ذاتیہ میں یہ ضرور شریک ہے۔ پس تشابہ کے اس مذکورہ بالا ضابطہ کی رُو سے ظاہر ہے کہ اس کی آواز بھی انہی حرفوں کے مشابہ ہوگی۔ جن کے ساتھ یہ صفاتِ ذاتیہ میں شریک ہے۔ صفاتِ ذاتیہ میں اشتراک کی وجہ سے جن حرفوں کے ساتھ اس کی آواز مشابہ ہو سکتی یا سمجھی جاتی ہے وہ مندرجہ ذیل نقشہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

ضاد اور اس کے مشابہ حرفوں کی صفات کا نقشہ

حروف	صفات
ض	جہر، رخاوت ، استعلاء ، اطباق ، استطالت
ظ	جہر، رخاوت ، استعلاء ، اطباق ،
ذ	جہر ، رخاوت ، استفال ، انفتاح
ز	جہر ، رخاوت ، استفال ، انفتاح ، صفیر
د	جہر ، شدت ، استفال ، انفتاح ، قلقلہ

دُوسرا ضابطہ: پھر یہ سمجھیئے کہ دوسرا ضابطہ اس سلسلہ میں یہ ہے کہ جو حرف کسی حرف کے ساتھ جتنی زیادہ صفتوں میں شریک ہوگا اتنا ہی وہ اس حرف کے زیادہ مشابہ ہوگا، اس ضابطہ کو مدِّ نظر رکھ کر مندرجہ بالا نقشہ کے دیکھنے سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ ضاد کو مندرجہ بالا نقشہ میں درج شدہ چار حرفوں میں سے سب سے زیادہ تشابہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ظار کے ساتھ حاصل ہے، کیونکہ یہ دونوں تمام صفات میں شریک ہیں بجز اس کے کہ ضاد میں استطالت ہے اور ظار میں نہیں۔ رہے باقی تین حرف یعنی ذال، زا، اور دال، سو انکے ساتھ اتنی مشابہت نہیں بلکہ دال کے ساتھ تو سرے سے ہے ہی نہیں، کیونکہ دال کے ساتھ تو یہ صرف ایک ہی صفت یعنی جہر میں شریک ہے اور بس! البتہ ذال و زار کے ساتھ کیونکہ دو صفتوں یعنی جہر و رخاوت میں شریک ہے، اس لیے ایک گونہ مشابہت ان کے ساتھ بھی ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ضاد اور دال وغیرہ کے تقابل کے سلسلہ میں جن صفات کا ذکر ہوا ہے ۔ ان کی وجہ سے حرف کی ادا پر جو اثر پڑتا ہے اور پھر اس کی وجہ سے حرفوں میں جو صوتی تشابہ پیدا ہو جاتا ہے اس کی بھی وضاحت کر دی جائے تاکہ ضاد کا مشابہ بالظار ہونا اور مشابہ بالدال نہ ہونا اچھی طرح سمجھ میں آ جائے۔

مندرجہ بالا صفات کے اثرات : سو یاد رکھیئے کہ صفت[ع] جہر کی وجہ سے حرف کی آواز میں ایک قسم کی بلندی پائی جاتی ہے، شدت کی وجہ سے حرف سخت اور قوی ادا ہوتا ہے اور اس کی آواز مخرج میں رُک کر فوراً بند ہو جاتی ہے۔ رخاوت کی وجہ سے حرف کی آواز نرم ہو جاتی ہے اور جاری رہ سکتی ہے۔ استعلار کی وجہ سے حرف پُر ادا ہوتا ہے اور اطباق کی وجہ سے اس میں اعلیٰ درجہ کی تفخیم آ جاتی ہے یعنی وہ خوب پُر پڑھا جاتا ہے اور جس حرف میں استفال و انفتاح ہوں وہ بالکل باریک پڑھا جاتا ہے، استطالت کی وجہ سے حرف کی آواز میں ایک قسم کی درازی سی پائی جاتی ہے اور جن حرفوں میں یہ صفت نہیں ہے ان میں یہ درازی نہیں پائی جاتی۔ قلقلہ کی وجہ سے حرف کے ادا ہوتے وقت مخرج

ع جہر کی ضد ہمس ہے اور اس کی وجہ سے حرف کی آواز میں ایک طرح کی پستی ہوتی ہے مگر چونکہ نقشہ میں اس کا ذکر نہیں اور نہ زیر بحث حرفوں میں سے کسی میں یہ صفت پائی جاتی ہے بلکہ وہ سب کے سب مجہورہ ہی ہیں اس لیے اصل مضمون میں اس کے معنیٰ کی وضاحت نہیں کی گئی ۱۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ایک جنبش سی پیدا ہوتی ہے اور جن حرفوں میں یہ صفت نہیں وہ قرار اور جماؤ کے ساتھ ادا ہوتے ہیں اور یہ صفات ان حرفوں کے لیے لازم ہیں یعنی ان میں سے جو صفت جس حرف میں پائی جاتی ہے۔ اگر اسکو ملحوظ نہ رکھا جائے تو وہ حرف یا تو دوسرے حرف سے بدل جاتا ہے اور یا پھر بہت ہی ناقص ادا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہلِ فن ان کو ذاتیہ سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کے ادا ہوئے بغیر گویا حرف کی ذات ہی باقی نہیں رہتی۔ اب مندرجہ بالا نقشہ کو ایک بار پھر دیکھئے اور ضاد کا ان چاروں حرفوں کے ساتھ یکے بعد دیگرے تقابل کر کے اس تشابہ صوتی کو سمجھنے کی کوشش کیجئے۔

ضاد کا دال، ذال، زا اور ظا کیساتھ تقابل اور تشابہ کی وضاحت:

سب سے پہلے ضاد کا تقابل، دال کے ساتھ کیجئے

یہ دونوں چونکہ صرف صفت جہر ہی میں شریک ہیں۔ اس لیے ان دونوں کی آوازوں میں صرف اتنی ہی مشابہت ہوگی کہ ایک طرح کی بلندی پائی جائے گی اور حروف مہموسہ کی طرح ان کی آواز پست نہیں ہوگی اور بس! باقی صفات میں چونکہ یہ دونوں بالکل الگ الگ ہیں کہ دال تو شدیدہ ہے اور ضاد رخوہ، ایسے ہی دال مستفلہ ہے اور ضاد مستعلیہ، پھر دال منفتحہ ہے اور ضاد مطبقہ پھر ضاد مستطیل ہے اور دال قصیرہ، نیز دال متقلقل ہے۔ اور ضاد غیر متقلقل لہٰذا صفات کے اس اختلاف کی وجہ سے ان دونوں کی آوازیں ایک دوسرے سے مختلف اور متباین ہوں گی، کہ دال کی آواز تو بوجہ شدت کے سخت ہوگی اور ضاد کی بوجہ رخاوت کے نرم، پھر دال تو بوجہ مستفلہ منفتحہ ہونے کے بالکل باریک ادا ہوگی۔ کیونکہ اس میں نہ زبان کی جڑ مرتفع ہوگی نہ اس کا بیچ اور ضاد بوجہ مستعلیہ مطبقہ ہونے کے خوب اور اعلیٰ درجہ کا پُر پڑھا جائے گا۔ کیونکہ اس میں استعلاء کی وجہ سے زبان کی جڑ بھی اوپر کے تالو کی طرف مرتفع ہوگی اور اطباق کی وجہ سے بیچ زبان بھی اوپر کے تالو سے پوری طرح منطبق ہو جائے گا۔ پھر ضاد کی آواز میں بوجہ استطالت کے درازی ہوگی اور دال کی آواز میں قصیرہ ہونے کی وجہ سے یہ درازی نہیں ہوگی۔ پھر دال میں صفت قلقلہ کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وجہ سے سکون کی حالت میں اس کے مخرج میں ایک جنبش سی پیدا ہوگی جس سے اس کی آواز فوراً منقطع ہو جائے گی۔ بخلاف ضاد کے کہ اس میں چونکہ یہ صفت نہیں اس لیے وہ جماؤ اور قرار کے ساتھ ادا ہوگا۔ لہٰذا اس تقابل سے نتیجۃً یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ ضاد معجمہ کو دال مہملہ کے ساتھ اصلاً تشابہ نہیں۔ اب ذال اور زاء کے ساتھ تقابل کیجیے۔ ان کے ساتھ ضاد چونکہ دو صفتوں میں شریک ہے۔ یعنی یہ تینوں مجہورہ رخوہ ہیں۔ اس لیے ان تینوں کی آواز میں بلندی بھی ہوگی اور آواز کے نرم اور جاری رہنے میں بھی یہ تینوں شریک ہوں گے لیکن چونکہ ضاد مستعلیہ، مطبقہ ہے اور ذال و زاء مستفلہ منفتحہ۔ اس لیے ضاد تو خوب پُر ادا ہوگا اور ذال و زاء بالکل باریک پڑھے جائیں گے۔ پھر زاء میں صفت صفیر کی وجہ سے اس کے ادا ہوتے وقت ایک تیز آواز مثل سیٹی وغیرہ کے بھی پیدا ہوگی اور ضاد اس آواز سے قطعًا خالی ہوگا۔ جس کی وجہ سے ان دونوں کے تلفظ میں ایک بالکل واضح فرق اور صاف امتیاز معلوم ہوگا۔ اب سب سے آخر میں اس کا تقابل ظاء کے ساتھ کیجیے۔ یہ دونوں چونکہ بجز استطالت کے باقی تمام صفتوں میں شریک ہیں۔ اس لیے بلحاظ کیفیات ادا بھی یہ دونوں تقریباً یکساں ہوں گے پس جہر کی وجہ سے ان دونوں کی آواز بلند ہوگی۔ رخاوت کی وجہ سے دونوں کی آواز میں نرمی ہوگی اور سکون کی حالت میں جاری بھی رہ سکے گی۔ اور استعلاء و اطباق میں اشتراک کی وجہ سے دونوں اعلیٰ درجہ کے پُر پڑھے جائیں گے۔ پس یہی مطلب ہے دونوں کی آوازوں کے متشابہ ہونے کا۔ کہ یہ دونوں کیفیاتِ صوتی یعنی آواز کے بلند، نرم اور خوب پُر ہونے میں یکساں ہیں البتہ اتنا فرق ضرور ہوگا کہ ضاد کی آواز میں بوجہ استطالت کے ایک طرح کی درازی سی ہوگی اور ظاء میں یہ درازی نہیں ہوگی۔

استطالت اگر من وجہ مانع تشابہ ہے تو من وجہ اس میں مؤثر بھی ہے: مگر استطالت تشابہ کے لیے

مانع نہیں اس لیے کہ استطالت کسی ایسی کیفیت کا نام نہیں جو ظاء کے اندر پائی جانے والی صفات میں سے کسی کی معارض ہو کہ اس کی وجہ سے ان دونوں کا تشابہ متاثر ہو جائے۔ بلکہ اس کا مطلب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صرف یہ ہے کہ ضاد کا مخرج چونکہ تمام مخارج سے اطول اور زیادہ لمبا ہے اس لیے مخرج کے طویل ہونے کی وجہ سے حرف کی آواز میں بھی ایک قسم کی درازی سی پائی جاتی ہے کیونکہ جو آواز اتنے طویل مخرج سے پیدا ہوگی جو پانچ داڑھوں پر مشتمل ہے۔ تو ظاہر ہے کہ اس میں امتداد اور درازی کی کیفیت بھی ضرور ہوگی۔ پس اسی درازی ہی کو مجوّدین استطالت سے تعبیر کرتے ہیں اور ظاء کا مخرج چونکہ طویل نہیں اس لیے اس کی آواز میں یہ درازی بھی نہیں پس ضاد اور ظاء میں از روئے کیفیت یہی ایک معمولی سا فرق ہے کہ ضاد کی آواز میں درازی ہوتی ہے اور ظاء کی آواز میں نہیں ہوتی اور بس! باقی حرف کے نرم ادا ہونے، آواز کے جاری رہنے اور خوب پُر پڑھے جانے کے لحاظ سے ان دونوں میں کوئی فرق نہیں بلکہ حق یہ ہے کہ استطالت کی وجہ سے ضاد کا مشابہ بالظاء ہونا اور بھی قوی ہو جاتا ہے کیونکہ استطالت صحیح معنیٰ میں اسی صورت میں ادا ہوسکتی ہے کہ صفت رخاوت کو کما حقہٗ ادا کیا جائے ورنہ اگر رخاوت صحیح معنیٰ میں ادا نہیں ہوتی اور ضاد کو دال کی طرح سخت ادا کیا جاتا ہے تو استطالت بھی ادا نہیں ہوئی کیونکہ جب شدّت کی وجہ سے آواز سخت ہو کر مخرج میں رُک جائے گی تو اس میں درازی کی کیفیت پیدا نہ ہو سکے گی۔ پس جبکہ استطالت بھی جریانِ صوت ہی کی متقاضی ہے تو یہ تشابہ میں حائل نہ ہوئی بلکہ اس میں کچھ مؤثر ہی ہوئی۔ رہا یہ شبہ کہ جب ان دونوں میں یہ فرق ہے کہ ایک کی آواز طویل ہے اور دوسرے کی قصیر، تو پھر جس صفت کی وجہ سے یہ فرق پیدا ہوا ہے اس کو تشابہ کا سبب قرار دینا کیسا! وہ تو تمایز کا باعث ہے۔ تو جواب اس کا یہ ہے کہ آواز کا طویل اور قصیر ہونا تو واقعی تمایز ہی کا موجب ہے اور اس تمایز کو ملحوظ رکھنا مامور بہ بھی ہے لیکن آواز کا طویل ہونا جریانِ صوت کے منافی نہیں بلکہ اس کا متقاضی ہے۔ کیوں کہ جس طرح آواز کا نرم ہونا اس کے جریان کو چاہتا ہے۔ اسی طرح اس کا طویل ہونا بھی جریان ہی کو چاہتا ہے۔ اس لیے اگر استطالت من وجہ ضاد و ظاء میں ممیّز ہے۔ تو من وجہ وہ ان دونوں کے تشابہ میں مؤثر بھی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ استطالت کے دو پہلو ہیں۔ ایک ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کا اثر یعنی آواز کا دراز ہونا اور دوسرا ہے اس اثر کے ظاہر ہونے کا مدار اور وہ ہے آواز کا جاری رہنا۔ پس بلحاظ اثر تو استطالت ضاد و ظاء میں ممیّز ہے اور بلحاظِ مدارِ اثر یہ ان دونوں کے تشابہ میں مؤثر ہے۔ لہٰذا منجملہ دوسری صفات کے اس پہلو سے خود استطالت کی وجہ سے بھی ضاد کا دال کی طرح سخت ادا ہونا باطل اور ظاء کی طرح نرم ادا ہونا قطعی طور پر متعین ہو جاتا ہے۔ وھذا ھو المقصود !

رخاوت کا ضعف تشابہ پر کچھ اثر انداز نہیں: البتہ بعض حضرات نے ان دونوں کی رخاوت میں ایک بہت لطیف اور باریک سا فرق بیان فرمایا ہے اور وہ یہ کہ ضاد کی اطباق چونکہ ظاء کی اطباق کی نسبت کچھ قوی ہے اس لیے اس کی رخاوت ظاء کی رخاوت سے نسبتاً ضعیف ہے اور ان حضرات نے اس فرق کی بنا اس دقیقہ سنجی پر رکھی ہے کہ ظاء کا مخرج چونکہ منفذ ہوا (حلقوم) کے بالکل محاذات میں ہے۔ اس لیے اس کے مخرج میں الصاق محکم نہیں ہوتا اور جب الصاق محکم نہ ہوگا تو لازماً صفت اطباق کم اور رخاوت زیادہ ہوگی۔ بخلاف ضاد کے اس کا مخرج چونکہ منفذ ہوا سے ایک جانب میں واقع ہوا ہے۔ اس لیے اس کے مخرج میں الصاق نسبتاً محکم ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس میں صفت اطباق قدرے زیادہ اور اسی نسبت سے رخاوت کچھ کم ہوتی ہے۔ فقط۔ یہ فرق اگرچہ قابلِ تسلیم اور قرینِ قیاس ہے لیکن اس سے ان دونوں کا تشابہ متاثر نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ اوّلاً تو تشابہ کا موجب تنہا رخاوت ہی نہیں ہے بلکہ دوسری صفات کو بھی اس میں دخل ہے جیسا کہ اوپر تفصیل گزری اور ثانیاً یہ کہ گو ضاد کے مخرج میں الصاق محکم کی وجہ سے رخاوت نسبتاً ضعیف ہے مگر بہرحال ہے تو رخاوت ہی شدت تو نہیں اور شدت تو کیا ہوتی۔ علماء ادا نے اس ضعف کی وجہ سے ضاد کا شمار حروف متوسطہ میں بھی تو نہیں کیا بلکہ سب نے اس کو بالاتفاق حروف رخوہ ہی میں شمار کیا ہے۔ اس لیے کہ یہ فرق سختی اور نرمی کا نہیں بلکہ نرمی کے مراتب کا ہے۔ دیکھیے ذال میں بہ نسبت ثاء کے رخاوت کچھ کم ہے تو کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذال کو سخت ادا کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔ پھر یہاں جو فرق ہے وہ تو اس سے بھی باریک ہے۔ کیونکہ وہاں تو ایک مجہورہ ہے اور دوسرا مہموسہ اور صفتی تقابل کی وجہ سے رخاوت کا کم وبیش ہونا لابدی ہے کیونکہ مہموسہ، رخوہ کا از روئے تلفظ بہ نسبت مجہورہ رخوہ کے لطیف ہونا مسلّم ہے لیکن یہاں تو تقابل بھی نہیں ہے بلکہ دونوں ایک ہی طرح کی صفات سے متصف ہیں۔ صرف مخرج کے منفذ ہوا کے محاذات پر اور اس سے ایک جانب میں واقع ہونے کا فرق ہے جو بہت ہی معمولی اور خفی ہے۔ خلاصہ یہ کہ گو ضاد میں رخاوت نسبتاً ضعیف ہے۔ تاہم ضاد کو اتنا نرم ادا کرنا ضروری ہے کہ اس کے پورے مخرج میں آواز جاری رہ سکے ورنہ علاوہ رخاوت کے استطالت بھی ادا نہ ہوسکے گی۔ جیسا کہ اوپر گزرا اور اس فرق کو ملحوظ رکھ کر ادا کرنے سے ضاد و ظاء کا تشابہ متاثر نہیں ہوتا۔ کیوں کہ اس صورت میں بھی ضاد گو بہت ہی معمولی سے فرق کے ساتھ ہی سہی تاہم ادا تو بہر حال نرم ہی ہوتا ہے۔

بقیہ صفات کو زیر بحث لانے سے مدّعا پر کچھ اثر نہیں پڑتا بلکہ کچھ تقویت ہی پہنچتی ہے:

ہوسکتا ہے کہ کسی کے دل میں یہ خیال گزرے کہ اوپر ضاد کا ظاء اور دال وغیرہ کے ساتھ تقابل کرتے ہوئے ان حرفوں کی تمام صفتوں کو زیر بحث نہیں لایا گیا۔ کیوں کہ جن صفتوں کو سامنے رکھ کر تقابل کیا گیا ہے۔ ان کے علاوہ کچھ صفات اور بھی ہیں تو تقابل میں اگر ان صفتوں کو بھی سامنے رکھ لیا جاتا تو ممکن ہے کہ نتیجہ اس سے مختلف ہوتا اور ضاد کا مشابہ بالدال ہونا اور ظاء کے ساتھ مشابہ نہ ہونا ثابت ہوجاتا لیکن اس خیال کی حیثیت خیال خام سے زیادہ نہیں۔ کیوں کہ جن صفات کا اُوپر تقابل کے ضمن میں ذکر نہیں کیا گیا وہ چونکہ غیر مشہور اور از روئے ادا بہت ہی غیر واضح سی ہیں۔ اور ان کا ادراک آسانی سے ہو بھی نہیں سکتا۔ اس لیے ہم نے تقابل کے سلسلہ میں ان کو زیر بحث لانے کی ضرورت بھی نہیں سمجھی۔ صرف انہی صفتوں کا ذکر کیا ہے جو بہت ہی مشہور اور واضح ہیں اور ان کا احساس نسبتاً آسانی سے ہوسکتا ہے۔ مگر اب اس احساس کے پیش نظر ان کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عدم ذکر کسی خلجان اور تشویش کا باعث نہ بنے۔ یہاں ان کو بھی سامنے رکھ کر مجملاً تقابل کیا جاتا ہے۔ وہ صفات جن کا اوپر ذکر نہیں ہوا یہ ہیں (۱) اصمات (۲) نفخ (۳) تفشی۔ ان میں سے اصمات تو ضاد وظاء اور دال تینوں ہی میں پائی جاتی ہے اور نفخ میں صرف ضاد و ظاء ہی شریک ہیں اور تفشی میں ضاد منفرد ہے۔

اصمات سے سختی پر استدلال نہیں کیا جا سکتا: لیکن جیسا کہ اہل فن جانتے ہیں کہ اصمات کا تعلق بعض کے نزدیک تو علم تجوید سے ہے ہی نہیں علم لغت سے ہے اور بعض کے نزدیک ہے تو علم تجوید ہی سے مگر بہت ہی معمولی اور خفی سا ہے اور اتنی بات تو تھوڑا سا تامل کرنے سے بھی سمجھ میں آسکتی ہے کہ اصمات و اذلاق کا تعلق محض سختی اور نرمی سے نہیں بلکہ اس میں محلِ ادا کو بھی دخل ہے۔ چنانچہ ذال وظاء باوجودیکہ نرم ادا ہوتے ہیں اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ ثاء نہایت لطیف اور نرم ادا ہوتی ہے لیکن اس پر بھی اہلِ فن نے ان تینوں کا شمار حروف مصمتہ میں کیا ہے پس اصمات کی وجہ سے ضاد کے سخت ادا ہونے پر استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ ورنہ ذال، ظاء اور ثاء کو بھی سخت ہی ادا کرنا پڑے گا۔ وھذا باطل بالاجماع۔

نفخ بھی تشابہ ہی کی موجب ہے نہ کہ عدم تشابہ کی: رہی نفخ سو یہ بھی بہت ہی غیر واضح سی صفت ہے۔ چنانچہ اکثر علماء ادا نے اس کو بیان ہی نہیں کیا لیکن اگر اس کا کماحقّہ ادراک نہ بھی ہو سکے جب بھی اس کی وجہ سے ضاد وظاء کا مشابہ ہونا اور ضاد و دال کا نہ ہونا تو بہرحال سمجھ میں آ ہی سکتا ہے۔ کیوں کہ یہ صفت ضاد وظاء میں تو پائی جاتی ہے لیکن دال میں نہیں پائی جاتی۔ جیسا کہ رضی شرح شافیہ میں لکھتے ہیں!

وبعض الحروف اذا وقفت عليها خرج معها مثل النفخة ولم ينضغط ضغط الاول وهي الظاء والذال والضاد والزاي ... الخ (رضی ص۳۸۷)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی بعض حروف ایسے ہیں کہ جب ان پر وقف کیا جائے تو ان کے ساتھ ایک ہوا سی نکلتی ہے اور آواز فوراً نہیں رک جاتی اور وہ حروف یہ ہیں ظاء، ذال، ضاد، زا انتہی! پس اس سے معلوم ہو گیا کہ نفخ میں ضاد و ظاء بلکہ ذال و زا بھی شریک ہیں۔ مگر دال میں یہ صفت نہیں اور یہ مسلّم ہے کہ صفتی تشارک، تشابہ کا اور تخالف، تباین کا موجب ہے۔ لہذا نفخ کی وجہ سے بھی ضاد و ظاء کا مشابہ ہونا اور ضاد و دال کا نہ ہونا ہی ثابت ہوا۔

استطالت کی طرح تفشی بھی من وجہ تشابہ میں مؤثر ہے: اور گو بعض حضرات نے ضاد میں تفشی کو بھی بیان کیا ہے اور ظاء میں یہ صفت نہیں لیکن تفشی کی حیثیت بھی بالکل استطالت کی سی ہے یعنی یہ کہ اگرچہ ضاد اس میں متفرد ہے لیکن یہ اس کے مشابہ بالظاء ہونے میں حائل نہیں بلکہ اس سے یہ تشابہ اور بھی قوی ہو جاتا ہے اس لیے کہ تفشی کے معنی انتشار الریح فی الفم یعنی منہ میں ہوا کے پھیلنے کے ہیں اور ظاہر ہے کہ ہوا منہ میں جب ہی پھیل سکتی ہے کہ حرف کو نرم ادا کیا جائے اور آواز میں جریان ہو۔ ورنہ سخت ادا ہونے کی صورت میں تو ہوا کے پھیلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

خلاصہ کلام: خلاصہ یہ کہ تقابل میں اگر تمام صفات کو بھی سامنے رکھ لیا جائے تو اس سے بفضلہٖ تعالیٰ ہمارے مدعا پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ بلکہ اس کو کچھ تقویت ہی پہنچتی ہے۔ اس لیے کہ تمام صفات کو پیش نظر رکھنے سے بطور خلاصہ یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ ضاد و ظاء۔ جہر، رخاوت، استعلاء، اطباق، اصمات اور نفخ ان چھ صفتوں میں شریک ہیں البتہ ضاد، استطالت میں اور بعض کے نزدیک تفشی میں بھی متفرد ہے لیکن یہ دو صفتیں ادائے رخاوت میں یا بالفاظ دیگر ضاد کے ظاء کی طرح نرم ادا ہونے میں حائل نہیں۔ بلکہ اس میں مؤثر ہیں اور دال فقط جہر و اصمات ہی میں ضاد کے ساتھ شریک ہے اور اصمات کے متعلق ہم بھی اوپر عرض کر آئے ہیں کہ اس کا تعلق اولاً تو علم ادا سے ہے ہی نہیں اور اگر ہے بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو بہت ہی معمولی اور خفی سا ہے اور پھر یہ کہ اصمات سے سختی پر استدلال کیا بھی نہیں جا سکتا۔ ورنہ ظاء، ذال اور ثاء کو بھی سخت ہی ادا کرنا پڑے گا۔ رہی جہر سو وہ واقعی مشہور بھی ہے اور عند المجوّدین واضح الاحساس بھی لیکن اہل علم پر مخفی نہیں کہ دو حرفوں کے تنہا ایک ہی صفت میں شریک ہونے کی وجہ سے تلفظ میں جو تھوڑا سا اشتراک صوتی پیدا ہو جاتا ہے اس کو تشابہ کا عنوان نہیں دیا جا سکتا، ورنہ تشابہ کا استعمال بے معنیٰ ہو کر رہ جائے گا۔

اس سب کے علاوہ علمائے ادا نے

آنی اور زمانی وغیرہ کی تقسیم سے مدعا کا اثبات: حروف کی آن و زمان کے اعتبار سے جو چار قسمیں کی ہیں اس سے بھی یہی نکلتا ہے کہ ضاد اور ظاء میں تو مناسبت اور مشابہت ہے لیکن ضاد و دال میں اس قسم کا کوئی علاقہ نہیں کیونکہ اس تقسیم کی رو سے حروف مدہ زمانی حروف شدیدہ آنی ضاد قریب زمانی اور بقیہ حروف رخوہ قریب آنی ہیں اور مقصود اس تقسیم سے یہ بتانا ہے کہ حروف مدہ میں صوت کے طبعی امتداد کی وجہ سے کچھ زمانہ پایا جاتا ہے بخلاف حروف شدیدہ کے کہ ان کے مخرج میں قوتِ شدت کی وجہ سے دفعۃً آواز بند ہو جاتی ہے اور گو حروف رخوہ بھی اگرچہ قریب قریب آنِ واحد ہی میں ادا ہو جاتے ہیں۔ مگر ان کی آواز دفعۃً بند نہیں ہوتی لیکن ضاد میں بوجہ استطالت، عام حروفِ رخوہ سے زیادہ اور حروفِ مدہ سے کچھ کم زمانہ پایا جاتا ہے پس یہ صفاتِ اربعہ ادائے حروف کے وقت مخرج میں آواز کے جاری نہ رہنے یا رہنے کی مدت کے کم و بیش ہونے کے اعتبار سے ہیں۔ تو اب قابلِ غور امر یہ ہے کہ جب دال میں بوجہ قوت شدت کے آواز ایک دم اور فوراً بند ہو جاتی ہے اور ضاد میں عام حروف رخوہ سے بھی زیادہ دیر تک جاری رہتی ہے تو دال و ضاد میں تشابہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ان دونوں میں تو ایسا تباین ہے کہ ویسا دال و ظاء میں بھی نہیں البتہ ضاد و ظاء چونکہ رخاوت کی وجہ سے جریانِ صوت اور نرمی میں شریک ہیں۔ اس لیے ان دونوں میں یقیناً مناسبت اور مشابہت ہے اور گو استطالت کی وجہ سے اول میں آواز نسبتاً زیادہ دیر تک جاری رہتی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اور ثانی میں یہ بات نہیں لیکن اس فرق سے تشابہ پر کچھ اثر نہیں پڑتا بلکہ جریانِ صوت میں کچھ مدد ہی ملتی ہے جیسا کہ اوپر استطالت کی بحث میں گزرا۔

"محض تقاربِ مخرج بلکہ اتحادِ مخرج بھی موجبِ تشابہ نہیں"

اس موقعہ پر ایک سوال اٹھایا جا سکتا ہے اور وہ یہ کہ مانا کہ ضاد اشتراکِ صفاتِ ذاتیہ کی وجہ سے مشابہ بالظاء ہے مشابہ بالدال نہیں لیکن مخرج کے اعتبار سے تو ضاد کو نسبت ظاء کے دال ہی سے زیادہ قرب ہے۔ کیونکہ ضاد کا مخرج اضراس علیا کی جڑیں اور دال کا مخرج ثنایا علیا کی جڑیں ہیں۔ مگر ظاء کا مخرج ثنایا علیا کے کنارے ہیں۔ چنانچہ ائمہ ادا نے بیانِ مخارج میں جو ترتیب اختیار فرمائی ہے اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ ظاء کا مخرج بہ نسبت دال کے ضاد سے ابعد ہے کیوں کہ انہوں نے ضاد کے بعد سب سے پہلے ل ن ر کا پھر ط د ت کا اور پھر ظ ذ ث کا مخرج بیان فرمایا ہے تو جب صورتِ حال یہ ہے کہ دال بہ نسبت ظاء کے ضاد سے ازروئے مخرج قریب تر ہے اور حرف کے تحقق میں بہ نسبت صفات کے ذات کو زیادہ دخل ہوتا ہے۔ تو اگر ضاد و ظاء میں اشتراکِ صفات کی وجہ سے تشابہ ثابت کیا جا سکتا ہے بلکہ محض اسی بناء پر اس کو مشابہ بالظاء کہا جا سکتا ہے تو پھر جو حرف ضاد سے مخرج اور ذات کے لحاظ سے قریب تر ہے اس کو اس کا مشابہ کیوں نہیں کہا جا سکتا؟

یہ سوال اگرچہ بظاہر وقیع اور وزنی معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ واقعی صحیح ہے کہ مخرج کی رو سے دال بہ نسبت ظاء کے ضاد سے اقرب ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ حرف کے تحقق میں صفات کی نسبت مخرج کو زیادہ دخل ہوتا ہے لیکن اس سے ہمارے مدعا پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اس سے نہ تو ضاد و ظاء میں تشابہ کی نفی ہی ہوتی ہے اور نہ ضاد و دال میں تشابہ ثابت ہوتا ہے جواب کے شروع میں یہ ضابطہ بیان ہو چکا ہے کہ دو حرفوں میں صوتی تشابہ یا اتحاد مخرج اور اشتراک صفاتِ ذاتیہ کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے اور یا فقط صفاتِ ذاتیہ کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اشتراک کی وجہ سے اور ایسے کوئی دو حرف نہیں جن میں فقط اتحادِ مخرج کی وجہ سے تشابہ پیدا ہوتا ہو پس جب محض اتحادِ مخرج بھی موجب تشابہ نہیں تو پھر مخرج کا قرب و بعد تشابہ پر کیا اثر انداز ہو سکتا ہے۔ تاہم مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اس ضابطہ کی کچھ مزید وضاحت کی جائے تاکہ بحث تشنۂ تکمیل نہ رہ جائے۔

ضابطہ تشابہ کی وضاحت: تشابہ کے بارہ میں تتبّع اور تلاش سے جو ضابطہ مستفاد حروف متشابہ الصوت میں غور کرنے سے یا یوں کہیے کہ ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ دو حرفوں میں تشابہ صوتی بالعموم اشتراکِ صفات ہی کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے دو حرفوں میں صفاتِ ذاتیہ کی وجہ سے جتنا زیادہ اشتراک ہوگا اتنا ہی ان حرفوں میں تشابہ قوی ہوگا۔ البتہ تشابہ کے لیے از روئے مخرج اس قدر اشتراک ضروری ہے کہ دونوں حرفوں میں اتحادِ نوعی موجود ہو اور کلّی تباین نہ ہو مثلاً دونوں حلقی ہوں یا حَنَکی[1] اسنانی ہوں یا شفوی یہ ضروری نہیں کہ وہ دونوں بالکل ایک ہی مخرج سے ادا ہوتے ہوں از روئے مخرج اتحادِ نوعی پائے جانے کے بعد تشابہ کے ضعف و قوت یا بالفاظِ دیگر کمی بیشی کا مدار ان حرفوں کے مخارج کے قرب و بُعد پر نہیں۔ اگر اس بارے میں مخرج کے قرب و بعد کا کچھ اثر ہوتا اور اس بناء پر حرفوں میں تشابہ پیدا ہوتا تو پھر ضاد کو سب سے زیادہ مشابہت لام کے ساتھ ہونی چاہیے تھی پھر نون کے ساتھ پھر راء کے ساتھ پھر طاء کے ساتھ اور پھر کہیں دال کی باری آتی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ ہے کہ اگر دو حرفوں میں ایک طرف تو از روئے مخرج اتحادِ حقیقی ہو لیکن تمایز صفتی بھی موجود ہو اور دوسری طرف اتحادِ حقیقی نہ ہو صرف نوعی اتحاد ہو لیکن تمایز صفتی نہ ہو بلکہ کلیتہً اشتراک ہو تو تشابہ ان دو حرفوں میں ظاہر ہوگا جن میں تمایز صفتی نہ ہوگا چنانچہ ہمزہ اور ھا باوجودیکہ متحد المخرج ہیں لیکن ہمزہ چونکہ مجہورہ شدیدہ ہے اور

---

[1] حنک بمعنی تالو۔ اسنان، سن کی جمع ہے اور سن کے معنی دانت کے آتے ہیں ۱۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ھا، مھموسہ رخوہ اس لیے اتحاد مخرج کے باوجود تمایز صفتی کی وجہ سے تشابہ پیدا نہیں ہوا۔ اور اس کے برعکس ہائے ہوّز اور حائے حطّی میں باوجودیکہ اتحاد مخرج نہیں صرف تقارب ہی ہے مگر چونکہ ان دونوں میں اتحادِ صفتی ہے اس لیے تشابہ صوتی پایا جا رہا ہے۔ ہاں اگر دو حرفوں میں اشتراکِ صفتی تو کامل درجہ کا ہو لیکن از روئے مخرج ان میں کسی قسم کا اتحاد نہ ہو نہ حقیقی نہ نوعی، تو اس صورت میں محض صفتی اشتراک کی وجہ سے ان میں صوتی تشابہ پیدا نہ ہوگا جیسے کاف وتا، نون ومیم، حاء وثا، حاء وفا، جیم ودال وغیرہ، خلاصہ یہ کہ تشابہ کے پیدا ہونے میں مخرج کا اتنا دخل تو ضرور ہے کہ دو حرف کم از کم وحدتِ نوعی میں شریک ہوں اور بس! اس قدر اشتراک کے بعد تشابہ پر مخرج کا قرب وبعد کوئی اثر انداز نہیں ہوتا اور اگر صفتی اشتراک کو نظر انداز کر کے محض تقارب ہی کی بناء پر تشابہ کے قائل ہوں گے۔ تو پھر دال وطاء میں، تا وظاء میں زاء وصاد میں ہمزہ وھاء میں بھی تشابہ کا قائل ہونا پڑے گا پس اگرچہ دال از روئے مخرج ظاء کی نسبت ضاد سے کچھ قریب ہے لیکن صفتی اشتراک چونکہ ضاد وظاء میں ہے۔ ضاد ودال میں نہیں اس لیے تشابہ بھی ضاد وظاء ہی میں ہے نہ کہ ضاد ودال میں۔

ادغام کا سبب تشابہ نہیں بلکہ تماثل یا تجانس یا تقارب ہے:

سوال: اگر دال وضاد میں تشابہ صوتی نہیں ہے تو پھر قَدْ ضَلُّوْا اور مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّاءَ وغیرہ جیسے کلمات میں دال کا ضاد میں ادغام کیوں کیا جاتا ہے کیا ائمہ قرأت کا ان موقعوں میں ادغام کرنا اس بات کی دلیل نہیں کہ ان دونوں میں تشابہ صوتی موجود ہے۔

جواب: ادغام کا سبب صوتی تشابہ نہیں، بلکہ اس کا سبب تماثل، تجانس اور تقارب ان تینوں میں سے کوئی ایک ہوتا ہے جس سے مقصود حصول خفت اور رفعِ ثقالت ہوتی ہے یعنی جب دو حرف متحد المخرج یا قریب المخرج اکٹھے آجاتے ہیں تو دونوں کو چونکہ صاف طور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر الگ الگ ادا کرنا کچھ مشکل ہوتا ہے۔ اس لیے اس دشواری سے بچنے کی خاطر اہل ادا پہلے حرف کا دوسرے حرف میں ادغام کر دیتے ہیں تاکہ دونوں ایک ذات ہو کر اور ایک ہی مخرج سے بلا فصل ادا ہوں اور الگ الگ ادا کرنے میں جو دشواری پیش آتی ہے اس سے دو چار نہ ہونا پڑے۔ پھر یہ تجانس اور تقارب کو تشابہ لازم بھی نہیں بلکہ بعض متجانسیں اور بہت سے متقاربین ایسے بھی ہیں جن میں تشابہ نہیں جیسے دال، تا، ثا، ذال، با، میم، واؤ، نون اور نون، را وغیرہ۔ لیکن باوجود تشابہ نہ ہونے کے بھی ان حرفوں کا ادغام ہوتا ہے۔ جیسے قَدْ تَبَیَّنَ۔ یَلْهَثْ ذَالِكَ۔ اِرْكَبْ مَعَنَا۔ مِنْ وَلِيٍّ اور مِنْ یَوْمِهِمْ وغیرہ، ادغام کی یہ صورتیں تو وہ ہیں جو روایت حفص میں بھی پائی جاتی ہیں اور بعض دوسری روایتوں میں تو قَدْ کی دال کا علاوہ ضاد کے جیم، ذال، زا، سین، شین، صاد اور ظا میں۔ اِذْ کی ذال کا تا، جیم، دال، زا، سین اور صاد میں، تا تانیث کا ثا، جیم، زا، سین، صاد اور ظا میں اور ھَلْ و بَلْ کے لام کا تا، ثا، ظا، زا، سین، نون، طا اور ضاد میں بھی ادغام ہوتا ہے۔ چنانچہ ان روایتوں کی رو سے وَلَقَدْ جَعَلْنَا، وَلَقَدْ ذَرَأْنَا، وَلَقَدْ زَيَّنَّا، قَدْ سَأَلَهَا، قَدْ شَغَفَهَا، لَقَدْ صَرَّفْنَا، لَقَدْ ظَلَمَكَ، اِذْ تَقُوْلُ، اِذْ جَعَلْنَا، اِذْ دَخَلُوْا، اِذْ زَيَّنَ، اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ، اِذْ صَرَّفْنَا، كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ، نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ، خَبَتْ زِدْنٰهُمْ، اَنْبَتَتْ سَبْعَ، حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ، حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا، هَلْ تَرٰى، هَلْ ثُوِّبَ، بَلْ زُيِّنَ، بَلْ سَوَّلَتْ، بَلْ ضَلُّوْا، بَلْ طَبَعَ، بَلْ ظَنَنْتُمْ اور بَلْ نَتَّبِعُ وغیرہ میں بھی ادغام ہوتا ہے حالانکہ ان میں سے بعض میں تشابہ کا کچھ بھی اثر نہیں اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ بعض دفعہ ایک حرف کا ایک حالت میں ادغام ہوتا ہے اور اسی حرف کا دوسری حالت میں نہیں ہوتا۔ چنانچہ مِنْ بَعْدِ ضَرَّآءَ میں تو دال کا ضاد میں ادغام ہوتا ہے لیکن بَعْدَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضَرَّاءَ میں نہیں ہوتا اور یہ فرق اس لیے ہے کہ اوّل میں دال چونکہ مکسور ہے۔ اس لیے ثقل متحقق ہے اور ثانی میں دال کے مفتوح ہونے کی وجہ سے ثقل متحقق نہیں۔ اس لیے ادغام بھی نہیں ہوتا۔ خلاصہ یہ کہ ادغام کا سبب صوتی تشابہ نہیں بلکہ وہ ثقل ہے جو مثلین، متجانسین اور متقاربین کے جمع ہونے سے پیدا ہوتا ہے اور اس ثقل ہی کے رفع کرنے کی غرض سے ادغام کیا جاتا ہے۔ ہاں یہ بات الگ ہے کہ بعض متجانسین اور بعض متقاربین میں تشابہ صوتی بھی پایا جاتا ہے لیکن اس کو ادغام کا سبب قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ورنہ لازم آئے گا کہ جن متجانسین اور متقاربین میں تشابہ صوتی نہیں ہے۔ ان میں ادغام بھی نہ کیا جائے اور اس سے علاوہ دوسرے موقعوں کے قَدْ تَبَیَّنَ، اَثْقَلَتْ دَعَوَا، مِنْ وَلِیٍّ مِنْ یَوْمِهِمْ اور مِنْ لَدُنْهُ جیسے اجماعی ادغام کو بھی ناجائز قرار دینا پڑے گا۔ پس جب یہ بات متحقق ہو گئی کہ ادغام کا سبب صوتی تشابہ نہیں تو پھر قَدْ ضَلُّوْا اور مِنْ بَعْدِ ضَرَّاءَ وغیرہ کے ادغام سے دال وضاد کے تشابہ پر استدلال کرنا کسی طرح صحیح نہیں، دال وضاد تو پھر بھی ایک صفت میں شریک ہیں لیکن دال و صاد میں تو تشابہ کا کوئی ذرہ بھی موجود نہیں۔ اس لیے کہ ان دونوں میں بلحاظ صفات کلی تبائن ہے۔ چنانچہ ایک مجہورہ، شدیدہ، مستفلہ، منفتحہ اور مقلقل ہے اور دوسرا مہموسہ رخوہ، مستعلیہ، مطبقہ اور صفیرہ، لیکن اس پر بھی وَلَقَدْ صَرَّفْنَا میں دال کا صاد میں ادغام ہوتا ہے۔ تو کیا اس ادغام کی وجہ سے دال وصاد کو بھی متشابہ الصوت کہیں گے۔ ظاہر ہے کہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔

صلاحیت حرف سے بھی ضاد وظاء ہی میں تشابہ ثابت ہوتا ہے نہ کہ ضاد و دال میں:

ہاں اس بحث کی ایک کڑی ابھی اور باقی ہے۔ اور وہ یہ کہ گو اکثر و بیشتر تو یہی ہے

ع اور بعض حضرات نے صلاحیتِ حرف کا کوئی الگ عنوان قائم نہیں کیا۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ جب دو حرفوں میں صفتی اشتراک اور از روئے مخرج کم سے کم نوعی اتحاد پایا جائے تو ان میں تشابہ متحقق ہو جاتا ہے لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس قدر اشتراک کے باوجود

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ: بلکہ صفتی اشتراک کی بحث ہی کو طول دے کر اس شق کو بھی اسی سے نکالا ہے چنانچہ انھوں نے فرمایا ہے کہ جو حروف دانتوں سے ادا ہوتے ہیں۔ اگر وہ شدّت، جہر اور اطباق میں شریک ہوں۔ تو ان کا تشابہ ان حرفوں کے ساتھ تو ظاہر ہوتا ہے جو اسی نوع سے ادا ہونے والے شدّت ہمس اور انفتاح میں شریک ہوتے ہیں لیکن ان کے ساتھ ظاہر نہیں ہوتا جو شدّت جہر اور انفتاح میں شریک ہوں اور ان حضرات کو اس دقیقہ سنجی کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ دال وطاء باوجودیکہ جہر، شدّت، اصمات اور قلقلہ میں اور دال وتا شدّت استفال، انفتاح اور اصمات میں شریک ہیں لیکن اس پر بھی ان میں تشابہ پیدا نہیں ہوا اور اس کے برعکس طاء وتا صرف شدّت واصمات میں شریک ہیں۔ مگر پھر بھی ان میں تشابہ پیدا ہو گیا ہے۔ اس لیے اس عقدہ کے حل کرنے کے لیے ان کے طائرِ فکر نے پرواز کرکے یہ نکتہ تلاش کیا۔ ایسے ہی ان حضرات نے حروف لثویہ اور صفیریہ کے باہمی تشابہ وعدم تشابہ کا عقدہ حل کرنے کے لیے یہ موشگافی کی ہے کہ دانتوں سے ادا ہونے والے جو حروف ہمس و رخاوت یا جہر و رخاوت میں شریک ہوں گے۔ وہ تو باہم متشابہ الصوت ہوں گے اور جن میں اس نوعیت کا اشتراک نہیں ہوگا ان میں تشابہ بھی ظاہر نہیں ہوگا اور دلیل اس پر یہ قائم کی ہے کہ ذال وثا باوجودیکہ متحد المخرج ہیں مگر پھر بھی ان میں تشابہ پیدا نہیں ہوا اور ثا وسین میں مختلف المخرج ہونے کے باوجود پیدا ہو گیا ہے تو اس کی وجہ یہی ہے کہ موخر الذکر تو ہمس و رخاوت دونوں ہی میں شریک ہیں لیکن اول الذکر صرف ہمس ہی میں شریک ہیں اور رخاوت میں نہیں ہیں اور ایسے ہی ذال، زاء، ضاد اور ظاء کہ یہ چاروں چونکہ جہر و رخاوت میں شریک ہیں۔ اس لیے ان میں تو تشابہ پیدا ہو گیا ہے مگر سین و زاء باوجودیکہ متحد المخرج ہیں۔ لیکن چونکہ یہ دونوں نہ جہر و رخاوت میں شریک ہیں اور نہ ہمس و رخاوت میں۔ بلکہ ان میں سے ایک مجہورہ، رخوہ ہے اور دوسرا مھموسہ رخوہ اس لیے ان میں تشابہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی تشابہ ظاہر نہیں ہوتا۔ چنانچہ دال وتا باوجود یکہ مخرج، شدت، استفال وانفتاح اور اصمات میں شریک ہیں لیکن اس پر بھی یہ دونوں متباین الصوت ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ تشابہ کے پیدا ہونے میں اتحادِ مخرج واشتراکِ صفات کے علاوہ کسی تیسری چیز کا بھی دخل ہے اور وہ ہے صلاحیتِ حرف، یعنی کسی حرف کی آواز کا قدرتی اور جبلّی طور پر دوسرے حرف کی آواز جیسا اور اس کے مشابہ ہونا، پس جب تک دو حرفوں کی آوازوں میں باہم مشابہ ہونے کی صلاحیت نہ ہو۔ اس وقت تک اتحادِ مخرج اور اشتراکِ صفات سے بھی تشابہ متحقق نہیں ہوتا لیکن اس سے کسی خلجان اور تشویش میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے ضاد وظاء میں از روئے مخرج اتحادِ نوع اور اشتراکِ صفات کے علاوہ تشابہ کی صلاحیت

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ: پیدا نہیں ہوا لیکن بندۂ ناچیز کے نزدیک یہ ضابطے تکلف پر مبنی ہیں۔ پس سیدھی سادی اور آسان بات یہی ہے کہ جن دو حرفوں میں صفتی اشتراک اور بلحاظ مخرج کم سے کم نوعی اتحاد ہو اور تشابہ کی صلاحیت بھی موجود ہو تو ان میں تشابہ ظاہر ہو جائے گا اور اگر پہلی دو چیزیں تو ہوں لیکن صلاحیت نہ ہو تو ظاہر نہ ہوگا۔ پس جن دو حرفوں میں نوعی وحدت اور صفتی اشتراک کے باوجود تشابہ ظاہر نہ ہو، جیسے دال وتا اور تا و ذال وغیرہ۔ تو سمجھنا چاہیئے کہ ان میں تشابہ کی صلاحیت نہیں ہے۔ مگر یہ ملحوظ رہے کہ صلاحیت کا مرتبہ تیسرا ہے۔ لہذا اگر دو حرفوں میں سرے سے بلحاظ مخرج نوعی وحدت یا صفتی اشتراک ہی نہ ہوگا تو صلاحیت کے ہونے اور نہ ہونے کی طرف توجہ نہیں کی جائے گی۔ پس ضاد وظاء میں چونکہ نوعی وحدت کے علاوہ صفتی اشتراک بھی تقریباً کامل درجہ کا ہے اور تیسری شرط یعنی تشابہ کی صلاحیت بھی موجود ہے۔ اس لیے ان دونوں میں تو تشابہ کا ہونا قطعی ہے اور دال وتاء میں گو پہلی دو چیزیں تو ہیں لیکن تشابہ کی صلاحیت چونکہ نہیں ہے اس لیے ان میں تشابہ نہیں رہے دال وضاد، سو ان میں تو چونکہ سرے سے صفتی اشتراک ہی نہیں ہے اس لیے ان کے بارے میں صلاحیت وعدمِ صلاحیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی ہے۔ اس لیے کہ ضاد کا جو مخرج اوپر جواب کے شروع میں بیان کیا جاچکا ہے اگر اُس سے اِس کی تمام صفات کو ملحوظ رکھ کر ادا کیا جائے گا تو اُس سے جو آواز پیدا ہو گی وہ قطعی طور پر ظاء کی آواز کے مشابہ ہی ہوگی۔ اس کے سوا کوئی اور نہ آواز اس کے مخرج سے نکل ہی نہیں سکتی۔ کیونکہ جس حرف کا مخرج اتنا طویل ہے کہ پانچ داڑھوں پر مشتمل ہے اور پھر اس کے اندر ایک ایسی صفت پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے حرف کی آواز پورے مخرج میں جاری رہتی ہے تو اس سے کسی سخت حرف کے نکلنے کا امکان ہی نہیں اور اگر کسی سے ضاد کی آواز سخت نکلتی ہے تو سمجھنا چاہیئے کہ نہ تو حافۂ لسان ہی داڑھوں سے لگا ہے نہ صفتِ رخاوت ادا ہوتی ہے اور نہ صفتِ استطالت۔ پس ضاد و دال سو نہ توان میں صفتی اشتراک ہے اور نہ ضاد میں دال کے مشابہ ادا ہونے کی صلاحیت، اس لیے کہ جو آواز اس قدر طویل مخرج میں شروع سے آخر تک جاری رہے گی۔ وہ سخت ہو ہی نہیں سکتی۔ ہاں صحتِ مخرج اور رعایتِ صفات کو بالائے طاق رکھ کر اگر ادا کیا جائے تو اس صورت میں دال کی طرح بھی زاء کی طرح بھی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ طاء۔ اور لام مفخمہ کی طرح بھی ادا ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ سب ادائیں غلط اور نادرست ہی ہوں گی۔ جیسا کہ ائمہ فن کی آئندہ آنے والی عبارتوں سے معلوم ہو جائیگا

تشابہ کا ایک مختصر ضابطہ:

اور بعض حضرات نے ان لمبی چوڑی تفصیلات میں جانے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ بلکہ بہت ہی مختصر لفظوں میں تشابہ کا یہ ضابطہ بیان فرمایا ہے کہ:ع "تشابہ نہ لازم است نہ ممتنع بلکہ تابع دلیل

ع حضرت تھانویؒ سے یہ سوال پوچھا گیا کہ اختلاف مخرج اور اشتراک بعض صفات کے ہوتے ہوئے دو حرفوں کی آوازوں میں اتحاد یا تشابہ لازم ہے یا نہیں تو آپ نے جواب میں یہ فرمایا کہ اتحاد باطل ہے اور تشابہ نہ لازم ہے نہ ممتنع الخ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

است و دلیل تشابہ در ضاد و ظاء۔ از ماہرین فن منقول است نہ در ضاد و دال (امداد الفتاویٰ جلد اول ص ۱۸۱)

یعنی دو مختلف المخرج و متحد الصفات حرفوں میں تشابہ نہ لازم ہے نہ ممتنع بلکہ دلیل کے تابع ہے اور ماہرین فن سے تشابہ کی دلیل ضاد و ظاء میں تو منقول ہے لیکن ضاد و دال میں منقول نہیں۔

یہ ضابطہ ایسا آسان اور عام فہم ہے کہ اس کے سمجھنے کے لیے فنی اصطلاحات و دقائق کی کوئی ضرورت پیش ہی نہیں آتی۔ بہت سیدھی سی بات ہے کہ جن دو حرفوں کو اہل فن یعنی قرا اور مجوّدین متشابہ الصوت کہتے ہیں۔ ان میں تو تشابہ ہے اور جن کو متشابہ الصوت، قرار نہیں دیتے ان میں نہیں ہے اور یہ بات قطعی اور یقینی ہے کہ اہل فن ضاد و ظاء کو تو متشابہ الصوت کہتے ہیں اور ضاد و دال کو نہیں کہتے۔ چنانچہ آئندہ صفحات میں ہم ائمہ فن کی وہ عبارتیں درج کر رہے ہیں۔ جن میں انہوں نے ضاد و ظاء کے متشابہ الصوت ہونے اور ضاد و دال کے نہ ہونے کی تصریح فرمائی ہے۔ و باللہ التوفیق۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشابہ بین الضاد والظاء کے بارے میں قراء مجوّدین،

مفسرین و محدثین، فقہائے اُمت اور علمائے عربیت کی تصریحات

اگرچہ سطور بالا میں علم تجوید کے اصول و قواعد کی روشنی میں بفضلہ تعالیٰ یہ بات نہایت مدلل طریق سے ثابت کی جا چکی ہے کہ ضاد و ظاء میں تو تشابہ صوتی موجود ہے اور ضاد و دال میں نہیں ہے۔ تاہم میں سمجھتا ہوں کہ جب تک اس مقالہ کو قراء کرام، مفسرین و محدثین عظام فقہائے امت اور علمائے عربیت کے کلام سے مزین نہ کروں اور ان کے ارشادات کو اس کا جزء نہ بناؤں۔ اس وقت تک یہ بحث نامکمل ہی متصور ہوگی اور ان حضرات کے ارشادات درج نہ کرنے کی ضرورت اس لیے بھی ہے کہ زیر بحث مسئلہ سے متعلق استفتاء میں ان حضرات کی تحقیق اور ان کے تعامل کے بارے میں بھی دریافت کیا گیا ہے۔ لہذا اب ذیل میں ان حضرات کے زرّین ارشادات درج کیے جاتے ہیں۔ بغور ملاحظہ فرمائیں۔

اس بارے میں علمائے امت کے ارشادات اس کثرت سے پائے جاتے ہیں کہ ان کو دیکھ کر ضاد کو مشابہ بالظاء ہونے میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہ جاتا۔ لیکن نہ ان سب کا احاطہ ممکن ہے اور نہ اس کی ضرورت، اس لیے یہاں ان میں سے مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر صرف چند حوالہ جات کے درج کرنے پر ہی اکتفا کیا جائیگا۔

چونکہ ضاد و ظاء کے تشابہ کا مسئلہ دراصل علم تجوید کا مسئلہ ہے کیونکہ اس علم کی وضع ہی اس غرض سے ہوئی ہے کہ حروف قرآنیہ کے مخارج و صفات اور ان کی کیفیت ادا سے بحث کی جائے۔ اس لیے سب سے پہلے اسی فن کے علماء کی عبارتیں درج کرنا انسب معلوم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوا۔ لہٰذا اب پہلے علمائے تجوید کے ارشادات درج کئے جائیں گے اور پھر اس کے بعد مفسرین و محدثین، فقہائے امت اور دوسرے علمائے عربیت کی عبارتیں پیش کی جائیں گی۔

علمائے تجوید کے ارشادات

۱۔ علامہ محمد مکی المتوفی ۴۳۷ھ اپنی کتاب رعایہ کے صفحہ ۴۵ میں فرماتے ہیں:

الضاد تخرج من مخرج الرابع من مخارج الفم تخرج من اول حافة اللسان وما يليه من الاضراس وهو حرف قوي لانها مجهور مطبق من حروف الاستعلاء وفيه استطالة وله صفات قد تقدم ذكرها والضاد يشبه لفظها بلفظ الظاء لانها من حروف الاطباق ومن حروف المستعلية ومن الحروف المجهورة ولولا اختلاف المخرجين وما في الضاد من الاستطالة لكان لفظهما واحداً ولم يختلفا في السمع .... الخ (هدايت العباد الى حقيقة النطق بالضاد)

ترجمہ: منہ کے مخارج میں چوتھے مخرج یعنی شروع کنارۂ زبان اور داڑھوں کی جڑ سے ضاد نکلتا ہے اور وہ قوی حرف ہے کیونکہ وہ مستعلیہ، مجہورہ، مطبقہ ہے اور اس میں صفت استطالت بھی ہے اور اس کی کچھ صفات اور بھی ہیں جو پہلے بیان ہو چکی ہیں اور ضاد کا تلفظ ظاء کے تلفظ کے مشابہ ہے اس لیے کہ ظاء بھی مستعلیہ، مطبقہ، مجہورہ ہے اور اگر ضاد و ظاء میں مخرج کا اختلاف نہ ہوتا اور ضاد میں صفتِ استطالت نہ ہوتی تو دونوں کا تلفظ ایک ہی ہوتا اور سننے میں مختلف نہ ہوتے۔ انتہیٰ!

۲۔ محررِ فن علامہ شمس الدین ابو الخیر محمد ابن الجزری الشافعی المتوفی ۸۳۳ھ اپنی معرکۃ الآراء کتاب النشر فی القراآت العشر جلد اول ص ۲۱۹ میں ارقام فرماتے ہیں:

والضاد انفرد بالاستطالة وليس في الحروف ما يعسر على اللسان مثله

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فان السنة الناس فيه مختلفة وقل من يحسنه فمنهم من يخرجه ظاء ومنهم من يمزجه بالدال المهملة ومنهم من يجعله لامًا مفخمة ومنهم من يشمه الزاى وكل ذالك لا يجوز . . . الخ

ترجمہ: ضاد صفت استطالت میں منفرد ہے اور زبان پر کوئی حرف مثل اسکے دشوار نہیں ہے اور لوگ اس حرف کے بارے میں مختلف الادا واقع ہوئے ہیں اور ایسے لوگ کم ہیں جو اس کو اچھی طرح ادا کرتے ہوں۔ چنانچہ بعض تو اس کو ظا کے مخرج سے ادا کرتے ہیں۔ بعض دال مہملہ کے ساتھ مخلوط کر دیتے ہیں۔ بعض لام مفخمہ بنا دیتے ہیں اور بعض اس میں زا کی آمیزش کر دیتے ہیں حالانکہ یہ تمام تلفظ غلط اور نادرست ہیں۔

۳۔ علامہ موصلی حنبلیؒ شرح شاطبیہ موسوم بہ کنز المعانی میں فرماتے ہیں:

ان هذه الثلاث اى الضاد والظاء والذال متشابهة فى السمع والضاد لا تفترق من الظاء الا باختلاف المخرج وزيادة الاستطالة ولولاهما لكانت احدهما عين الاخرى (الحسام الصارم ص۱۰)

ترجمہ: ضاد، ظاء اور ذال یہ تینوں سننے میں ایک دوسرے کے مشابہ ہیں اور ضاد ظا سے صرف مخرج کی تفریق اور استطالت کی زیادتی ہی کی وجہ سے ممتاز ہوتا ہے اور اگر یہ باتیں بھی نہ ہوتیں تو دونوں بالکل ایک ہی ہوتے (انتہیٰ)

۴۔ علامہ محمد مکی نصرؒ نہایت القول المفید مطبوعہ مصر ص۴۳ پر رقمطراز ہیں: الضاد والظاء المعجمتان اشتركتا جهرًا و رخاوة واستعلاء واطباقا وافترقتا مخرجا وانفردت الضاد بالاستطالة وفى المرعشى نقلا عن الرعاية ما مختصره ان هذين الحرفين اعنى الضاد والظاء متشابهان فى السمع ولا تفترق الضاد عن الظاء الا باختلاف المخرج والاستطالة فى الضاد ولولاهما لكانت احدهما عين الاخرى . . . الخ ترجمہ: ضاد اور ظا معجمتین جہر، رخاوت، استعلا، اطباق میں شریک اور مخرج کی رو سے الگ ہیں اور ضاد استطالت میں منفرد ہے اور مرعشی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں رعایہ کی عبارت کا خلاصہ اس طرح بیان کیا ہے کہ یہ دونوں حرف یعنی ضاد و ظاء سننے میں ایک دوسرے کے مشابہ ہیں اور ضاد، ظاء سے صرف مخرج کے اختلاف اور ضاد میں استطالت کے ہونے ہی کی وجہ سے ممتاز ہے اور اگر یہ دو باتیں بھی نہ ہوتیں۔ تو ان دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کا عین ہوتا (یعنی دونوں بالکل ایک ہی ہوتے)

۵۔ جہد المقل میں ہے:

الضاد والظاء والذال والزای المعجمات الکل متشارکة فی الجهر والرخاوة ومتشابهة فی السمع (ہدایت الضال ص۴۲)

ترجمہ: ضاد، ظاء، ذال اور زاء یہ چاروں جو نقطے والے ہیں۔ جہر اور رخاوت میں شریک اور سننے میں ایک جیسے ہیں۔ نیز اس میں یہ بھی ہے:

فان لفظت بالضاد بان جعلت فخرجها من حافة اللسان مع ما یلیها من الاضراس بدون اکمال حصر الصوت واعطیت لها الاطباق والتفخیم الوسطین والتفشی القلیل فهذا هو الحق الموید بکلمات الائمة ای التجوید والتصریف فی کتبهم ویشبه صوتها حینئذ صوت الظاء المعجمة بالضرورة فماذا بعد الحق الا الضلال (انتہی) یعنی اگر ضاد

عہ اطباق اور تفخیم کے ساتھ وسطین کی قید اس لیے لگائی ہے کہ ضاد میں یہ دونوں صفتیں متوسط درجہ کی ہیں چنانچہ سب سے زیادہ اطباق طاء میں ہے اور سب سے کم صاد میں اور ضاد و ظاء میں اوسط درجہ کی ہے ایسے ہی تفخیم بھی ضاد و ظاء میں بعض حرفوں سے کم ہے اور بعض سے زیادہ۔ چنانچہ لفظ اللہ کے لام میں تو سب سے زیادہ ہے اور راء میں سب سے کم۔ اسی طرح باقی حرفوں میں بھی مراتب ہیں۔ خلاصہ یہ کہ ضاد و ظاء میں یہ دونوں صفتیں اوسط درجہ کی ہیں کہ بعض حرفوں سے کم ہیں اور بعض سے زیادہ۔ اسی لیے مصنف علام نے الوسطین کی قید لگا دی ہے۔ افادنیہ الشیخ القاری المقری فتح محمد صاحب پانی پتی شارح شاطبی مدظلہ العالی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا تلفظ اس طرح کریں کہ اس کو حافہ لسان اور اضراس سے آواز کو پوری طرح بند کیے بغیر ادا کریں اور اس کی درمیانے درجہ کی اطباق و تفخیم اور تفشی قلیل کو ملحوظ رکھیں تو یہ اس کی ایسی صحیح اور درست ادا ہوگی۔ جس کی تائید ائمہ فن یعنی علمائے تجوید و صرف کے اس کلام سے ہوتی ہے جو ان کی کتابوں میں ہے اور اس وقت اس کی آواز ظاء معجمہ کی آواز کے ساتھ ضرور مشابہ ہوگی۔ پس حق کو قبول نہ کرنا سراسر گمراہی ہے۔

۶۔ شیخ نمر النابلسیؒ اتحاف العباد فی معرفت النطق بالضاد میں صفات بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

فالضاد رخو، مجهور، فلرخاوتها يجری صوتها جریا کاملا ولجهرها لا يجری النفس الكثير مع صوتها لكن لا يخلو عن جری النفس البتة فان لفظت بالضاد المعجمه بمخرجها وصفاتها فيشبه صوتها صوت الظاء المعجمة بالضرورة۔ انتهى (ص۱۳ طبع مصر الحسام الصارم ص۱۰)

ترجمہ: پس ضاد، رخوہ، مجہورہ ہے لہذا رخاوت کی وجہ سے تو اس کی آواز پوری طرح جاری ہوگی اور جہر کی وجہ سے آواز کے ساتھ زیادہ سانس جاری نہ ہوگا۔ لیکن جریان نفس سے کلیتہً خالی بھی نہیں ہوگا۔ پس اگر ضاد کو اس کے مخرج سے تمام صفات کو ملحوظ رکھتے ہوئے ادا کیا جائے گا۔ تو اس کی آواز ظاء معجمہ کی آواز کے ساتھ ضرور مشابہ ہوگی۔

۷۔ علامہ مرعشی مصنوعۃ الضاد میں لکھتے ہیں:

واما من تلفظ الضاد من حافة اللسان مع ما يليها من الاضراس و اعطى له رخاوته فمد به صوته لرخاوته وجعل امتداد صوته ازيد من امتداد صوت الظاء لزيادة الاستطالة واظهر الصوت و خروج الريح و تفشيها من تفشی الفاء فهذا هو الحق المتيقن بكلمات الائمة المؤلفين فحينئذٍ يشبه لفظه فی السمع لفظ الظاء المعجمة

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وھذا مالا شك فيه۔

ترجمہ: بہرحال جو شخص ضاد کو حافہ لسان اور اضراس سے ادا کرے گا اور اس کی صفت رخاوت کو ملحوظ رکھے گا۔ پھر وہ اس کی رخاوت کی وجہ سے اس میں آواز کو جاری رکھے گا۔ اور اس کی آواز کو بوجہ استطالت کے ظاء کی آواز کی نسبت زیادہ دراز کرے گا اور آواز صفت نفخ اور اس کی تفشی کو فاء کی تفشی کی نسبت زیادہ ظاہر کرے گا۔ تو یہ ادا ایسی قطعی ہوگی جو ائمہ مصنفین کے کلام سے ثابت ہے اور اس وقت اس کا تلفظ سننے میں ظاء معجمہ کے مشابہ ہوگا اور یہ وہ حقیقت ہے جس میں ذرا بھی شک نہیں۔

۸۔ شرح قصیدہ نونیہ میں ہے:

لان الظاء تشارك الضاد فی الاوصاف المذکورۃ غیر الاستطالۃ فلذلك اشتد شبھتہ بہ وعسر التمیز واحتاج القاری فی ذلك الی الریاضۃ لاتصال بین مخرجیھما (انتھی)

ترجمہ: کیونکہ ظاء استطالت کے سوا باقی تمام صفات میں ضاد کا شریک ہے اس لیے اس کے ساتھ اس کی مشابہت شدید اور دونوں میں فرق کرنا عسیر ہوگیا ہے اور ان دونوں کے مخرجوں کے قریب قریب ہونے کی وجہ سے قاری کو ان کے صاف صاف ادا کرنے کے لیے خصوصی اہتمام کرنا پڑتا ہے۔

۹۔ رسالۃ الصحیح فی اداء الضاد الفصیح میں ہے:

فصحاء العرب یتلفظون بھا بحیث یشبہ صوتھا الظاء

ترجمہ: فصحاء عرب ضاد کو اس طرح ادا کرتے ہیں کہ اس کی آواز ظاء کے مشابہ ہوتی ہے

۱۰۔ قاضی مدثر اپنی کتاب "اعلام العباد فی حقیقۃ النطق بالضاد" کے صفحہ ۱۸ پر جہد المقل وغیرہ کی عبارتیں نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

قد ثبت بالعبارات المذکورۃ ان الضاد اذا اخرجت من مخرجھا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقرأت بصفاتها يكون صوتها كصوت الظاء المعجمة الصحيحة لامحالة فاذا قرأت بحيث لم يكن صوتها مشابهة بصوت الظاء فليست مقروءة بمخرجها وصفاتها فليست بضاد كما لا يخفى !

ترجمہ: مذکورہ عبارتوں سے ثابت ہو گیا کہ ضاد کو جب اس کے مخرج سے نکالا جائے گا اور اس کی صفات ادا کی جائیں گی تو اس کی آواز سننے میں ظاء معجمہ صحیحہ کی آواز کے مانند ضرور ہو گی اور جب اس کو اس طرح ادا کیا جائے گا کہ اس کی آواز ظاء کی آواز کے ساتھ مشابہ نہ ہو گی تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ وہ اپنے مخرج اور اپنی صفات کے ساتھ ادا نہیں ہوا اور اس صورت میں یہ ضاد نہ ہو گا جیسا کہ ظاہر ہے۔

خلاصۂ عبارات و ازالۂ شبہات

دیکھئے فن کی مستند ترین کتابوں کی ان عبارات سے یہ بات کس صفائی کے ساتھ ثابت ہو رہی ہے کہ ضاد و ظاء باہم متشابہ الصوت ہیں اور سلف و خلف کے علمائے تجوید بیک زبان اس کی تصریح فرما رہے ہیں۔ چنانچہ صاحبِ رعایہ کا " والضاد یشبہ لفظھا بلفظ الظاء" صاحب کنز المعانی کا " الضاد والظاء والذال متشابھة فی السمع" صاحب نہایت القول المفید کا " الضاد والظاء متشابھان فی السمع" صاحب جہد المقل کا " الضاد والظاء والذال والزاء المعجمات الکل متشارکة فی الجھر والرخاوة ومتشابھة فی السمع " شیخ عمر النابلیسی کا " فان لفظت بالضاد المعجمة بمخرجھا وصفاتھا فیشبه صوتھا صوت الظاء المعجمة بالضرورت" علامہ مرعشی کا " فحینئذ یشبه لفظه (ای لفظ الضاد) فی السمع لفظ الظاء المعجمة" شارح قصیدہ نونیہ کا " الظاء تشارك الضاد فی الاوصاف المذکورة غیر الاستطالة فلذالك اشتد شبھة به"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاحب رسالۃ الصحیحہ کا " فصحاء العرب یتلفظون بھا بحیث یشبہ صوتھا الظاء" اور صاحب اعلام العباد کا " ان الضاد اذا اخرجت من مخرجھا وقرأت بصفاتھا یکون صوتھا کصوت الظاء المعجمۃ الصحیحۃ فی السمع لا محالۃ"۔

یہ تمام عبارتیں صاف بتا رہی ہیں کہ جملہ علماء نے فن تشابہ بین الضاد والظاء کے قائل ہیں اور دوسری بات انہی حوالہ جات سے یہ بھی ثابت ہو گئی کہ علماء نے فن میں سے ضاد و دال میں تشابہ کا کوئی قائل نہیں۔ ورنہ وہ اپنی تصانیف میں اس کا ذکر بھی فرماتے نیز یہ کہ ان حضرات کا ضاد و ظاء میں تشابہ کا قائل ہونا یہ خود اس بات کو مستلزم ہے کہ ان کے نزدیک ضاد و دال میں اصلاً تشابہ نہیں۔ اس لیے کہ دال و ظاء میں مباینت تامہ ہے پس جو حرف ظاء کا مشابہ ہے وہ دال کا مشابہ ہو ہی نہیں سکتا۔ حتیٰ کہ شرح شاطبیہ میں ان دونوں کے ساتھ تشابہ میں ذال کو اور جہد المقل میں ذال اور زاء کو شریک کیا ہے، کیونکہ یہ دو صفتوں میں ان کے ساتھ شریک ہیں لیکن دال کا کسی نے نام تک نہیں لیا۔ اس کا صاف مطلب یہی ہے کہ ضاد کو دال کے ساتھ ادنیٰ درجے کا تشابہ بھی نہیں اور پھر صاحب کنز المعانی نے " والضاد لا تفترق" الخ میں اس حقیقت کو بھی واضح فرما دیا ہے کہ گو ذال بھی ضاد کے ساتھ کسی قدر مشابہ ہے لیکن کامل درجہ کی مشابہت صرف ضاد و ظاء ہی میں ہے۔ اس لیے کہ یہ دونوں جہر و رخاوت کے علاوہ استعلاء و اطباق میں بھی شریک ہیں اور ممکن تھا کہ کوئی صاحب شرح شاطبیہ کے " ان ھذہ الثلاث ای الضاد والظاء والذال" میں " والذال" کی بجائے " والدال" پڑھ کر ظاء کی طرح دال کو بھی ضاد کا مشابہ قرار دینے کی ناکام کوشش کرتے لیکن خدا بھلا کرے۔ صاحب جہد المقل کا کہ انہوں نے " المعجمات الکل" کی قید لگا کر اس خدشہ کا بھی خاتمہ فرما دیا فللہ درہ :۔ اور اب ذیل میں ان شبہات کا ازالہ کیا جاتا ہے جو سند یہ بالابعض

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اقتباسات سے بادی النظر میں مترشح ہوتے ہیں۔

شبہات اور اُن کا ازالہ

ضاد کا نرم ادا ہونا اس کے قوی ہونے کے معارض نہیں: ہو سکتا ہے کہ رعایہ کی عبارت

" وھو حرف قوی "۔ ۔ ۔ الخ سے کسی کے دل میں یہ شبہ گزرے کہ جب ضاد حرفِ قوی ہے تو پھر یہ نرم کیسے ادا ہو سکتا ہے کیونکہ نرمی، قوت کی معارض ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ رخاوت کے سوا ضاد کی باقی تمام صفات یعنی جہر، استعلاء، اطباق اور استطالت یہ سب صفات قویہ میں سے ہیں۔ اس لیے اہل ادا نے اس کا شمار "حروف قویہ" بلکہ "حروف اقوی" میں کیا ہے۔ چنانچہ خود اس عبارت میں بھی اس کے بعد اس کے قوی ہونے کی یہی وجہ بیان کی گئی ہے جیسا کہ فرماتے ہیں:

"لانہ مجھور مطبق من حروف الاستعلاء وفیہ استطالۃ"۔

لیکن اس سے کسی خلجان کا شکار نہیں ہونا چاہیئے اس لیے کہ خود ظاء جو مشتبہ بہ ہے اور جس کے نرم ادا ہونے میں کسی کو کلام نہیں۔ وہ بھی قویہ بلکہ حروف اقویٰ میں سے ہی ہے جیسا کہ علمائے فن نے تصریح کی ہے۔

لا یجری النفس الکثیر تشابہ کے منافی نہیں: ایسے ہی ممکن ہے کہ انجاف العباد کی عبارت

" ولجھرھا لا یجری النفس الکثیر مع صوتھا" سے بھی کسی کو تشویش ہو لیکن یہ بھی کوئی تشویش کی چیز نہیں۔ اس لیے کہ حرف کی آواز کے ساتھ سانس خواہ زیادہ جاری ہو اور خواہ کم اس سے آواز کے جریان پر کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ سانس خواہ زیادہ جاری ہو خواہ کم آواز دونوں ہی صورتوں میں جاری رہ سکتی ہے ہاں اتنا فرق ضرور ہے کہ حروف مہموسہ رخوہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہایت ہی لطیف اور نازک ہوتے ہیں اور مجہورہ رخوہ میں اس درجہ کی لطافت نہیں ہوتی مگر جہر، آواز کے جاری رہنے میں حائل نہیں۔ پھر یہ کہ اگر ضاد میں سانس تھوڑا جاری ہوتا ہے تو ظاء کا بھی یہی حال ہے کیونکہ وہ بھی مجہورہ، رخوہ ہی ہے پس "لا یجری النفس الکثیر" تشابہ کے منافی نہیں۔

البتہ جہد المقل کی

بدون اکمال حصر الصوت سے بھی تشویش نہیں ہونی چاہیئے:

ہیں "بدون اکمال حصر الصوت" سے واقعی ذہن مذبذب ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس سے یہ نکلتا ہے کہ ضاد کی ادائیگی میں گو پوری طرح نہ سہی مگر ایک درجہ میں آواز ضرور بند ہو جاتی ہے لیکن جب فکر و تامل سے کام لیتے ہیں، تو یہ تذبذب بھی کافور ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اولاً تو لفظ "بدون" ہی سے بہت حد تک اطمینان ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ جو حروف سخت ادا ہوتے ہیں۔ مثل دال اور طاء وغیرہ کے ان میں حصر صوت علیٰ وجہ الکمال ہوتا ہے۔ ثانیاً اسی کتاب میں اور اسی موقعہ پر ایک سطر بعد یہ تصریح موجود ہے " ویشبہ صوتہا حینئذ صوت الظاء المعجمۃ" اس لیے ظاہر ہے کہ حصر صوت سے مراد وہ حصر تو ہو نہیں سکتا۔ جو حروف غیر رخوہ میں ہوتا ہے ورنہ ظاء کے ساتھ مشابہت پیدا ہو ہی نہ سکے گی۔ لہٰذا بدون حصر کی بجائے " بدون اکمال حصر الصوت" فرمانے کی وجہ اس کے سوا کچھ اور معلوم نہیں ہوتی کہ مؤلف کے پیش نظر اس حقیقت کا سمجھانا ہے کہ ضاد میں حروف مہموسہ جیسی لطافت نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس میں بوجہ ہمس کے آواز کے ساتھ سانس زیادہ جاری ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس کے تلفظ میں اعلیٰ درجے کی لطافت ہوتی ہے بخلاف ضاد کے کہ اس میں بوجہ جہر کے سانس کم جاری ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس کی آواز میں نسبتاً قوت ہوتی ہے اور اس قوت ہی کو یہاں "حصر" سے تعبیر فرما دیا ہے۔ مگر چونکہ یہ حصر حروف شدیدہ کے حصر جیسا نہیں ہوتا اس لیے "اکمال" کے ساتھ "بدون" کی قید لگا دی اور یہ اسی کی دوسری تعبیر ہے جس کو شیخ نمرات بلبیسی نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"ولجهرها لا يجري النفس الكثير معه صوتها" میں بیان فرمایا ہے۔ تاہم چونکہ اس تعبیر سے بادی النظر میں تشویش ضرور ہوتی ہے۔ اس لیے اس کی بجائے وہ تعبیر مناسب تر ہے جس کو قاری محمد صدیق صاحب خراسانی نے زبدۃ الترتیل میں اختیار فرمایا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"وحقيقة النطق بالضاد بان تخرج الصوت والتنفس معاً من حافتي اللسان او احديهما وما يحاذيهما من الاضراس العليا باكمال جري صوتها على قدر زمانها تحقيقاً او حدراً او تدويراً" ؎

اس عبارت میں گو اس فرق کو واضح نہیں کیا گیا جو جہر و ہمس کے فرق کی وجہ سے ضاد مہملہ اور ضاد معجمہ کے تلفظ میں ظاہر ہوتا ہے لیکن اس سے وہ شبہ بھی تو پیدا نہیں ہوتا جس کا ذکر ابھی اوپر ہوا ہے (واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم)

نشر کی عبارت سے بھی تشابہ بالظاء کا ثبوت فراہم ہوتا: البتہ نشر کی اس عبارت کے بارے میں جو اوپر ؎ کے ذیل میں درج کی گئی ہے۔ یہ سوال ہو سکتا ہے کہ جب اس عبارت میں تشابہ بین الضاد والظاء کا کوئی ذکر نہیں تو پھر اس کو دلائل کے سلسلہ میں کیوں درج کیا ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ مسئلہ زیر بحث کے دو پہلو ہیں۔ ایک تشابہ بین الضاد والظاء کا اثبات اور دوسرا تشابہ بین الضاد والدال کا ابطال "نشر" کی مندرجہ بالا عبارت میں اگرچہ بظاہر پہلی شق کا کوئی ذکر نہیں لیکن دوسری شق کا تو ہے ہی اس لیے کہ اس میں جہاں ضاد کو ظاء کے مخرج سے ادا کرنے کو غلط بتایا گیا ہے۔ وہاں ممزوج بالدال پڑھنے کو بھی ناجائز اور غلط ہی کہا گیا ہے اور اگر ذرا غور و فکر سے کام لیں تو تشابہ بین الضاد والظاء کا ثبوت بھی اس سے نکل سکتا ہے اور وہ اس طرح کہ ضاد کو غلط پڑھنے کی جو جو صورتیں صاحب نشر کے زمانہ میں مروّج تھیں۔ ان سب کی انہوں نے اس عبارت میں تردید فرمادی۔ حتیٰ کہ ضاد کو ظاء کے مخرج سے ادا کرنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر بسیط بھی فرمائی ہے۔ تو اگر موصوف کے نزدیک ضاد کو مشابہ بالظاء ادا کرنا بھی غلط اور نا درست ہی ہوتا تو اس کی بھی ضرور تردید فرماتے اور من یمزجہ بالدال المھملۃ" اور "من یشمہ الزای" کی طرح "من یشبہ بالظاء المعجمۃ" کو بھی ضرور لاتے۔ حالانکہ ایسا نہیں کیا۔ پھر یہ کہ اسی مقام پر کچھ آگے چل کر موصوف نے ضاد کو ظاء کا مشابہ فرمایا بھی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

فلیحذر من قلبہ الی الظاء لاسیما فیما یشتبہ بلفظہ نحو ضل من تدعون یشتبہ بقولہ ظل وجہہ مسودا (نشر صـ۲۲۰) دیکھئے اس عبارت میں موصوف نے "ضل من تدعون" کو "ظل وجہہ" کا تلفظ میں مشابہ فرمایا ہے حالانکہ پہلا ضاد کے ساتھ ہے اور دوسرا ظاء کے ساتھ۔

من یخرجہ ظاءً سے تشابہ کی تغلیط نہیں نکلتی البتہ حقیقت سے ناواقف لوگوں کو اس عبارت سے یہ شبہ ضرور ہو سکتا ہے کہ صاحب نشر نے جب ضاد کو ظاء کے مخرج سے ادا کرنے کو غلط اور ناجائز فرمایا ہے تو پھر اس کو ظاء کا مشابہ کیسے کہا جا سکتا ہے۔ سو جواب اس کا یہ ہے کہ صاحب نشر نے یہاں ضاد کو ظاء کے مخرج سے ادا کرنے ہی کو ناجائز فرمایا ہے نہ کہ اس کے مشابہ ادا کرنے کو بھی۔ کیونکہ آپ نے "من یخرجہ ظاءً" فرمایا ہے من یشبہ بالظاء نہیں فرمایا اور ضاد کو ظاء کے مخرج سے نکالنا اور ہے۔ اور اس کے مشابہ ادا کرنا اور ظاء کے مخرج سے ادا کرنے کا مطلب تو یہ ہے کہ ضاد کو حافہ لسان اور اضراس کی بجائے زبان کی نوک اور ثنایا علیا کے کناروں سے ادا کیا جائے اور مشابہت کا مفہوم یہ ہے کہ ضاد کو ادا تو اس کے اصلی مخرج ہی سے کیا جائے البتہ صفات اس میں وہ ادا کی جائیں جو ظاء میں ادا کی جاتی ہیں۔ کیونکہ یہ دونوں صفات میں شریک ہیں اور علمائے فن صرف تشابہ ہی کے قائل ہیں، عینیت کے نہیں، اس کی تو سب ہی تغلیط کرتے ہیں اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ اسی طرح غلط ہے جس طرح کہ علین دال پڑھنا غلط ہے۔

ولو لا اختلاف المخرجین الخ سے تشابہ کی نفی نہیں نکلتی بلکہ عینیت کی نکلتی ہے:

ایسے ہی ممکن ہے کہ کسی کے دل میں یہ شبہ گزرے کہ رعایہ کی عبارت " ولو لا اختلاف المخرجین الخ" سے ضاد وظاء کے تشابہ کی نفی نکلتی ہے کیونکہ علمائے نحو کی تصریح کی رو سے لو لا کے بعد دو جملے ہوتے ہیں اور ان میں سے پہلے جملے کا وجود دوسرے جملے کی نفی کا سبب بنتا ہے پس اس ضابطہ کی بنا پر متذکرہ بالا عبارت کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ چونکہ ضاد وظاء میں مخرج کا اختلاف اور ضاد میں استطالت موجود ہے اس لیے ان دونوں کا تلفظ ایک نہیں اور یہ دونوں سننے میں بھی مختلف ہیں اور دونوں کے تلفظ کا ایک نہ ہونا اور سماعت میں مختلف ہونا عدم تشابہ کی دلیل ہے۔ لیکن یہ شبہ بھی سطحی ہے اس لیے کہ تشابہ کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مشبّہ اور مشبّہ بہ کے تلفظ میں مطلقاً کوئی فرق ہی نہ ہو اور وہ دونوں سننے میں من کل الوجوہ متحد ہوں۔ اگر تشابہ کو اس حقیقت پر محمول کریں گے۔ تو پھر مشابہت اور عینیت میں کوئی فرق باقی نہ رہے گا۔ تشابہ کا مطلب صرف یہ ہے کہ جن دو حرفوں میں ہوتا ہے ان کی آوازیں ایک جیسی اور باہم ملتی جلتی ہوتی ہیں۔ تشابہ خود تغایر کی دلیل ہے اور اگر دونوں کے تلفظ میں اصلاً کوئی فرق نہ ہو اور سننے میں دونوں بالکل ایک ہی ہوں تو پھر مشبّہ اور مشبّہ بہ کا سوال ہی پیدا نہ ہو نہ کوئی مشبّہ کہلائے اور نہ مشبہ بہ پس " لو لا اختلاف" الخ کا مطلب یہ ہے کہ اگر ان دونوں کا مخرج مختلف نہ ہوتا۔ تو یہ دونوں ذاتاً بھی شریک ہو جاتے اور ان میں عینیت آجاتی لیکن چونکہ یہ دونوں ذات میں متحد نہیں ہیں۔ صرف صفات ہی میں شریک ہیں۔ اس لیے ان میں مشابہت ہی ہے عینیت نہیں۔ بلکہ حق یہ ہے کہ منجملہ دوسری عبارتوں کے خود یہ عبارت بھی تشابہ کی مؤید ہے۔ اس لیے کہ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ ضاد وظاء میں بس اتنا ہی فرق ہے کہ ایک تو ان کا مخرج الگ الگ ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور دوسرا یہ کہ ضاد میں استطالت ہے اور ظاء میں نہیں ہے اور باقی تمام کیفیات میں یہ دونوں ایک ہیں اور یہی حقیقت ہے تشابہ کی بھی کہ مشبّہ اور مشبّہ بہ اکثر کیفیاتِ ادا میں ایک ہوں ۔ چنانچہ صاحب رعایہ اس فقرے کو لائے بھی تشابہ ہی کی بحث میں ہیں نہ کہ تمایز کی بحث میں کماں آیت ۔

علمائے تفسیر کے ارشادات

زیر بحث موضوع سے متعلق علمائے تجوید و قرأت کے ارشادات ملاحظہ کرنے کے بعد اب اس بارے میں مفسرین، محدثین، فقہاء، علمائے عربیت اور علمائے حرمین شریفین کے ارشادات بھی ملاحظہ فرمایئے ۔

۱۔ امام فخرالدین رازیؒ تفسیر کبیر کی جلد اوّل باب الاستعاذہ کے دسویں مسئلہ میں رقم طراز ہیں :

المختار عندنا ان اشتباه الضاد بالظاء لا تفسد الصلوة ويدل عليه ان المشابهة حاصلة بينهما جداً والتمييز عسير ۔

ترجمہ: ہمارے نزدیک پسندیدہ تحقیق یہ ہے کہ ضاد کا مشابہ بالظاء ادا ہونا فساد نماز کا موجب نہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ان دونوں میں بہت زیادہ مشابہت ہے اور ایک کو دوسرے سے ممتاز کرنا مشکل ہے (انتہیٰ) پھر اس کے بعد موصوف نے تشابہ کے وہی وجوہ بیان فرمائے ہیں جن کی تفصیل اوپر آچکی ہے اور پھر فرماتے ہیں :

فثبت بما ذكرنا ان المشابهة بين الضاد والظاء شديدة وان التمييز عسير ۔ ہمارے اس بیان سے ثابت ہوگیا کہ ضاد وظاء میں قوی مشابہت ہے اور ان کو ایک دوسرے سے ممتاز کرکے پڑھنا مشکل ہے ۔

۲۔ حافظ عماد الدین ابن کثیر دمشقیؒ اپنی مشہور تفسیر ابن کثیر میں رقم طراز ہیں :

والصحيح من مذاهب العلماء انه يغتفر الاخلال بتحرير ما بين الضاد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والظاء لقرب مخرجيهما وذالك ان الضاد مخرجها من اوّل حافة اللسان وما يليها من الاضراس ومخرج الظاء من طرف اللسان واطراف الثنايا العليا ولان كلّاً من الحرفين من الحروف المجهورة ومن الحروف الرخوة ومن الحروف المطبقة فلهذا كله اغتفر استعمال احدهما مكان الاٰخر لمن لا يميّز ذالك۔

ترجمہ: علماء کا صحیح مذہب یہ ہے کہ ضاد وظاء میں جو کما حقہ فرق نہیں ہو سکتا تو وہ معاف ہے اس وجہ سے کہ یہ دونوں قریب المخرج ہیں اس طرح کہ ضاد تو زبان کی کروٹ کے ابتدائی حصہ سے نکلتا ہے اور ظاء زبان کی نوک اور ثنایا علیا کے کناروں سے ادا ہوتا ہے اور نیز اس لیے کہ یہ دونوں حروف مجہورہ، حروف رخوہ اور حروف مطبقہ میں سے ہیں۔ لہذا جس شخص سے ان دونوں میں فرق نہ ہو سکے۔ اس کے لیے ان میں سے ہر ایک کا بجائے دوسرے کے استعمال معاف ہے۔

۱۳ علامہ جلال الدین سیوطی الاتقان فی علوم القرآن میں " بدائع جناس القرآن " بحث میں رقمطراز ہیں:

ومنها اللفظی بان یختلفا بحرف مناسب للاٰخر مناسبۃ لفظیۃ کالضاد والظاء کقوله وجوه یَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَةٌ

(اتقان جلد ۲ ص۹۱ مطبوعہ مصر)

ترجمہ: اور من جملہ انواع تجنیس کے ایک تجنیس لفظی ہے اور وہ یہ ہے کہ دو کلمے ایسے حرف میں مختلف ہوں جن میں لفظی مناسبت موجود ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے: وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ کہ ان میں سے پہلا ضاد کے ساتھ ہے اور دوسرا ظاء کے ساتھ

۱۴ مصر کے مفتی عبدہ اپنی تفسیر المنار کی جلد اول ص۱۰۰ پر تحریر فرماتے ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انما نجد اعراب الشام ومن حولها ينطقون بالضاد فيحسبها السامع ظاءً و ذلك لشدة شبهها وقربها منها وهذا هو المحفوظ عن فصحاء العرب الاولين.

ترجمہ: ہم شام اور اس کے گرد و نواح کے عربوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ ضاد کو اس طرح ادا کرتے ہیں کہ سننے والا اس کو ظاء سمجھ لیتا ہے اس وجہ سے کہ وہ اس سے بہت زیادہ قریب اور اس کے مشابہ ہے اور یہ اس کی وہ ادا ہے جو صدر اوّل کے فصحاء عرب سے محفوظ ہے۔

فقہاء رحمہم اللہ کے ارشادات

فقہاء رحمہم اللہ نے ان دونوں حرفوں کی مشابہت کو مختلف طریقوں سے بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ بعض حضرات نے تو اس مشابہت کی صریح لفظوں میں وضاحت فرمائی ہے اور بعض نے ان دونوں میں فرق و امتیاز کے مشکل ہونے کی تصریح کی ہے جو مشابہت پر دال ہے۔ اب ذیل میں حوالہ جات ملاحظہ فرمائیے:

۱۵ فتاویٰ قاضی خان میں ہے:

وان ذكر حرفا مكان حرف وغير المعنى فان امكن الفصل بين الحرفين بلا مشقة كالصاد مع الطاء فقرأت الطالحات مكان الصالحات تفسد صلوته عند الكل وان كان لا يمكن الفصل بين الحرفين الا بمشقة كالظاء مع الضاد والصاد مع السين والطاء مع التاء اختلف المشائخ فيه قال اكثرهم لا تفسد۔

ترجمہ: یعنی اگر نمازی نے ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھا اور معنیٰ بدل گئے تو اگر یہ دو حرف ایسے ہوں کہ ان میں بغیر مشقت کے فرق ہو سکتا ہو جیسا کہ صاد اور طاء پس اس نے صالحات کی جگہ طالحات پڑھا تو سب کے نزدیک اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اگر ان میں بغیر مشقت کے فصل نہ ہو سکتا ہو جیسے ضاد و ظاء، صاد و سین اور طاء و تاتو مشائخ کا اس میں اختلاف ہے اور اکثر نے عدم فساد کا فتویٰ دیا ہے (انتہیٰ)

۱۶/۲ اسی قسم کا مضمون الفاظ کے تھوڑے سے ردو بدل کے ساتھ رد المختار میں بھی ہے۔ چنانچہ اس میں ہے:

وان كان الخطاء بابدال حرف بحرف فان امكن الفصل بينهما بلا كلفة كالصاد مع الطاء بان قرأ الطالحات مكان الصالحات فاتفقوا على انه مفسد وان لم يكن الا بمشقة كالظاء مع الضاد والصاد مع السين فاكثرهم على عدم الفساد لعموم البلوىٰ (انتهىٰ)

ترجمہ: اگر غلطی سے ایک حرف دوسرے حرف سے بدل گیا تو اگر ان دو حرفوں میں کسی تکلیف کے بغیر فرق ہو سکتا ہو جیسے صاد و طا۔ اس طرح کہ نمازی نے صالحات کی جگہ طالحات پڑھ دیا۔ تو تمام مشائخ کا اس غلطی کے مفسد صلوٰۃ ہونے پر اتفاق ہے اور اگر ان دو حرفوں میں فرق مشقت کے بغیر نہ ہو سکتا ہو۔ جیسا کہ ضاد و ظا اور صاد و سین، تو اکثر حضرات نے عموم بلویٰ کی وجہ سے فساد نماز کا فتویٰ نہیں دیا۔ (انتہیٰ)

پس فقہ کی ان ہر دو عظیم المرتبت کتابوں سے ضاد و ظاء میں غایت درجہ کا صوتی قرب ثابت ہوا۔ کیونکہ فصل و امتیاز کا عسیر ہونا انہی دو حرفوں میں ہوتا ہے جن کی آوازیں ایک دوسرے کے مشابہ اور باہم ملتی جلتی ہوں۔

۱۷/۳ فتاویٰ سعیدیہ میں ہے:

ويشم صوت الظاء المعجمة الصحيحة فی الضاد الصحيحة فی الحقيقة وليست فی صوتها مشابهة بصوت الدال فی الحقيقة الا ان الجهال يعتقدونها ويقرؤنها مشابهة بالدال (انتهیٰ ص۴۳)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: اور ضاد صحیحہ میں فی الواقع ظاء صحیحہ کی آواز کا اثر ہوتا ہے اور اس کی آواز میں دال کی آواز کے ساتھ واقعی کوئی مشابہت نہیں ہوتی۔ہاں جہلا ایسا سمجھتے ہیں اور اس کو مشابہ بالدال ادا کرتے ہیں۔

۱۸/۴ جناب مفتی سعد اللہ صاحبؒ فتاویٰ سعدیہ میں فرماتے ہیں: "پس بہ حقیقت صوت ضاد مشابہت بصوتِ دال نمی دارد مگر ناواقفاں آن را مشابہ دال می دانند و می خوانند مخرج ضاد حافۂ زبان است کہ با دندان آسیائے بالا پیوند دو از اتصال مذکور با تفخیم و استعلاء و استطالت و اطباق ریحیکہ ظاہر می شود با آن مشابہت با ظاء پیدا می گردد و اگر درین امور کوتاہی می شود ضاد ضعیف بل ظاء و ذال ادا می شود۔ چنانکہ ابوطالب در رعایہ گفتہ"

ترجمہ: حقیقت میں ضاد کی آواز دال کی آواز کے ساتھ مشابہت نہیں رکھتی۔ہاں ناواقف اس کو دال کے مشابہ سمجھتے اور پڑھتے ہیں۔ضاد کا مخرج زبان کا بغلی کنارہ ہے۔جبکہ اوپر کے طواحن سے ملے اور ان دونوں کے اتصال سے برعایت تفخیم، استعلاء، استطالت، اور اطباق، جو آواز ظاہر ہوتی ہے۔اس کی وجہ سے اس کی ظاء کے ساتھ مشابہت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اگر ان چیزوں میں کوتاہی ہو جائے تو بجائے ضاد فصیح کے ضادؔ ضعیف بلکہ ظا اور ذال ادا ہو جاتے ہیں۔جیسا کہ ابوطالب مکیؒ نے رعایہ میں فرمایا ہے۔

۱۹/۵ سلطنت مغلیہ کے آخری صدر الصدور جناب مفتی صدر الدین خان صاحب دہلویؒ نے ۱۲۷۸ھ میں اس بارے میں ایک نہایت مدلل اور مفصل فتویٰ صادر فرمایا تھا جو لفظ بہ لفظ درج ذیل ہے۔

از مدتے درمیانِ مسلمانان این شہر و مضافات آن نزاعی در ضادِ معجم افتادہ است

عـــہ اس عبارت میں جس ضاد کو ضادِ ضعیف کہا گیا ہے۔اس سے مراد وہ ضاد ہے جو ضاد و ظاء کے مخرجوں کے درمیان سے ادا ہو اور اس کی پوری وضاحت آگے ازالہ مغالطات کے زیر عنوان آئے گی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعضے ضادِ معجمہ را مشابہ دالِ مفخمہ می خوانند، و بعض مشابہ ظاء معجمہ بلکہ اکثر از عوامِ ہند ضاد معجمہ اور قرآن بنہجی ادا می کنند کہ مشابہ حرفِ دال بلکہ عینِ آن می شود و فرق از دال این قدر می کنند کہ ضاد معجمہ را بصورت دالِ مفخمہ و آواز پُر می بر آرند و این خود خطاء و غلطی فاحش است بر چند وجوہ : اوّل این کہ این حرف جدیدا ست از حروف تہجی و در ہیچ کتاب دیدہ نہ شد کہ ضادِ معجمہ دو قسم است یکے شبیہ بہ دال و دوم شبیہ بہ ظاء معجمہ دوم این کہ در جمیع کتبِ قرأت و صرف و فقہ بالاتفاق نوشتہ اند کہ فرق درمیان ضادِ معجمہ و ظاء معجمہ بسیار مشکل است بہ سببِ تشارک در صفات سوائے استطالت کہ در ضاد است و در ظاء نیست و با مخرج اصلی کہ برائے ہر یک علیحدہ است امّا ادائے ہر واحد از مخرج اصلی آن بنہجی کہ ضادِ معجمہ از ظاء معجمہ ممتاز شود دشوار است و این اشکال نیست مگر بہ سبب تشارک باہم دگر در صفات پس ازین صاف ظاہر و ہویدا گردید کہ ضاد معجمہ ہمان ست کہ با ظاء معجمہ مشابہت دارد نہ آن ضادِ معجمہ کہ مخرج آن قریب مخرج دال باشد۔ چنانکہ عوامِ مردم ہندوستان بلکہ بعضے از خواص ہم می خوانند۔ چہ دال با ضادِ معجمہ تخالف و تباین تمام دارد در صفات و فرق درمیان این ہر دو آسان و سہل است مشکل و دشوار نیست بخلاف ظاء معجمہ کہ امتیاز و فصل میانِ آن و ضادِ معجمہ عسیر و مشکل است سوم آنکہ اگر بسبب دشواری در ادائے ضاد معجمہ از مخرج اصلی آن مماثلت با ظاء معجمہ در نماز افتد نماز بروایتِ صحیحہ کتب فقہ طبع نمی شود بخلاف آنکہ مشابہ با حرف دال گردد واللہ اعلم بالصواب

(ملتقط از قلمی مضمون جناب مولانا قاری محمد اظہر صاحب امروہی مدفیوضہم)

ترجمہ: عرصہ سے دہلی اور اس کے مضافات کے مسلمانوں میں ضاد معجمہ کے بارے میں بحث چل رہی ہے بعض اس کو دال مفخمہ کے مشابہ پڑھتے ہیں اور بعض ظاء معجمہ کے مشابہ بلکہ اکثر ہندوستانی ضاد کو قرآن میں اس طرح ادا کرتے ہیں کہ وہ دال کے مشابہ بلکہ عین دال ہو جاتا ہے اور دال سے صرف اتنا فرق کرتے ہیں کہ ضاد کو دال مفخمہ کی آواز میں اور پُر ادا کرتے ہیں اور یہ بجائے خود نادرست اور فاحش غلطی ہے۔ جس کی چند وجوہ ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ حرف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہی میں ایک نیا حرف ہے کیونکہ کسی کتاب میں نہیں دیکھا گیا کہ ضادِ معجمہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک مشابہ بالدال اور دوسرا مشابہ بالظاء دوسری یہ کہ قرأت، فقہ اور صرف کی تمام کتابوں میں بالاتفاق لکھا ہے کہ ضاد و ظاء میں فرق کرنا بہت مشکل ہے۔ اس لیے کہ یہ دونوں استطالت کے سوا باقی تمام صفتوں میں شریک ہیں۔ کیونکہ وہ ضاد میں تو ہے اور ظاء میں نہیں ہے اور مخرج دونوں کا الگ الگ ہے لیکن ان میں سے ہر ایک کو اس کے صحیح مخرج سے اس طرح ادا کرنا کہ ضاد ظاء سے ممتاز اور جُدا ادا ہو، مشکل ہے اور اسکے مشکل ہونے کی وجہ اسکے سوا اور کوئی نہیں کہ یہ دونوں صفات میں ایک دوسرے کے ساتھ شریک ہیں۔ پس اس سے بالکل عیاں اور واضح ہو گیا کہ ضاد معجمہ وہ ہے جو ظاء معجمہ کے مشابہ ہو۔ نہ کہ وہ جو دال کے مخرج سے قریب (یعنی) اس کے مشابہ ادا ہو) جیسا کہ ہندوستان کے اکثر عوام بلکہ بعض خواص بھی پڑھتے ہیں۔ اس لیے کہ دال ضاد معجمہ سے تمام صفات میں کلیتہً متخالف ہے اور ان دونوں میں فرق کرنا آسان ہے مشکل نہیں بخلاف ظاء معجمہ کے کہ اس میں اور ضاد میں فرق کرنا مشکل اور دشوار ہے۔

تیسری یہ کہ اگر ضاد اپنے اصلی مخرج سے ادا ہونے کے مشکل ہونے کی وجہ سے نماز میں ظاء کے مخرج سے ادا ہو جائے تو کتبِ فقہ کی صحیح روایت کے موجب نماز فاسد نہ ہوگی۔ بخلاف اس کے کہ دال کے مشابہ ادا ہو (واللہ اعلم بالصواب)

علمائے صرف کے کلام سے استشہاد

۱۔ رضی شرح شافیہ میں لکھتے ہیں :

وبعض الحروف اذا وقفت علیها فخرج معها مثل النفخة ولو یضغط ضغط الاوّل وهي الظاء والذال والضاد والزای فان الضاد یجد منفذاً من بین الاضراس والظاء والذال والزاء یجد منفذاً من بین الثنایا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی بعض حروف ایسے ہیں کہ جب ان پر وقف کیا جائے تو ان کے ساتھ ایک ہوا سی نکلتی ہے اور آواز فوراً رک نہیں جاتی اور وہ حروف یہ ہیں۔ ظا، ذال، ضاد، زا۔ پھر ضاد کی آواز تو داڑھوں سے پیدا ہوتی ہے اور ظا، ذال، زا کی آواز اگلے دانتوں سے نکلتی ہے۔

"مندرجہ بالا اقتباسات پر پھر ایک نظر"

ان حوالہ جات سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ علمائے قرأت کی طرح ائمہ تفسیر، فقہائے امّت اور علمائے صرف بھی اسی بات کے قائل ہیں کہ ضاد و ظاء باہم متشابہ الصوت ہیں اور ضاد و دال ایک دوسرے سے متباین اور متخالف ہیں۔ چنانچہ تفسیر کبیر، تفسیر المنار، فتاویٰ سعدیہ اور مفتی صدر الدین صاحبؒ کے کلام میں تو تشابہ کے صریح الفاظ موجود ہی ہیں۔ اس لیے ان اقتباسات کے بارے میں تو کسی وضاحت کی ضرورت نہیں۔ خصوصاً مفتی صدر الدین صاحبؒ نے تو مسئلہ کو نہایت ہی واضح اور مدلّل طریق سے بیان فرمادیا ہے۔ اگر یہ تینوں باتیں تسلیم ہیں اور یقیناً تسلیم ہیں کہ ضاد و ظاء استطالت کے سوا باقی تمام صفات میں شریک ہیں، حروف تہجی میں دال مفخمہ کے نام کا کوئی حرف نہیں۔ ان دونوں میں فرق کرنا چونکہ بہت دشوار ہے اس لیے اگر بحالتِ مجبوری ضاد کی جگہ ظاء ادا ہوجائے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی تو پھر ان دونوں کا باہم متشابہ الصوت ہونا اور ضاد و دال کا نہ ہونا بھی ماننا پڑے گا۔ البتہ تفسیر ابن کثیر، اتقان، فتاویٰ قاضی خان، ردالمختار اور شرح شافیہ کے اقتباسات میں مشابہت کے صریح الفاظ نہیں ہیں لیکن ادنیٰ سا غور کرنے سے ان حوالہ جات سے بھی ضاد و ظاء کے متشابہ الصوت ہونے کا ثبوت حاصل ہوجاتا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ کا یہ فرمانا کہ چونکہ یہ دونوں ازروئے مخرج متقارب اور ازروئے صفات متحد ہیں۔ اس لیے جس سے ان دونوں میں فرق نہ ہوسکے۔ اس کے لیے ایک کے بجائے دوسرے کا استعمال معاف ہے۔ یہ اسی بات کا ثبوت ہے کہ ان دونوں میں صوتی تشابہ موجود ہے، اس لیے کہ فرق انہی دو حرفوں میں مشکل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتا ہے۔ جو صورت و تلفظ میں باہم متشابہ ہوتے ہیں۔ ایسے ہی صاحبِ اتقان کا تجنیس لفظی کی مثال میں " ناضِرَۃٌ اور ناظِرَۃٌ " کو ذکر کرنا اور ان میں سے ہر ایک کو دوسرے کا مناسب فرمانا یہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ صاحبِ اتقان کے نزدیک ضاد و ظاء میں لفظی مشابہت ہے۔ ورنہ وہ تجنیس لفظی کی مثال میں اس آیت کو نہ لاتے۔ کیونکہ دو حرفوں کے از روئے تلفظ مناسب ہونے کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ ان کی آوازیں باہم متشابہ اور ملتی جلتی ہیں اور ایسے ہی فتاویٰ قاضی خان اور رد المختار میں صاد و سین اور طاء و تاء کی طرح ان دونوں کو بھی انہی حرفوں میں شامل کیا ہے۔ جن میں بغیر مشقت کے فرق نہیں ہو سکتا اور یہ بات بدیہی ہے کہ فرق کرنا انہی دو حرفوں میں مشکل ہوتا ہے جن میں صوتی تشابہ ہوتا ہے ورنہ متباین الصوت حرفوں میں فرق کے دشوار ہونے کے تو کوئی معنی ہی نہیں۔
پھر یہ کہ اگر طاء و تاء اور صاد و سین میں مشابہت ہے اور یقیناً ہے اور اس کا کوئی منکر نہیں تو اس کی کوئی وجہ نہیں کہ ضاد و ظاء میں مشابہت کو تسلیم نہ کیا جائے جبکہ صاحب قاضی خان اور رد المختار مثال میں ان تینوں جوڑوں کو لائے ہیں۔ بلکہ حق یہ ہے کہ ضاد و ظاء میں اتنی قوی مشابہت ہے کہ ویسی مشابہت نہ صاد و سین میں ہے نہ طاء و تاء میں اور نہ اور کوئی سے دو حرفوں میں جیسا کہ ہم آگے چل کر اس کو ثابت کریں گے۔ ان شاء اللہ۔ رہی رضی کی عبارت بعض الحروف... الخ سو اس سے تشابہ کا ثبوت اس طرح فراہم ہوتا ہے کہ ایک تو اس میں جس صفت کا ذکر ہے یعنی صفت نفخ۔ وہ ضاد اور ظاء دونوں ہی میں پائی جاتی ہے پس صفتی تشارک صوتی تشابہ کی دلیل ہے اور دوسرے اس لیے کہ احتباس صوت کی صورت میں نفخ ادا ہو ہی نہیں سکتی۔ لہذا ضاد کے منفوخہ ادا ہونے کے لیے جریانِ صوت ضروری ہے اور اگر دال کی طرح آواز مخرج میں رک جائے گی تو ضاد منفوخہ نہ رہے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُردو کتابوں کے اقتباسات

اُوپر تشابہ بین الضاد والظاء کے بارے میں علمائے تجوید، مفسرین، فقہائے امت اور علمائے صرف کے ارشادات درج کیے جا چکے ہیں اور اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسی سلسلہ میں اردو کتابوں کے بھی کچھ اقتباسات ہدیۂ ناظرین کیے جائیں تاکہ قارئین کے لیے مزید تشفی اور اطمینان کا باعث ہو۔

۱/۲۱ ، جناب مولانا مفتی عنایت احمد صاحب "البیان الجزیل" میں تحریر فرماتے ہیں :

ایک بلائے عام اس زمانہ میں یہ ہو گئی ہے کہ ضاد کو بصورتِ دال پڑھتے ہیں۔ مشتبہ الصوت دال کا اسے کر دیا ہے کہ دال پر نہیں وہ پُر ہے۔ سو یہ بات جملہ کتبِ قرأت و تفسیر و فقہ کے خلاف ہے۔ سب کتابوں میں ضاد کا مشتبہ الصوت ہونا ظاء سے ثابت ہوتا ہے نہ کہ دال سے انتہیٰ بلفظہٖ۔

۲/۲۲ جناب مولانا حکیم رحیم اللہ صاحبؒ بجنوری "الاقتصاد فی الضاد" فرماتے ہیں کہ ضاد کا تلفظ نہ دال مفخم ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ بلکہ یہ ظاء معجمہ کے اس قدر صوت و سمع میں مشابہ ہے کہ قاری کو بھی اس میں فرق کرنا دشوار ہے اور سامع کا بھی اس فرق کو سمجھنا آسان نہیں اور پھر اسی رسالہ میں ختم کے قریب فرماتے ہیں کہ ضاد کو اگر اس طرح پڑھا ادا کیا جائے کہ ظاء کے ساتھ اس کی مشابہت بالکلیہ زائل ہو جائے کہ صوت و سمع میں اسکے ساتھ کچھ بھی مناسبت نہ پائی جائے تو سرے سے یہ حرف باقی نہ رہے گا۔ اس لیے کہ یہ مشابہت اس حرف کی ذاتی صفت ہے جس کے زوال سے اس کی ذات ہی جاتی رہے گی۔ جیسا کہ جملہ صفات ذاتیہ کا خاصہ ہوتا ہے کہ انکے انتفاء سے ذات کا انتفاء ہو جاتا ہے"۔ انتہیٰ بلفظہٖ (الاقتصاد ص۲۳)

۲/۲۳ ۔ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ "جمال القرآن" میں ارقام فرماتے ہیں "۔ ضاد کو اگر اس کے مخرج سے صحیح طور پر نرمی کے ساتھ آواز کو جاری رکھ کر اور تمام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صفات کا لحاظ کر کے ادا کیا جائے تو اس کی آواز سننے میں ظاء کی آواز کے ساتھ بہت زیادہ مشابہ ہوتی ہے۔ دال کے مشابہ بالکل نہیں ہوتی علم تجوید و قرأت کی کتابوں میں اسی طرح لکھا ہے۔" انتہی بلفظہٖ (جمال القرآن)

۲۴۔ حضرت مولانا قاری ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ الہ آبادی حرف ضاد کے بارے میں ایک استفتاء کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں "جب حرف ضاد اپنے مخرج صحیح (حافہ لسان مع الاضراس) اور جملہ صفات سے صحیح طور پر ادا ہوگا تو لامحالہ اپنی اصلی صوت سے ادا ہوگا جو مشابہ ظاء مسموع ہوگا اور یہی اس کی صحیح ادا ہوگی۔ مگر حاشا وہ دال مفخم یا عین ظاء معجمہ نہیں۔ اور نہ ان دونوں کے مخرج سے اس کو کچھ تعلق ہے۔ ہاں چونکہ اکثر صفات میں ظاء کے ساتھ شریک ہے۔ اس لیے محققین قراء اس کو مشابہ ظاء کہتے ہیں" انتہٰی بلفظہٖ (ضیاء الارشاد ص ۳۱)

۲۵۔ حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ اسی سلسلہ کے ایک استفتاء کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: "حاصل تقریر مذکورہ بالا کا یہ ہے کہ ضاد کا مشتبہ الصوت ہونا ساتھ ظاء کے بلانزاع ثابت ہے اور جس شخص سے مخرج ضاد کا نہ آدے، وہ ظاء پڑھے اور اس سے نماز اکثر کے نزدیک فاسد نہیں ہوتی ھذا ھو الحق والصواب اور ضاد کو مشابہ دال کے پڑھنے پر کوئی دلیل صرف و تجوید اور فقہ و تفسیر سے ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ سب علوم اس کے غلط ہونے پر دال ہیں اور ایک حرف دوسرے حرف سے بدلنا اسی سے ہوتا ہے کہ وہ اس کے مشابہ ہو اور ظاہر ہے کہ ضاد اور دال میں کوئی مناسبت بھی نہیں ہے، نہ مخرج میں نہ صفات میں بلکہ ضاد اور دال سے سات صفتوں میں اختلاف ہے۔ جیسا کہ اوپر گزرا۔ جبکہ یہ مسئلہ کتابوں سے ثابت ہوا تو مسلمانوں کو چاہیئے کہ بہت جلد اس کے عامل ہو جاویں نہ یہ کہ آپس میں جنگ و جدال و زد و کوب جو بالاتفاق حرام ہے کریں۔

واللہ اعلم بالصواب حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبد الحق" (مجموعہ فتاویٰ جلد اول ص۱۹۷)

۲۶/۶ حضرت مولانا فخر الدین صاحب مراد آبادی حال شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند اسی موضوع سے متعلق ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں" احقر کے نزدیک تحریرات حضرات اکابر و ارشادات فحول علماء و نیز اپنی ناچیز تحقیق سے جو امر محقق اور ثابت ہوا ہے وہ یہ ہے کہ ضاد معجمہ جبکہ اپنے مخرج سے صحیح طور پر برعایت صفات ادا کیا جائے تو اس کی آواز میں ظاء معجمہ کا تشابہ لابدی اور ضروری امر ہے۔ اس کو اگر فن مخارج سے ناواقف ظاء معجمہ سمجھ بیٹھے تو کچھ تعجب نہیں۔ اس لیے کہ ضاد اور ظاء میں بجز صفت استطالت باقی صفات کا کلی اشتراک ہے حتیٰ کہ بعض عرب ہر موقعہ پر ضاد کی جگہ ظاء معجمہ ہی کا استعمال کرتے ہیں حضرات فقہاء رضوان اللہ علیہم اجمعین نے زلۃ القاری میں جہاں یہ مسائل بیان فرماتے ہیں کہ درصورت تبدّل حروف کہاں نماز ہوتی ہے اور کہاں نہیں صاف تحریر فرمایا ہے کہ جن دو حرفوں میں قوی تشابہ اور تمیز دشوار ہو۔ وہاں تبدّل حروف کی صورت میں نماز ہو جائے گی۔ اور مثال میں ضاد اور ظاء پیش فرمائے ہیں۔ بعض محققین ائمہ لغت سے منقول ہے کہ ضاد کو ظاء معجمہ سے بدلنا درست ہے۔ باوجود تَتَبُّع کے اس وقت تک کوئی ایسی نقل نہیں ملی جس سے ضاد معجمہ کا غیر مشتبہ الصوت بالظاء ہونا معلوم ہوتا ہو بلکہ جن جن علوم سے اس مسئلہ کا تعلق ہے مثل صرف، ادب، لغت، بیان، معانی، تفسیر، قرأت وغیرہ۔ وہ بہ نقل تواتر اس امر پر متفق ہیں کہ ضاد معجمہ مشتبہ الصوت بالظاء ہے۔

کما لا یخفی علی من تتبع الکتاب وتدبر فی کلماتھم (ہدایت الضال ص۹)

WWW.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"علمائے حرمین شریفین بھی تشابہ بین الضاد والظاء ہی کے قائل ہیں"

زیر بحث مسئلہ سے متعلق اس قدر توضیح وتفصیل اور تحقیق وتنقیح کے بعد مزید حوالہ جات درج کرنے کی اگرچہ کوئی ضرورت تو باقی نہیں رہتی لیکن چونکہ استفتاء میں علمائے حرمین شریفین کے مسلک کے بارے میں خصوصیت کے ساتھ سوال کیا گیا ہے اور ان کا تعامل بھی دریافت کیا گیا ہے۔ اب ذیل میں کتاب "ہدایۃ العباد الی حقیقۃ النطق بالضاد" سے اردو ترجمہ کے اضافہ کے ساتھ ان حضرات کے فتاویٰ درج کیے جاتے ہیں۔ اس سے یہ بات بخوبی واضح ہو جائے گی کہ ان حضرات کا مسلک کیا ہے۔

علماء حرمین شریفین سے استفتاء	استفتاء من علماء الحرمين الشريفين
حرف ضاد کی ادا کے بارے میں علماء اور	ما قول العلماء والقراء فى
قرّاء کا کیا ارشاد ہے۔ کیا یہ صوت وسمع	اداء الضاد المعجمة القرآنية
میں ظاء معجمہ، دال مہملہ اور غین معجمہ میں سے	هل هى شبيهة فى الصوت والسمع
کسی ایک کا مشابہ ہے یا نہیں۔ کیونکہ ہمارے	باحد من الظاء المعجمة و
ملک کے لوگ اس کی قرأت	الدال المهملة والغين المعجمة
کے بارے میں تین گروہوں میں	ام لا فان الناس فى ديارنا تفرقوا
منقسم ہیں۔ ان میں سے ایک اس کو	فى قرأتها على ثلثة فرق احدها
اس طرح ادا کرتا ہے کہ اس کی آواز سنے	ينطق بها بصوت يكون

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كصوت الدال المهملة في السمع فيقولون غير المغدوب او نحوه مكان غير المغضوب وثانيها يقرأها بحيث يسمع الغين والدال كلاهما في ادائها فيقولون ولا اغدالين او شبهة مكان ولا الضالين وثالثها يتلفظ بها بصوت يكون شبيها بصوت الظاء المعجمة الصحيحة في السمع فقرأة اى فرقة من الفرق الثلثة المذكورة موافقة للحق والصواب بينوا حق اداء الضاد الفصيحة بالتفصيل لعل الله يرفع الخلاف ببيانكم۔

الجواب من شيخ القراء بالمدينة المنورة

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وحده والصلوة والسلام على من لا نبي بعده اما بعد فان المؤمن اذا قال صدق واذا قيل له صدق

ہیں دال مہملہ کی آواز کے مشابہ ہوتی ہے پس یہ لوگ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ وغیرہ کو غَيْرِ الْمَغْدُوْبِ پڑھتے ہیں اور دوسرا اس طرح پڑھتا ہے کہ اس کے تلفظ میں غین اور دال دونوں سنے جاتے ہیں پس یہ لوگ وَلَا الضَّالِّيْنَ کے بجائے وَلَا اغْدَّالِيْنَ پڑھتے ہیں اور تیسرا گروہ اس کا تلفظ اس طرح کرتا ہے کہ اس کی آواز سننے میں ظاء معجمہ صحیحہ کی آواز کے مشابہ ہوتی ہے پس ان ہر سہ فرقوں میں کون سے فرقے کی قرأت حق و درست ہے (از راہِ نوازش) ضاد فصیحہ کی صحیح ادا کو بالتفصیل واضح فرمایئے شاید کہ حق تعالیٰ شانہٗ، آپ کی وضاحت کی بدولت اس نزاع کو ختم فرمادیں۔

مدینہ منورہ کے شیخ القراء کا جواب

سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو تنہا اور اکیلا ہے اور صلوٰۃ وسلام ہو اس ذاتِ گرامی پر جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد! مومن کی شان یہ ہے کہ جب بات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واختلاف اهل الفضل بغير
دليل قطعي من كتب المحققين
زيغ وباطل والجدال بغير
حق عاقبة الخسرة والندامة
فاقول وانا الفقير الى رحمة
ربه القدير حسن بن ابراهيم
المدرس بالحرم النبويؐ ان
نهاية القول في الضاد وانها
اقرب الى الظاء فقط كما في
الرعاية وجهد المقل وغيرها
فقراءة الفرقة الثالثة
المذكورة في الاستفتاء صحيحة
واما كون الضاد شبيهة
بالدال او الغين فما سمعنا
به قط ولو وجد في كتاب
فمن صلّى خلف امام يعتقد
ذلك فصلاتهما باطلة
والله على ما نقول وكيل
كتبه بيده وقرأ بلسانه
حسن بن ابراهيم المدرس
بالحرم النبويؐ بالمدينة المنورة

کرتا ہے تو سچ بولتا ہے اور جب
اس کے سامنے سچ آتا ہے تو وہ اس
کی تصدیق کرتا ہے اور اہل فضل کا وہ
اختلاف جس کو محققین کی کتابوں سے
قطعی دلیل کی تائید حاصل نہ ہو۔ سراسر
نادرست اور خلافِ حق ہے اور ناحق
جھگڑا کا انجام ندامت اور خسران ہے
پس میں کہتا ہوں اور میں اپنے قدرت
والے پروردگار کی رحمت کا محتاج حسن
بن ابراہیم ہوں جو حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
میں مدرس ہوں کہ ضاد کے بارے میں قولِ
فیصل صرف یہ ہے کہ وہ ظاء سے
بہت زیادہ قریب ہے جیسا کہ رعایہ
اور جہد المقل وغیرہما میں ہے۔ پس
تیسرا گروہ جس کا استفتاء میں ذکر ہے
اس کی قرأت صحیح ہے۔ رہا ضاد کا غین یا
دال کے ساتھ مشابہ ہونا سو ہم نے نہ تو کبھی سنا
ہے اور نہ کسی کتاب میں موجود ہے پس جس
شخص نے کسی ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھی
جو ضاد کو غین یا دال کے مشابہ سمجھتا ہو تو اسکی
نماز باطل ہے اور جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں اس پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راجی عفو ربه القادر
حسن بن ابراهیم الشاعر

اللہ گواہ ہے۔ اس فتویٰ کو حسن بن ابراہیم نے جو مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ السلام میں مدرس ہے اپنے ہاتھ سے لکھا اور اپنی زبان سے پڑھا۔

الجواب من علماء مكة المكرمة

علماء مکہ مکرمہ کا جواب

قل ان الهدى هدى الله يهدى من يشاء الى صراط مستقيم وما كنا لنهتدى لولا ان هدانا الله فنقول ان الذى استقر عليه رأى جميع اهل الاداء فى كتبهم ان الضاد والظاء اتفقتا فى الاستعلاء والاطباق والتفخيم والجهر والرخاوة واختلفتا فى المخرج وانفردت الضاد بالاستطالة فاذا اعطيت للضاد حقها من مخرجها وصفاتها فقد اتيت بالصواب الذى لا محيص عنه عند علماء القراءة المتقنين وحينئذ يكون بها اثر شبه الظاء فى التلفظ كما

آپ کہہ دیجئے کہ ہدایت اللہ کی ہدایت ہے جسے چاہتا ہے سیدھی راہ کی طرف ہدایت دیتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت کی راہ نہ دکھاتے تو ہم ہدایت یافتہ نہ ہوتے۔ پس ہم کہتے ہیں کہ وہ بات جو تمام اہل نظر وفکر کی کتابوں میں محقق ہے یہ ہے کہ ضاد و ظاء استعلاء، اطباق، تفخیم اور جہر و رخاوت میں متحد اور مخرج میں مختلف ہیں اور ضاد استطالت میں منفرد ہے پس جب ضاد کو اس کا حق دیا جائے گا یعنی اس کو اس کے مخرج سے صفات کی رعایت کے ساتھ ادا کیا جائے گا۔ تو یہ اس کی ایسی درست اور صحیح ادا ہو گی جس سے علمائے قرأت کے نزدیک مفر نہیں اور اس وقت ضاد کے تلفظ میں ظاء کی مشابہت کا اثر ہو گا۔ جیسا کہ نہایت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فی نہایۃ القول المفید وغیرھا واما کون الضاد قریبۃ من الدال او الغین فی تلفظ فبعید عن الحق واللہ اعلم۔	القول المفید وغیرہ میں ہے۔ رہا ضاد کا دال یا غین سے قریب ہونا، سو یہ حق کے سراسر خلاف ہے۔ واللہ اعلم۔
کتبہ احمد حامد عبدالرزاق احد القراء بمدرسۃ الفلاح بمکۃ المکرمہ ۲۵ ذی القعدہ سنہ ۱۳۵۱ھجریہ مدیر مدرسۃ الفلاح المرکشی محمد طیب مدرس بمدرسۃ الفلاح احد القراء مدرسۃ الفلاح حامد احمد مدرس بمدرسۃ الفلاح۔ المادن الاول مدرسۃ الفلاح ابوبکر بن احمد الجیشی مدرس بمدرسۃ الفلاح	اس فتویٰ کو احمد حامد عبدالرزاق نے جو مکہ مکرمہ کے مدرسۃ الفلاح کے قراء میں سے ایک ہے بتاریخ ۲۵ ذی قعدہ ۱۳۵۱ ہجری کو لکھا۔

مدرسۃ الفلاح است
سنہ ۱۳۳۰ھجریہ بمکۃ المکرمۃ

ان فتووں سے کیا نتیجہ برآمد ہوتا ہے: مندرجہ بالا فتووں سے یہ حقیقت پوری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح عیاں ہو گئی کہ علمائے مکہ و مدینہ زادھم اللہ شرفاً و تکریماً کا مسلک بھی وہی ہے جو دوسرے شہروں کے علمائے محققین کا ہے۔ یعنی یہ کہ ضاد صوت و سمع میں ظاء کے مشابہ ہے دال وغیرہ سے اس کو کوئی علاقہ نہیں۔ اس کے بعد اب یہ سمجھنا کچھ مشکل ہی نہیں رہا کہ استفتار بالا میں مذکورہ ہر دو فریق میں سے کونسا فریق حق پر ہے اور کس کا تلفظ صحیح اور درست ہے۔ کیونکہ یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ حق پر وہی فریق ہو سکتا ہے جو حق کا ساتھ دے اور حق کی اتباع کرے اور حق کیا ہے اس کی تحقیق بڑی تفصیل کے ساتھ اوپر پیش کی جا چکی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علمائے تجوید نے ضاد وظاء کے تشابہ کو اتنی اہمیت کیوں دی ہے

البتہ یہاں پہنچ کر ایک اور سوال سامنے آتا ہے اور وہ یہ کہ جب متشابہ الصوت حروف اور بھی بہت سے ہیں۔ جیسے سین وصاد، طاء وتاء، اور دال وزاء وغیرہ تو پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ علمائے تجوید نے ان کے تشابہ کو تو کوئی اہمیت نہیں دی اور اپنی تصنیفات میں اس کا بالتصریح ذکر نہیں کیا۔ بخلاف ضاد وظاء کے کہ اس کو اہمیت دی ہے اور خصوصیت کے ساتھ اس کی وضاحت فرمائی ہے کہ یہ دونوں صوت و تلفظ میں باہم متشابہ ہیں۔

تخصیص ذکری کا سبب مخرج کا اختلاف ہے:

تو جواب اس کا یہ ہے کہ سین وصاد کا اور ایسے ہی طاء، وتاء، وغیرہ کا مخرج چونکہ ایک ہی ہے بخلاف ضاد وظاء کے کہ وہ مختلف المخرج ہیں۔ اس لیے اول الذکر کا تشابہ بدیہی تھا کیونکہ جب دونوں کے نکلنے کی جگہ بھی ایک ہی ہے۔ اور بعض صفات میں بھی اشتراک ہے تو دونوں حرفوں کی آوازوں کا باہم متشابہ ہونا بھی ایک کھلی ہوئی بات ہے اس لیے علمائے ادا نے ان کے تشابہ کی تشریح کی چنداں ضرورت نہیں سمجھی بخلاف ضاد وظاء کے کہ یہ دونوں مختلف المخرج ہیں اور ان میں جو تشابہ پایا جاتا ہے وہ صرف اشتراکِ صفات ہی کی وجہ سے پایا جاتا ہے۔ اس لیے ان کے تشابہ کو صراحۃً بیان کرنے کی ضرورت تھی۔ ورنہ اگر بیان نہ کرتے تو بہت ممکن تھا کہ مخرج کے اختلاف کی وجہ سے ان کے تشابہ کی طرف توجہ ہی نہ ہوتی۔ پس ائمہ ادا رحمہم اللہ نے اس تشابہ کی تصریح فرما کر یہ بات سمجھا دی کہ گو یہ دونوں متحد المخرج نہیں ہیں لیکن چونکہ صفتی اشتراک ان میں کامل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درجہ کا ہے اور تشابہ کا مدار صفتی اشتراک پر ہی ہے اس لیے ان میں تشابہ پایا جاتا ہے فللہ دُرّھم۔

مخرج کے اختلاف سے کسی خلجان میں مبتلا نہیں ہونا چاہیئے: لیکن اس فرق سے کسی خلجان میں مبتلا نہیں ہونا چاہیئے اس لیے کہ گو ضاد وظاء متحد المخرج نہیں ہیں لیکن اس پر بھی ان کا تشابہ دوسرے تمام متشابہ الصوت حرفوں کی بہ نسبت کامل اور اقویٰ ہے کیونکہ تشابہ کا مدار زیادہ تر صفتی اشتراک پر ہے اور صفتی اشتراک جس درجہ کا ان دونوں میں ہے اور کوئی سے دو متشابہ الصوت حرفوں میں نہیں۔ چنانچہ صاد و سین میں اگر ھمس رخاوت اور صفیر کی وجہ سے تشابہ پایا جاتا ہے تو بعض دوسری صفات کی وجہ سے ان میں تمایز بھی ہے۔ چنانچہ صاد تو بوجہ استعلاء و اطباق کے خوب پُر ادا ہوتا ہے اور سین استفال و انفتاح کی وجہ سے بالکل باریک پڑھا جاتا ہے۔ ایسے ہی باقی حروف کی صفات میں غور کرنے سے بھی یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ ان میں اگر بعض صفات کے اشتراک کی وجہ سے تھوڑی بہت مشابہت پائی جاتی ہے تو دوسری صفات کی وجہ سے امتیاز بھی موجود ہے لیکن ضاد وظاء کا معاملہ ان سب سے مختلف ہے کیونکہ ان دونوں میں وجوہ مشابہت بہت زیادہ ہیں اور امتیاز صرف مخرج ہی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ دونوں بلحاظ کیفیاتِ ادا یعنی آواز کے بلند ہونے، جاری رہنے، نرم ادا ہونے اور خوب پُر پڑھے جانے کے اعتبار سے یکساں ہیں اور ایسا نہیں ہے کہ ان میں سے ایک تو ایک کیفیت کے ساتھ ادا ہوتا ہو اور دوسرا اس کے مقابل دوسری کیفیت کے ساتھ اور گو ضاد میں استطالت ہے اور ظاء میں یہ صفت نہیں ہے اور اس بنا پر ان دونوں میں اتنا فرق ضرور ہے کہ ظاء کی آواز تو قصیر ہوتی ہے اور ضاد کی طویل لیکن جیسا کہ ہم اوپر وضاحت کر آئے ہیں کہ استطالت، جریانِ صوت میں حائل نہیں بلکہ اس میں مؤثر ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیز تشابہ مدارِ صحت بھی ہے: نیز اس تشابہ کی تصریح کرنا اس لیے بھی ضروری تھا کہ ضاد کا صحیح ادا ہونا اسی امر پر موقوف ہے کیونکہ ضاد کا مخرج تمام مخرجوں سے ایک جانب واقع ہوا ہے اور پھر وہ ہے بھی سب سے لمبا تو اگر کسی سے ضاد، ظاء کے مشابہ ادا نہیں ہوتا بلکہ سخت ادا ہوتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ نہ تو اس کی زبان پورے مخرج پر لگتی ہے اور نہ اس سے صفتِ استطالت ہی ادا ہوتی ہے کیونکہ اگر زبان پورے مخرج پر لگ جاتی ہے اور استطالت کی وجہ سے شروع مخرج سے آخر مخرج تک آواز جاری بھی رہتی ہے تو پھر ضاد کا تلفظ حتمی طور پر ظاء ہی کے مشابہ ہوتا ہے۔ اور اس تلفظ کے سوا کوئی اور تلفظ ادا نہیں ہو سکتا۔ اس لیے نہ صرف یہ کہ ان حضرات نے اس تشابہ کی تصریح ہی فرمائی ہے۔ بلکہ ضاد کی صحت ادا کے لیے اس کو معیار بھی قرار دیا ہے تاکہ قاری اس معیار کو سامنے رکھ کر مشق کرے۔ پس اگر ضاد اس طرح ادا ہو کہ اس کا تلفظ صفات وکیفیات کی رو سے ظاء کے مشابہ ہو تو سمجھیں گے کہ قاری سے ضاد فصیح ادا ہوا ہے۔ بشرطیکہ اپنے ہی مخرج یعنی حافۂ لسان اور اضراس سے صفت استطالت کی رعایت کے ساتھ ادا ہوا ہو اور اگر اس میں کچھ سختی ہو اور آواز مخرج کے شروع سے آخر تک جاری نہ رہے تو سمجھا جائے گا کہ ضاد غیر صحیح اور غیر فصیح ادا ہوا ہے۔ وھذا ھو الحق المبین۔

ایک نہایت ضروری اصلاح: البتہ یہاں پہنچ کر میں ایک نہایت ضروری اصلاح کی طرف توجہ دلانا بھی ضروری سمجھتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں ضاد تو درکنار بہت سے لوگوں سے خود ظاء بھی صحیح طور سے ادا نہیں ہوتا۔ عام طور پر مشاہدہ میں آیا ہے کہ پڑھنے والے اس میں زاء کی آمیزش کر دیتے ہیں جس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ ظاء کے ادا کرتے وقت ان کے اوپر نیچے کے دانت غیر شعوری طور پر مل جاتے ہیں جس سے اس کے تلفظ میں صفیر کا اثر آ جاتا ہے اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ سراسر غلط ہے۔ اس لیے پہلے ظاء کے صحیح تلفظ کی مشق کرنی چاہیئے اور پھر ضاد کے تلفظ کو پرکھنا چاہیئے۔ کیونکہ جب مشبّہ بہ کا تلفظ ہی درست نہ ہوگا تو مشبّہ کے تلفظ کو اس پر کیسے جانچا جا سکے گا۔

تشابہ کے معنیٰ: ہاں اس حقیقت کو پیشِ نظر رکھنا بھی ضروری ہے کہ تشابہ کا مفہوم یہ ہے کہ ضاد کو صرف بلحاظ صفات ہی ظاء کے مشابہ ادا کیا جائے یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس کو نکالا بھی ظاء ہی کے مخرج سے جائے۔ مقصد یہ ہے کہ ضاد کو نکالنا تو خود اسی کے مخرج سے چاہیئے۔ البتہ صفات اس میں وہی ادا کرنی چاہئیں جو ظاء میں ادا کی جاتی ہیں۔ کیونکہ یہ دونوں صفات میں شریک ہیں۔ پھر ضاد کے اندر ظاء کے مشابہ ادا ہونے کی صلاحیت بھی ہے۔ اس لیے ان دونوں کا آواز اور تلفظ میں باہم متشابہ ہونا بھی ناگزیر ہے۔ لیکن یہ ہرگز جائز نہیں کہ ضاد کو ادا بھی ظاء ہی کے مخرج سے کیا جائے۔ کیونکہ اس طرح ادا کرنے سے ضاد کی ذات ہی معدوم ہو جاتی ہے اور وہ ظاء کا عین ہو جاتا ہے اور یہ اسی طرح غلط ہے جس طرح کہ ضاد کو کسی اور حرف سے بدل کر پڑھنا غلط ہے۔

تشابہ صفتی اور تشابہ ذاتی: البتہ بعض حضرات نے تشابہ کی دو قسمیں کی ہیں۔ (۱) تشابہ صفتی (۲) تشابہ ذاتی۔ پھر تشابہ صفتی کا مطلب تو وہی بیان کیا ہے جس کی وضاحت ابھی اوپر ہو چکی ہے اور تشابہ ذاتی اس کو کہا ہے کہ ضاد کو ادا بھی ظاء ہی کے مخرج سے کیا جائے اور پھر ان حضرات نے تشابہ صفتی کو تو جائز بتایا ہے اور تشابہ ذاتی کو ناجائز یا یوں سمجھیے کہ بعض حضرات نے مشابہت کو تو تشابہ صفتی سے تعبیر فرمایا ہے اور ابدال کو تشابہ ذاتی سے۔ بہرحال خواہ اس کو صرف تشابہ کا نام دیں یا تشابہ صفتی کا یہ صرف یہی نہیں کہ جائز ہے بلکہ ضروری ہے اور اس کے بغیر ضاد، ضاد ہی نہیں رہتا۔ رہا ابدال یا بالفاظِ دیگر تشابہ ذاتی۔ سو یہ قطعاً ناجائز اور بالقصد ہو تو حرام ہے کیونکہ اس سے کلام اللہ کا ایک حرف ہی معدوم ہو جاتا ہے۔ اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کیوں کہ آئندہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی متعدد موقعوں پر یہ بحث آئے گی اور گو اسی کتاب میں یہ بات اس سے پہلے بھی بیان ہو چکی ہے لیکن چونکہ مضمون کے بعض حصوں کو بنیادی حیثیت حاصل ہوتی ہے اس لیے اگر ایسی چیزیں ایک سے زیادہ مرتبہ بھی کسی کتاب میں بیان ہو جائیں تو اسے تکرار۔ بے معنیٰ سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔

خلاصۃ الجواب

الحمد للہ! کہ گزشتہ صفحات میں حرف ضاد کی ادا اور اس کے تلفظ سے متعلقہ سوال کا جواب بڑی شرح وبسط اور تفصیل کے ساتھ معروض ہو چکا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ "ضاد معجمہ" صوت و تلفظ میں "ظاء معجمہ" کا مشابہ ہے اور "دال" کا مشابہ نہیں یہ فیصلہ علم تجوید کے اصول و قواعد اس فن کے آئمہ اجلّہ کے ارشادات، محدثین و مفسرین کے فرمودات، فقہائے امت کے فتاویٰ علمائے عربیت کے کلام اور علمائے حرمین شریفین کے فتاویٰ کی روشنی میں کیا گیا ہے۔ چنانچہ جواب کے شروع میں سب سے پہلے تو تشابہ کا ضابطہ بیان کیا گیا ہے کہ دو حرفوں میں صوتی تشابہ یا اتحاد مخرج اور اشتراکِ صفاتِ ذاتیہ کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے اور یا صرف صفاتِ ذاتیہ کے اشتراک کی وجہ سے اور پھر یہ بتایا گیا ہے کہ چونکہ مخرج میں ضاد کے ساتھ کوئی حرف شریک نہیں۔ اس لیے یہ اگر کسی حرف کا مشابہ ہو سکتا ہے تو صرف صفات ہی کی وجہ سے ہو سکتا ہے اور پھر جن حرفوں کے ساتھ یہ مشابہ سمجھا جاتا ہے۔ اس کا اُن کے ساتھ صفات کی روشنی میں تقابل کر کے واضح کیا گیا ہے کہ اس کو سب سے زیادہ مشابہت "ظاء" ہی کے ساتھ حاصل ہے۔ اس لیے کہ یہ دونوں تو اکثر صفات میں شریک ہیں۔ بخلاف ضاد و دال کے کہ یہ جہر کے سوا باقی تمام صفات میں مختلف ہیں۔ پھر ضاد میں استطالت کے ہونے اور ظاء میں نہ ہونے، نیز اس کی رخاوت کے قدرے ضعیف ہونے سے جو تشویش ہوتی ہے۔ اس کو دُور کیا گیا ہے۔ ایسے ہی اصمات، نفخ اور تفشی کی وجہ سے جو تردد ہو سکتا ہے۔ اس کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی رفع کیا گیا ہے۔ پھر آنی اور زمانی وغیرہ کی تقسیم سے دونوں کے تشابہ پر استدلال کیا گیا ہے اور پھر اس شبہ کا جواب دیا گیا ہے کہ جب دال بہ نسبت ظاء کے از روئے مخرج ضاد سے اقرب ہے۔ تو ان میں تشابہ صوتی کیوں پیدا نہیں ہوا۔ اور پھر قَدْ ضَلُّوْا وغیرہ کے ادغام سے بعض لوگوں کو تشابہ کا جو شبہ ہو جاتا ہے اس کا ازالہ کیا گیا ہے اور پھر اس کی وجہ بتائی گئی ہے کہ دال و تاء میں باوجود متحد المخرج اور مشترک الصفات ہونے کے تشابہ کیوں پیدا نہیں ہوا۔ اور پھر اس کے بعد تجوید و قرأت، تفسیر و فقہ اور صرف کی نہایت معتبر کتابوں کے چھبیس ۲۶ اقتباسات اور پھر علمائے حرمین شریفین کے فتاویٰ درج کیے گئے ہیں جن میں سے اکثر میں تو تشابہ بین الضاد والظاء کے الفاظ صراحۃً موجود ہیں اور بعض میں گو صریح الفاظ تو مذکور نہیں۔ لیکن ثابت ان سے بھی یہی ہوتا ہے کہ یہ دونوں متشابہ الصوت ہیں۔ کیونکہ ان عبارتوں میں ان دونوں میں فرق کرنے کو مشکل اور دشوار کہا گیا ہے اور دو حرفوں میں فرق کا مشکل ہونا اسی بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان دونوں میں تشابہ صوتی موجود ہے۔ ورنہ متباین الصوت حرفوں میں فرق کے دشوار ہونے کے تو کوئی معنیٰ ہی نہیں۔ بخلاف ضاد و دال کے کہ ان دونوں کے تشابہ کی نہ تو کسی نے تصریح کی ہے اور نہ ان دونوں کے فرق کو کسی نے مشکل ہی کہا ہے بلکہ اس کے برعکس بہت سے محققین نے اپنی عبارتوں میں ان دونوں کے متباین الصوت ہونے کو صراحۃً بیان کیا ہے۔ چنانچہ النشر میں ضاد کو غلط پڑھنے والے گروہوں کے سلسلہ میں "ومنهم من يمزجه بالدال المهملة"۔ فتاویٰ سعیدیہ میں "وليست في صوتها متشابهة بصوت الدال في الحقيقة"۔ فتاویٰ سعیدیہ میں "ولیس بہ حقیقت صوت ضاد مشابہت بصوت دال نمی وارد"۔ حضرت مفتی صدر الدین صاحب کے کلام میں "ضاد معجمہ ہما نست کہ بظاء معجمہ مشابہت وارد نہ آں ضاد معجمہ کو مخرج آں قریب مخرج دال باشد"۔ مدینہ منورہ کے شیخ القراء کے فتویٰ میں

"واما كون الضاد شبيهة بالدال او الغين فما سمعنا به قط ولا وجد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فی کتاب"، اور مکہ مکرمہ کے شیخ القراء کے فتویٰ میں

"واما کون الضاد قریبۃ من الدال او الغین فی التلفظ فبعید عن الحق"

یہ وہ عبارتیں ہیں جن میں ضاد کا دال کے ساتھ مشابہ نہ ہونا بلکہ اس کا غلطِ محض ہونا صراحتہً مذکور ہے۔ ایسے ہی البیان الجزیل، الاقتصاد فی الضاد، جمال القرآن، ضیاء الارشاد اور فتاویٰ مولانا عبدالحی صاحبؒ میں ان دونوں کا متباین الصوت ہونا بالتصریح مذکور ہے۔

وھذا ھو الحق۔

باقی رہا یہ سوال کہ

ضاد کے تلفظ کا اختلاف خیرالقرون کے بعد کی پیداوار ہے: اس حرف کے تلفظ کے بارے میں یہ اختلافی جھگڑا کب سے اور کن لوگوں سے واقع ہوا ہے۔

سو جواب اس کا یہ ہے کہ ابتدائے اختلاف کی تاریخ، مہینہ اور سن تو معلوم نہیں البتہ یہ بات یقین کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ یہ اختلاف خیرالقرون یعنی عہدِ رسالت، عہدِ صحابہ، اور عہد تابعین کے بہت بعد کی پیداوار ہے کیونکہ اگر اس مبارک زمانہ میں اس اختلاف کا وجود ہوتا تو لامحالہ آئمہ ادا یعنی خلیل، سیبویہ اور فرّا وغیرہم سے یہ اختلاف ضرور منقول ہوتا۔ لیکن جہاں تک ہمیں معلوم ہے، ان حضرات کے درمیان اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔ قارئین کو اس انکشاف سے اطمینان ہوگا کہ لام، نون اور راء کے بارے میں باعتبار مخرج کے آئمہ ادا کے درمیان اختلاف کی ایک سطحی سی جھلک تو نظر آتی بھی ہے کہ خلیل اور سیبویہ نے تینوں کا مخرج الگ الگ بیان فرمایا ہے اور "فرّا" نے اس بناء پر کہ ان میں سے ہر ایک کے مخرج کو غایتِ قرب کی وجہ سے الگ الگ بیان کرنا دشوار ہے۔ تینوں کا مخرج ایک ہی بیان کر دیا ہے۔ ایسے ہی حروف مدہ کے بارے میں بلحاظ صفات تو ائمہ ادا کے درمیان معمولی سا اختلاف پایا بھی جاتا ہے کہ اکثر ان کو حروفِ رخوہ میں شمار کرتے ہیں اور بعض حضرات کی رائے میں یہ حروف متوسطہ میں سے ہیں لیکن ضاد کے بارے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ہمیں اس درجہ کا بھی کوئی اختلاف نہیں ملتا بلکہ سب کا اسی مخرج سے نکلنے اور انہی صفات سے منصف ہونے پر اجماع ہے جس کی وضاحت جواب کے شروع میں کی جا چکی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ احکم واتم۔

للہ الحمد وللہ المنّ کے یہاں پہنچ کر قاسم پور ضلع سلہٹ (مشرقی پاکستان) سے آئے ہوئے استفتاء کا جواب تمام ہوا اور اب آئندہ صفحات میں اسی موضوع سے متعلق دوسرے مباحث ملاحظہ فرمائیں اور دراصل وہ مباحث بھی اسی کا تکملہ اور تتمہ ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

التکملہ

فی رفع الشبہات و ازالۃ المغالطات

یعنی ان دلائل وخیالات پر تبصرہ جن کی بنا پر ضاد کا مشابہ بالظاء نہ ہونا یا مشابہ بالدال ہونا سمجھا جاتا ہے

تحقیقِ حق کا حق: اگرچہ گزشتہ صفحات میں حرفِ ضاد کی ادا پر بفضلہٖ تعالیٰ بڑی شرح وبسط اور تفصیل کے ساتھ کلام کیا جا چکا ہے اور دلائل واضحہ و براہین قاطعہ کی روشنی میں یہ بات ثابت کی جا چکی ہے کہ ضاد کا تلفظ ظاء معجمہ کے مشابہ ہے دال کے مشابہ قطعاً نہیں مگر اس سلسلہ کی ابھی ایک اہم کڑی باقی ہے اور وہ یہ کہ فریق ثانی جن دلائل اور جن مزعومات کی بناء پر ضاد کا مشابہ بالدال ہونا یا مشابہ بالظاء نہ ہونا سمجھتا ہے ان کو بھی زیرِ بحث لایا جائے اور فکر و تحقیق کی روشنی میں ان کا جائزہ لیا جائے میں سمجھتا ہوں کہ جب تک موضوع کے اس حصہ پر خامہ فرسائی نہ ہوگی۔ اس وقت تک یہ بحث تشنۂ تکمیل ہی سمجھی جائے گی۔ کیونکہ اپنی کہنا تو آسان ہے مگر جب تک دوسرے کی سن کر اس کا اطمینان نہ کیا جائے اور اس کی غلط فہمی کو دور نہ کیا جائے۔ حق یہ ہے کہ اس وقت تک تحقیق کے "حق" کا حق ادا نہیں ہوتا۔ اسی حقیقت کو پیشِ نظر رکھ کر میں نے جناب مولانا عبدالغنی صاحب کو لکھا کہ فریق ثانی جن دلائل کی بناء پر ضاد کو مشابہ بالدال سمجھتا ہے یا تشابہ بین الضاد والظاء کا انکار کرتا ہے۔ آپ وہ دلائل بھی مجھے لکھ کر بھیج دیں۔ میں ان شاء اللہ العزیز اپنے مضمون میں ان کو بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زیرِ بحث لانے کی کوشش کروں گا۔ چنانچہ میرے لکھنے پر مولوی صاحب موصوف نے چند عبارتیں اور حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب کا ایک فتویٰ لکھ بھیجا اور یہ بھی لکھا کہ ان کے علاوہ یہ لوگ حضرت گنگوہیؒ کے دو تین فتوے بھی پیش کرتے ہیں۔ ان عبارتوں کا صحیح مفہوم کیا ہے اور یہ کہ مسئلہ زیرِ بحث کے ساتھ ان کا کیا تعلق ہے اور کیا واقعی ان عبارتوں سے ان کا مسلک ثابت ہوتا ہے۔ یہ سب کچھ تو آپ ان شاء اللہ آئندہ صفحات میں پڑھ ہی لیں گے۔ البتہ اتنا عرض کر دینا میں یہاں بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ مولوی صاحب موصوف کی وساطت سے مجھے فریقِ ثانی کے صرف دلائل ہی موصول ہوئے اور بس! یعنی انہوں نے دلائل تو لکھ کر بھیج دیئے لیکن اس کی وضاحت نہیں کی کہ ان لوگوں کے پاس ان عبارتوں کا مفہوم کیا ہے اور وہ ان سے اپنا مدعا کیسے ثابت کرتے ہیں۔ اور یہ چیز بجائے خود ان کے مسلک کے غلط اور خلافِ حق ہونے کی بیّن دلیل ہے۔ کیونکہ وضاحت تو وہ جب کرتے کہ کوئی حقیقت ہوتی بھی لیکن جب ان عبارتوں کا اس مسلک سے کوئی تعلق تھا ہی نہیں تو وضاحت کرتے بھی تو آخر کیا کرتے۔ ان کے علاوہ بعض عبارتیں حضرت تھانویؒ کی اور بعض حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحبؒ محدث پانی پتی کی بھی مطالعہ سے گزریں جن کے متعلق بادی النظر میں شبہ ہو سکتا تھا نیز اسی سلسلہ کی بعض غلط فہمیوں پر بھی اطلاع ہوئی۔ اس لیے میں نے یہاں تکمیلاً للموضوع ان سب ہی کو زیرِ بحث لانا ضروری سمجھا۔

بحث کے دو حصے: پس اس بحث کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصے میں فریقِ ثانی کے وہ دلائل جو بعض کتابوں کے اقتباسات یا بعض اکابر کی عبارتوں سے ماخوذ ہیں نقل کر کے ان کے جوابات عرض کئے ہیں اور ان عبارتوں کا صحیح مطلب بیان کیا ہے اور دوسرے حصہ میں ان لوگوں کی ان غلط فہمیوں کا ذکر کر کے جن کی وجہ سے وہ اس غلط مسئلہ کے قائل ہو گئے ہیں یا دوسروں کو مغالطہ دیتے ہیں۔ ازالہ کی امکانی کوشش کی گئی ہے۔ تاکہ مسئلہ کے تمام گوشے اجاگر ہو جائیں اور طالبینِ حق کے لیے اس بارے میں مزید کسی تحقیق کی ضرورت باقی نہ رہے اور اسی مناسبت سے میں نے موضوع کے اس حصہ کو "التکملہ فی رفع الشبہات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و ازالۃ المغالطات" کے عنوان سے معنون کیا ہے اس مختصر سی تمہید کے بعد اب ذیل میں فریق ثانی کے پیش کردہ دلائل اور ان پر تبصرہ ملاحظہ فرمایئے۔

پہلی دلیل اور اس پر تبصرہ

"اما الضاد الضعیفۃ فمستھجنۃ" میں "ضعیفہ" سے وہ "ضاد" مراد نہیں جو اصلی مخرج سے "ظاء" کے مشابہ ادا ہوتا ہے بلکہ اس سے مراد وہ "ضاد" ہے جو ضاد و ظاء کے مخرجوں کے درمیان سے ادا ہوتا ہے۔ لہٰذا اس عبارت سے تشابہ بالظاء کی نفی ہرگز نہیں نکلتی

دلیل نمبر۱: اس سلسلہ میں سب سے پہلے شافیہ، جار بردی اور رضی وغیرہ کی یہ عبارت پیش کی گئی ہے، "اما الضاد الضعیفۃ فمستھجنۃ"، حالانکہ اس عبارت میں تشابہ کا کوئی ذکر نہیں۔ نہ تشابہ بالظاء کا اور نہ تشابہ بالدال کا کہ کسی کا اثبات یا اس کی نفی اس سے نکل سکے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے شافیہ کی اس عبارت میں ضعیفہ کو قویہ کا مقابل سمجھ لیا ہے اور پھر یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ ضاد کی دو قسمیں ہیں۔ ضاد قویہ اور ضادِ ضعیفہ اور پھر خود ہی اپنے خیالِ نارسا میں یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ جو ضاد سخت اور مشابہ بالدال ادا ہو وہ تو قویہ ہے اور جو نرم اور مشابہ بالظاء ادا ہو وہ ضعیفہ ہے اور پھر یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ضعیفہ کو چونکہ صاحب شافیہ نے مستھجنۃ (ردی اور ناقص) بتایا ہے۔ لہٰذا صحیح ضاد وہ ہے جو قویہ ہے اور "قویہ" وہ ہے جو سخت اور مشابہ بالدال ادا ہو۔ حالانکہ یہ قطعاً غلط ہے۔ نہ تو یہاں "ضعیفہ" قویہ کا مقابل ہے اور نہ یہ بات ہی ہے کہ قویہ اس ضاد کو کہتے ہیں جو سخت یا بقول ان کے مشابہ بالدال ادا ہو بلکہ یہاں "ضعیفہ" صحیحہ کا مقابل ہے اور "صحیحہ" وہ ضاد ہے جو اپنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصلی مخرج سے بلحاظ صفاتِ ظاء کے مشابہ ادا ہو اور اس کے مقابلہ میں ضعیفہ اس ضاد کو کہتے ہیں۔ جو ظاء یا ضاد و ظاء کے مخرجوں کے درمیان سے ادا ہو۔ پس یہاں مستھجنۃ اُس ضاد کو کہا گیا ہے جو اصلی مخرج سے ادا ہونے کی بجائے غلط مخرج سے ادا ہو۔

نہ کہ اس کو جو مخرج اصلی سے بلحاظ صفات ظاء کے مشابہ ادا ہو۔ چنانچہ ہم ذیل میں شافیہ کی پیش کردہ عبارت کی وضاحت کرتے ہیں۔ اس سے ان شاء اللہ ہمارے دعویٰ کی بخوبی تصدیق ہو جائے گی۔ بغور ملاحظہ فرمائیں۔

"الضَّادُ الضَّعِيفَةُ مُسْتَهْجَنَةٌ کا صحیح مطلب:

عربی حروف دو طرح کے ہیں۔ (۱) صحیحہ فصیحہ (۲) مستہجنہ یعنی ردی اور غیر فصیحہ، حروف صحیحہ تو وہ ہیں جو اپنے اصلی مخرجوں سے فصیح عربی لغت کے موافق ادا ہوتے ہیں۔ چنانچہ الف سے لے کر یاء تک کے انتیس ۲۹ حروف ایسے ہی نون مخفات، الف ممالہ، ہمزہ مسہلہ، الف لام مفخمہ، اور صاد مشمّہ یہ سب تو فصیحہ ہیں اور مستہجنہ وہ حروف ہیں جو غیر فصحاءَ کے کلام میں پائے جاتے ہیں اور قرآن میں ان کا پڑھنا جائز نہیں۔ چنانچہ صاحبِ شافیہ نے پہلے تو حروفِ صحیحہ کے مخارج بیان فرمائے اور پھر بحث کے آخر میں فرمایا:

"واما الصاد كالسين والطاء كالتاء والباء كالفاء والضاد الضعيفة والكاف كالجيم فمستهجنة" یعنی یہ پانچ حروف جن میں سے ایک ضادِ ضعیفہ بھی ہے "مستہجنہ" ہیں۔ اب سمجھئے کہ ضاد صحیحہ فصیحہ وہ ہے جو اپنے اصلی مخرج یعنی حافۂ لسان اور اضراس سے ادا ہو۔ جیسا کہ خود صاحب شافیہ لکھتے ہیں:

"والضاد المعجمة اوّل احدى حافتيه وما يليهما من الاضراس" اور ضاد ضعیفہ وہ ہے جو مخرج اصلی کے بجائے غلط مخرج یعنی قریب نوکِ زبان اور رباعی انیاب ضواحک سے ادا ہو۔ چنانچہ علامہ رضی نے شافیہ کی اس عبارت کی شرح کرتے ہوئے سیرافی کے حوالہ سے ضعیفہ کی یہی تعریف لکھی ہے کہ اگر ضاد اپنے اصلی مخرج سے ادا نہ ہو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلکہ مخرج ظاء سے یا ضاد صحیحہ اور ظاء کے مخرجوں کے درمیان سے ادا ہو۔ تو یہ ضادِ ضعیفہ اور مستہجنہ ہے۔ سیرافی کی وہ عبارت جو رضی نے نقل کی ہے یہ ہے:

"انها فی لغة قوم لیس فی لغتهم ضاداً فاذا احتاجوا الی التکلم بها فی العربیة اعتاصت علیهم فربما اخرجوها ظاء لاخراجهم ایاها من طرف اللسان واطراف الثنایا وربما تکلفوا اخراجها من مخرج الضاد فلم یتأت لهم فخرجت بین الضاد والظاء" انتهیٰ (رضی ص۳۸۳)

یعنی ضادِ ضعیفہ ان لوگوں کے کلام میں پایا جاتا ہے جن کی زبان میں ضاد نہیں ہے تو جب ایسے لوگوں کو عربی الفاظ میں اس کے ادا کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے تو انہیں اس کا ادا کرنا دشوار معلوم ہوتا ہے۔ پھر کبھی تو وہ اس کو زبان کی نوک اور ثنایا علیا کے کناروں سے ادا کرنے میں جس سے خالص ظاء ادا ہوجاتا ہے اور کبھی خود ضاد ہی کے مخرج سے بتکلف ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن ان سے بن نہیں پڑتا اس لیے وہ ضاد صحیحہ اور ظاء کے مخرجوں کے درمیان یعنی رباعی، انیاب اور ضواحک سے ادا ہوجاتا ہے۔ انتہیٰ۔ پس اس سے واضح ہوگیا کہ سیرافی اس ضاد کو ضعیفہ کہہ رہے ہیں جو مخرج اصلی کے بجائے مخرج ظاء یا ضاد و ظاء کے مخرجوں کے درمیان سے ادا ہو نہ کہ اس ضاد کو جو بلحاظ صفات ظاء کے مشابہ اور رخوہ ادا ہو۔ چنانچہ ان کی عبارت میں "اخرجوها" کا لفظ صاف بتارہا ہے کہ ضاد کا استہجان غلط مخرج سے ادا ہونے کی وجہ سے ہے نہ کہ بلحاظ صفات نرم ادا ہونے کی وجہ سے صفات کا تو اس عبارت میں ذکر تک نہیں اور پھر سیرافی نے ضاد ضعیفہ کے ادا ہونے کی جو وجہ بیان کی ہے۔ اس سے بھی یہی نکلتا ہے کہ "ضاد" کا استہجان غلط مخرج سے ادا ہونے کی وجہ سے ہے نہ کہ بلحاظ صفاتِ ظاء کے مشابہ ادا ہونے کی وجہ سے کیونکہ سیرافی نے اسکا سبب تلفظ کی دشواری کو قرار دیا ہے جیسا کہ فرمایا کہ اعجام و مولدین کو جب عربی الفاظ میں ضاد کو ادا کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے تو ان پر اسکا تلفظ دشوار ہوتا ہے۔ اسلئے ان سے بجائے ضادِ صحیحہ کے ضادِ ضعیفہ ادا ہوجاتا ہے، تو اب مقام غور ہے کہ اگر ضعیفہ،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قویہ کا مقابل ہو اور قویہ وہ ہو جو دال کے مشابہ ادا ہو تو پھر اس کے تلفظ میں آخر کونسی دشواری ہے کہ وہ خود تو ادا نہ ہو اور اس کے بجائے ضعیفہ ادا ہو جائے۔ یہ تلفظ تو اور بھی آسان ہے۔ البتہ ضادِ صحیحہ کا ادا کرنا بلاشبہ دشوار ہے کیونکہ اس کا مخرج ایک جانب میں واقع ہوا ہے اور ہے بھی تمام مخرجوں سے لمبا تو اس سارے مخرج پر زبان کا لگانا اور اس سے منطبق کرنا یہ واقعی ایک مشکل کام ہے اور اس دشواری ہی کی وجہ سے زبان اصلی مخرج پہ لگنے کی بجائے غلط مخرج پر لگ جاتی ہے جس سے بجائے ضادِ صحیحہ کے ضاد ضعیفہ ادا ہو جاتا ہے۔ پھر یہ کہ اگر ضعیفہ کا اطلاق اس ضاد پر کیا جائے جو ظار کی طرح نرم ادا ہو تو اس سے یہ تو لازم آئے گا کہ تمام قراء محققین اور ائمۂ اداء "ضادِ ضعیفہ" ہی ادا کرتے اور اسی کا حکم فرماتے رہے ہیں۔ قارئین اوپر ائمۂ تجوید و قرأت کے ارشادات ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ وہ سب حضرات ضاد و ظاء میں تشابہ کے قائل ہیں تو جب صورتِ حال یہ ہے تو صاحبِ شافیہ اور علامہ مرتضیٰ جیسے محققین بھلا اس کے خلاف کیسے لکھ سکتے تھے۔ خود ہماری سمجھ ہی کا قصور ہے کہ ہم ان حضرات کے کلام کو سمجھ نہیں سکتے ورنہ ان کے کلام میں تضاد نہیں۔ پس نقل اور درایت دونوں ہی کی رو سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ زیرِ بحث عبارت میں ضعیفہ، قویہ کا مقابل نہیں بلکہ صحیحہ اور فصیحہ کا مقابل ہے اور "صحیحہ" وہ ہے جو اپنے اصلی مخرج سے بلحاظ صفاتِ ظار کے مشابہ ادا ہو اور اس کے مقابلہ میں ضعیفہ وہ ہے جو اصلی مخرج سے ادا ہونے کی بجائے غلط مخرج سے ادا ہو۔ لہٰذا اس عبارت سے تشابہ بالدال کا اثبات یا تشابہ بالظار کی نفی ثابت کرنا اور اس سلسلہ میں اس کو پیش کرنا حقیقت سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔

سوال: علمائے

ضعیفہ کے مقابل کو قویہ کا نام دینے سے بھی انکا مدعا ثابت نہیں ہوتا: تجوید نے

ضاد کو حروف قویہ بلکہ حروف اقوئی میں سے شمار کیا ہے۔ جیسا کہ حروف کی اس تقسیم سے ظاہر ہے جس کی رو سے باعتبار قوت و ضعف کے ان کی پانچ قسمیں کی گئی ہیں تو پھر یہ کہنا کیسے صحیح ہے کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

" امّا الضاد الضعیفة " میں ضعیفہ، قویہ کا مقابل نہیں۔ کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ وہاں " اقویٰ" ضاد صحیحہ فصیحہ کو کہا گیا ہے اور یہاں " ضعیفہ" ناقص اور غیر فصیحہ کو اور یہ دونوں ایک دوسرے کے مقابل ہی تو ہیں۔

جواب: وہاں ضاد کو جو حروف اقویٰ میں شمار کیا گیا ہے تو وہ باعتبار صفات کے کیا گیا ہے کیونکہ اس میں بجز رخاوت کے باقی تمام صفات " صفات قویہ" میں سے پائی جاتی ہیں، اور اس اعتبار سے اس کا کوئی مقابل نہیں۔ یعنی ایسا حرف کوئی نہیں جس میں بجائے جہر کے ہمس، بجائے رخاوت کے شدت بجائے استعلاء کے استفال اور بجائے اطباق کے انفتاح پائی جاتی ہو اور پھر بھی وہ ضاد ہی کہلائے اور یہاں اس کو جو ضعیفہ کہا گیا ہے تو وہ غلط مخرج سے ادا ہونے کی وجہ سے کہا گیا ہے اور اس اعتبار سے اس کا مقابل " صحیحہ" ہی ہے نہ کہ قویہ، یعنی ضاد اگر اپنے اصلی مخرج سے ادا ہوتا ہے۔ تب تو وہ " صحیحہ" ہے اور اگر غلط مخرج سے ادا ہوتا ہے تو " ضعیفہ" ہے۔ اور یہاں تقابل اسی بنا پر ہے۔ چنانچہ زیر بحث عبارت کی شرح کے ضمن میں رضی نے سیرانی کا یہ قول نقل کیا ہے:

" واخراج الضعیفة من موضع اعتاد اخراج الصحیحة اصعب من اخراجها من موضع لم یعتد الصحیحة " پس اس عبارت سے بالکل واضح ہو گیا کہ یہاں " ضعیفہ" صحیحہ کا مقابل ہے نہ کہ قویہ کا اور اگر بالفرض یہاں ضعیفہ کو قویہ ہی کا مقابل مان لیں۔ جب بھی اس عبارت سے تشابہ بالظاء کی نفی ہرگز نہیں نکلتی۔ کیونکہ یہاں ضعیفہ اس ضاد کو تو نہیں کہا گیا جو اپنے اصلی مخرج سے ظاء کے مشابہ ادا ہو بلکہ اس کو کہا گیا ہے جو ضاد و ظاء کے مخرجوں کے درمیان سے ادا ہو اور اس کے مستہجن ہونے میں کسی کو کلام نہیں۔ لہٰذا اگر اس کے مقابل کو بجائے صحیحہ کے قویہ کا نام بھی دے دیں۔ تب بھی ان کا دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ سمجھنا کہ قویہ وہ ضاد ہے جو دال کے مشابہ اور سخت ادا ہو قطعاً غلط ہے۔ اس لیے کہ اہلِ ادا نے قویہ، صحیحہ ہی کو کہا ہے اور صحیحہ وہ ہے جو اپنے ہی مخرج سے بلحاظِ صفات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ظاء کے مشابہ ادا ہو۔ رہا ان کا مزعومہ تو یہ یعنی وہ جو دال کے مشابہ ادا ہو سو اس کا تو وجود ہی نہیں۔

دوسری دلیل اور اس پر تبصرہ

"الضاد الضعیفۃ ای التی تکون بین الضاد والظاء" میں "بینیت" سے

مراد بینیت از روئے مخرج ہے نہ کہ بلحاظ صفات

دوسری دلیل کے ضمن میں نظامیہ اور کفایہ وغیرہ کی یہ عبارت پیش کی گئی ہے :

"الضاد الضعیفۃ ای التی تکون بین الضاد والظاء" مگر اس عبارت کے سمجھنے میں بھی انہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ کیونکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے اس عبارت کا مطلب یہ سمجھا ہے کہ جو ضاد نرمی اور سختی میں ضاد و ظاء کے درمیان ادا ہو وہ ضعیفہ ہے۔ حالانکہ اس عبارت کا یہ مطلب ہرگز نہیں بلکہ اس میں بھی اسی ضاد کو ضعیفہ کہا گیا ہے جو ضاد و ظاء کے مخرجوں کے درمیان سے ادا ہو۔ چنانچہ خود نظامیہ ہی میں ضاد ضعیفہ کی تعریف ان لفظوں میں بیان کی گئی ہے۔ " والضاد الضعیفۃ التی مخرجها بین الضاد والظاء" (شرح شافیہ ص۱۴۸)، پس اس سے بھی وہی ثابت ہوتا ہے جس کی وضاحت ہم ابھی اوپر دلیل نمبرا پر تبصرہ کے ضمن میں کر آئے ہیں یعنی ضاد ضعیفہ وہ ضاد ہے جو ضاد و ظاء کے مخرجوں کے درمیان سے ادا ہو نہ کہ وہ جو از روئے صفات یعنی سختی اور نرمی کے لحاظ سے ضاد و ظاء کے درمیان سے ادا ہو۔

مجھے حیرت ہے کہ آخر وہ ایسا کون سا قرینہ ہے جس سے ان لوگوں نے بین الضاد والظاء سے یہ سمجھ لیا ہے کہ جو ضاد سختی اور نرمی میں ان دو صحیح حرفوں کے درمیان ادا ہو وہ مستہجن اور ردی ہے۔ یہ تو بناء فاسد علی الفاسد والی بات ہوئی۔ پہلے تو یہ قضیہ ہی غلط ہے کہ ضاد و ظاء کے تلفظ میں بلحاظ صفات تضاد ہے اور پھر اس بنائے فاسد پہ دوسرا خیال فاسد یہ قائم کر لیا گیا ہے کہ جو، ان دونوں کے درمیان ادا ہو وہ مستہجن ہے۔

فیا للعجب ویا للاسف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیسری دلیل اور اس پر تبصرہ

مفصّل کی عبارت "الضاد الضعیفة ھی التی تقرب بالظاء والذال"

میں قرب سے مراد قرب از روئے مخرج ہے نہ کہ باعتبار صفات

تیسری دلیل کے ضمن میں "مفصّل" کی یہ عبارت پیش کی گئی ہے۔ " والضاد الضعیفة ھی التی تقرب بالظاء والذال " اور اس عبارت کے سمجھنے میں بھی ان بے چاروں کو دھوکہ لگا ہے اور وہ یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ یہاں قرب سے مراد وہ قرب ہے جو از روئے صفات ہو اور پھر یہ سمجھ لیا ہے کہ ایسے ضاد کو جس کا تلفظ صفات کی رو سے ذال وظاء سے قریب ہو۔ صاحب مفصّل نے ضادِ ضعیفہ کہا ہے حالانکہ یہ سراسر نادرست، خلافِ واقع اور صاحبِ مفصّل کی عبارت کا غلط محمل ہے جس پر علم تجوید کے وہ تمام اصول وقواعد، نیز اس فن کے وہ جلیل القدر ائمہ جن کے ارشادات کی روشنی میں ہم اوپر ضاد کا مشابہ بالظاء ہونا بڑی تفصیل اور وضاحت کے ساتھ بیان کر آئے ہیں۔ شاہد وعادل ہیں کیونکہ ان کی رو سے ضاد کا صحیح تلفظ ہے ہی یہ کہ وہ بلحاظِ صفات ظاء سے قریب ہو۔ لہذا مفصّل کی عبارت میں جس قرب کا ذکر ہے اس سے وہ قرب قطعاً مراد نہیں۔ جو اشتراکِ صفات کی وجہ سے ضاد وظاء کی آوازوں میں متحقق ہے بلکہ اس قرب سے وہ قرب مراد ہے جو از روئے مخرج ہو اور صاحبِ مفصّل ایسے ہی ضاد کو ضعیفہ کہہ رہے ہیں۔ جو ذال وظاء کے مخرج کے قریب سے ادا ہو اور یہ بعینہٖ وہ صورت ہے جس کو سیرافی نے " فخرجت بین الضاد والظاء " سے تعبیر کیا ہے لہذا اس عبارت سے بھی ان لوگوں کو کوئی سہارا نہیں ملتا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چوتھی دلیل اور اس پر تبصرہ

نوادر الاصول کی عبارت "ضاد ضعیفہ گا ہے مشابہ صوت بالظاء معجمہ و گا ہے مخلوط التلفظ بین الضاد والظاء باشد" سے بھی انکو قطعاً کوئی سہارا نہیں ملتا

چوتھی دلیل کے ضمن میں نوادر الاصول شرح فصول اکبری کی یہ عبارت پیش کی گئی ہے۔

"ضاد ضعیفہ گا ہے مشابہ صوت بالظاء معجمہ و گا ہے مخلوط التلفظ بین الضاد والضاد والظاء باشد" لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس عبارت سے بھی ان کا مدعا ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس عبارت میں مخلوط التلفظ بین الضاد والظاء کا مفہوم تو بعینہٖ وہی ہے جو سیرانی کی عبارت میں " خرجت بین الضاد و الظاء" کا، نظامیہ اور کفایہ کی عبارت میں "تکون بین الضاد و الظاء" کا اور مفصل کی عبارت میں " تقرب بالظاء والذال " کا ہے۔ کیونکہ یہاں خلط سے مراد خلط از روئے مخرج ہے کہ نہ تو ضاد کے مخرج سے ادا ہو اور نہ ظاء کے مخرج سے بلکہ دونوں مخرجوں کے درمیان سے ادا ہو۔ اس لیے کہ از روئے صفات مخلوط کے تو کوئی معنیٰ ہی نہیں۔ کیونکہ صفات کی رُو سے تو دونوں میں تغایر ہے ہی نہیں کہ خلط ملط کرنے کا سوال پیدا ہو۔ پس مفتی سعد اللہ صاحب بھی وہی فرما رہے ہیں۔ جو ابن حاجب، سیرانی، علامہ رضی اور صاحب مفصل فرما چکے ہیں کہ "ضاد" ضاد و ظاء کے مخرجوں کے درمیان سے ادا ہو وہ ضعیفہ اور مستہجنہ ہے۔ یہ ہمارے فہم کا قصور ہے کہ ہم ان عبارتوں کا صحیح مفہوم سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں۔ ورنہ ائمہ فن کی عبارتوں میں منافات نہیں۔ بات ایک ہی ہے کہنے کے انداز مختلف ہیں کسی نے " خرجت بین الضاد و الظاء" سے تعبیر کر دیا کسی نے " تکون بین الضاد و الظاء" سے کسی نے " تقرب بالظاء و الذال" سے اور کسی نے " مخلوط التلفظ بین الضاد و الظاء" سے۔ البتہ گا ہے مشابہ صوت بالظاء کے ظاہر الفاظ سے واقعی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہی مفہوم ہوتا ہے کہ صاحب نوادر الاصول اس ضاد کو جو مشابہ بالظاء ادا ہو، ضاد ضعیفہ فرما رہے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ نہیں بلکہ یہاں مشابہ صوت بالظاء سے مراد مثل ظاء اور عین ظاء ہے اور غور سے کام لینے والا اسی نتیجہ پر پہنچتا ہے کیونکہ اگر یہاں مشابہت سے صفتی اور صوتی مشابہت مراد لیتے ہیں تو اس سے تو پھر یہ لازم آتا ہے کہ جناب مفتی سعد اللہ صاحب اسی ضاد کو صحیحہ فصیحہ سمجھتے ہیں جو ظاء کے مخرج سے ادا ہو۔ اس لیے کہ ادائے ضاد کی تین ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ اپنے مخرج سے بلحاظ صفات ظاء کے مشابہ ادا ہو جو کہ مسلک ہے قراءِ محققین کا۔ دوسری یہ کہ ضاد و ظاء کے مخرجوں کے درمیان سے ادا ہو جس کو یہاں مفتی صاحب نے "مخلوط التلفظ بین الضاد و الظاء" سے تعبیر فرمایا ہے۔ اور تیسری یہ کہ بالکل ظاء ہی کے مخرج سے ادا ہو۔ تو اگر یہاں مشابہت کو صفتی مشابہت پر محمول کرتے ہیں تو اس سے پھر یہ نکلتا ہے کہ حضرت مفتی سعد اللہ صاحبؒ نے اپنے مخرج سے بلحاظ صفاتِ ظاء کے مشابہ ادا ہونے والے اور ضاد و ظاء کے مخرجوں کے درمیان سے ادا ہونے والے دونوں طرح کے ضاد کو ضعیفہ فرمایا ہے اور پھر اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ضاد صحیحہ وہ ہے جو ظاء کے مخرج سے ادا ہو۔ کیونکہ جب پہلی دو صورتوں کی تغلیط ہو گئی اور صاحب نوادر الاصول نے دونوں ہی پر ضعیفہ ہونے کا حکم لگا دیا تو تیسری خود بخود لازم آ گئی۔ وھذا بدیہ البطلان۔ لہذا یہی ماننا پڑے گا کہ نوادر الاصول کی اس عبارت میں "مشابہ صوت" سے مراد مثل ظاء اور عین ظاء ہے اور یہ واقعی غلط ہے جیسا کہ رضی بھی اس کی تغلیط کر چکے ہیں اور اس ضاد کو جو ظاء کے مخرج سے ادا ہو ضعیفہ کہہ چکے ہیں۔ چنانچہ اس عبارت کے بعد ہی نوادر الاصول میں یہ بھی ہے " کما لا یخفی علی من طالع الرضی وغیر من کتب الفن"

پس اس فقرہ نے اس بات کو بالکل صاف کر دیا کہ صاحب نوادر الاصول کی گا ہے مشابہ صوت بظاء" میں "مشابہت" سے مراد "صفتی مشابہت" نہیں بلکہ "ذاتی مشابہت" ہے۔ جس کو رضی نے " اخرجوھا ظاءً" سے تعبیر کیا ہے۔ لہذا اس عبارت سے بھی ان لوگوں کو کوئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سہارا نہیں مل سکتا اور یہ ہم اوپر لکھ ہی آئے ہیں کہ بعض حضرات نے اپنے کلام میں مشابہت کو ذاتی مشابہت کے معنی میں بھی استعمال کیا ہے لہذا اس توجیہ سے کسی تشویش میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔ جبکہ یہاں مشابہت کو ذاتی مشابہت پر محمول کرنا، ناگزیر بھی ہے کیونکہ اگر یہاں "مشابہت" سے صفتی مشابہت مراد لیتے ہیں تو اس سے مطلب بالکل مختل ہو جاتا ہے جس کی وضاحت ابھی اوپر ہو چکی ہے۔

پانچویں دلیل اور اس پر تبصرہ

"لولا الاطباق لکان الضاد دالًا" سے ضاد کا مشابہ بالدال ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا بلکہ یہ قضیہ ہی غلط ہے

پانچویں دلیل کے ضمن میں مفتاح الرحمانی کی یہ عبارت پیش کی گئی ہے

"لولا الاطباق لکان الصاد سینًا والطاء تاءً والظاء ذالًا والضاد دالًا"

اور اس سے غالباً انہوں نے یہ سمجھا ہے کہ جس طرح صاد و سین، طاء و تا اور ظاء و ذال میں باوجودیکہ اطباق وغیرہ بعض صفات ممیزہ ہیں لیکن اس پر ان میں تشابہ موجود ہے۔ اسی طرح ضاد و دال میں بھی گو اسی نوعیت کی بعض صفات ممیزہ ہیں۔ مگر یہ تمایز تشابہ پر اثر انداز نہیں بلکہ اس کے ہوتے ہوئے بھی۔ یہ دونوں باہم مشابہ ہیں لیکن ان کا یہ قیاس "قیاس مع الفارق" کے قبیل سے ہے اس لیے کہ پہلے تین جوڑوں کے حرف تو مخرج میں بھی شریک ہیں اور ضاد و دال میں یہ بات نہیں۔ پس صاد، ظاء اور طاء میں اگر اطباق ادا نہ کی جائے اور ان کو پُر نہ پڑھا جائے تو واقعی صاد، سین، ظا، ذال اور طاء، تا ہو جائے گا۔ کیونکہ ان میں جو فرق ہے وہ صرف پُر اور باریک ہونے کا ہی ہے لیکن اگر ضاد کو پُر نہ پڑھا جائے تو یہ سرے سے کوئی حرف ہی نہیں رہتا کیونکہ اس کے مخرج سے اس کے سوا کوئی اور حرف ادا ہی نہیں ہوتا کہ صفات ممیزہ کے ادا نہ ہونے

013228

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے اس کا مجانس ادا ہو جائے۔ مطلب یہ ہے کہ پہلے تین جوڑوں میں تو امتیاز صرف بعض صفات ہی کی وجہ سے ہے اور ضاد و دال میں صفتی امتیاز کے علاوہ مخرج کا اختلاف بھی ہے اس لیے " لکان الصاد سیناً والطاء ذالاً والطاء تاءً " تو صحیح ہے لیکن " والضاد دالاً " صحیح نہیں اور یہ بلا فکر و تامل صادر ہوا ہے کیونکہ اطباق کے زائل ہونے سے " ضاد " دال تو کیا کوئی حرف بھی نہیں بنتا۔ چنانچہ رضی نے امام العربیہ سیبویہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

" لولا الاطباق فی الصاد لکان سیناً وفی الظاء لکان ذالا وفی الطاء لکان دالا ولخرجت الضاد من الکلام لانه لیس بشیٔ من الحروف من موضعها غیرها " الخ رضی ص ۲۸۶ سیبویہ کا یہ فیصلہ نہایت عمدہ اور تحقیق انیق پر مبنی ہے واقعہ بھی یہی ہے کہ اگر ضاد میں اطباق نہ ہوتی تو وہ سرے سے کوئی حرف ہی نہ رہتا نہ یہ کہ دال بن جاتا۔

پھر یہ کہ صفات کی رو سے بھی یہ قضیہ محل بحث ہے۔ اس لیے کہ ضاد و دال میں صرف یہی ایک فرق تو نہیں کہ اول " مطبقہ " ہے اور ثانی " منفتحہ " بلکہ جیسا کہ معلوم ہی ہے کہ ضاد اگر مستعلیہ ہے تو " دال " مستفلہ ہے۔ نیز ضاد اگر رخوہ ہے تو " دال " شدیدہ ہے۔ پھر ضاد میں استطالت، نفخ اور تفشی بھی ہے اور دال میں یہ تینوں صفتیں نہیں ہیں اس لیے اگر اس بارے میں کوئی قضیہ صادق آسکتا ہے تو وہ یہ کہ:

" لولا اختلاف المخرجین وما فی الضاد من الاطباق والاستعلاء والرخاوة والاستطالة والنفخ والتفشی القلیل لکان الضاد دالا " اور یہ قضیہ ہمیں بھی تسلیم ہے لیکن کیا یہ انصاف کشی نہ ہوگی کہ " لولا الاستطالة واختلاف المخرجین لکان الضاد ظاءً " سے تو تشابہ کا ثبوت حاصل کیا نہ جائے اور ایک ایسے قضیہ سے تشابہ کو خواہ مخواہ درآمد کرنے کی نامشکور کوشش کی جائے جو بجائے تشابہ کے تباین پر دلالت کرتا ہو۔ ان هذا من اعاجیب الزمن۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھٹی دلیل اور اس پر تبصرہ

رعایہ کی عبارت " متیٰ فرط فی ذلک اتی بلفظ الظاء او الذال " سے بھی ضاد وظا میں تشابہ کی نفی نہیں نکلتی بلکہ اس کا ثبوت مترشح ہوتا ہے "

چھٹی دلیل کے ضمن میں رعایہ کی یہ عبارت پیش کی گئی ہے:

" ولا بد للقاری من التحفظ بلفظ الضاد حیث وقعت ومتی فرط فی ذلک اتی بلفظ الظاء او الذال۔ " حالانکہ اس عبارت میں ایسا کوئی لفظ نہیں جس سے ضاد کے مشابہ بالظاء نہ ہونے پر استدلال کیا جا سکے۔ اس میں پہلے تو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ قاری کو حرف ضاد کی صحیح ادا کا اہتمام کرنا چاہیئے اور پھر یہ کہا گیا ہے کہ اگر قاری سے ضاد کی ادائیگی میں کوتاہی ہو جاتی ہے تو اس سے بجائے ضاد کے ظاء یا ذال ادا ہو جاتا ہے۔ اب ناظرین خود ہی غور فرمائیں کہ اس عبارت سے آخر ضاد وظاء میں تشابہ کی نفی کہاں سے نکلتی ہے بلکہ اس فقرہ سے تو خود تشابہ ہی کا ثبوت مترشح ہوتا ہے۔ اس لیے کہ ایک حرف کی بجائے دوسرے حرف کے ادا ہونے کا احتمال انہی دو حرفوں میں ہوتا ہے جن میں صوتی مشابہت اور لفظی مناسبت ہوتی ہے۔ ورنہ مباینہ کی صورت میں تو التباس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پس " وان فرط فی ذالک "۔۔۔ الخ کا مطلب یہ ہے کہ ضاد چونکہ ظاء کے ساتھ اکثر صفات میں شریک ہونے کے باوجود مستطیل بھی ہے تو اگر قاری استطالت کے ادا کرنے اور مخرج سے نکالنے کا اہتمام نہ کرے گا تو اس صورت میں بجائے ضاد کے ظاء ادا ہو جائے گا اور اگر استعلاء اور اطباق کے ادا کرنے میں بھی اس سے کوتاہی ہو گی تو بجائے ضاد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ذائل ہو جائے گا اور یہ گزر ہی چکا ہے کہ من وجہ ضاد و ذال میں بھی مشابہت ہے۔ لہذا "وان فرط"۔۔۔ الخ سے بھی ضاد و ظاء میں تشابہ کی نفی نہیں نکلتی بلکہ اس کا ثبوت ہی مترشح ہوتا ہے اور افسوس کی بات یہ ہے کہ رعایا میں جہاں یہ پیش کردہ عبارت درج ہے اس سے کچھ ہی پہلے خود صاحب رعایہ ہی کی یہ تصریح بھی موجود ہے " ویشبہ لفظھا بلفظ الظاء لانھا من حروف الاطباق"۔۔۔ الخ لیکن اس واضح تصریح کو تو نظر انداز کر دیا گیا ہے اور ایک دوسرے فقرہ سے خواہ مخواہ کھینچ تان کر کے اپنی مطلب برآری کی ناکام کوشش کی گئی ہے۔ فیالھم من قصور الفھم وقلت الفکر۔

ساتویں دلیل اور اس پر تبصرہ

شافیہ وغیرہ میں "دال" کے مخرج کا ظاء سے پہلے مذکور ہونا تشابہ کا متقاضی نہیں

ساتویں دلیل کے طور پر شافیہ کی یہ عبارت پیش کی گئی ہے:

"وللضاد اول احد حافتیہ وما یلیھا من الاضراس واللام مادون طرف اللسان الی منتھاہ وما فوق ذلک وللراء منھما ما یلیھا وللنون منھما ما یلیھما وللطاء والدال والتاء طرف اللسان واصول الثنایا وللصاد والزائ والسین طرف اللسان والثنایا وللظاء والذال والثاء طرف اللسان وطرف الثنایا"۔۔۔ الخ (شافیہ صفحہ ۱۴۶ - ۱۴۷) اور اس سے ان لوگوں نے اپنے مسلک پر بایں وجہ استدلال کیا ہے کہ چونکہ دال کا مخرج ضاد کے مخرج سے اقرب اور اس کے مقابلہ میں ظاء کا مخرج اس سے ابعد ہے۔ لہذا ضاد کو دال کے ساتھ مشابہت ہے نہ کہ ظاء کے ساتھ اس تنبہ کا جواب ہم اوپر زیر عنوان "محض تقارب مخرج بلکہ اتحاد مخرج

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی موجب تشابہ نہیں۔" بڑی تفصیل کے ساتھ عرض کر آئے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دو حرفوں میں تشابہ صوتی بالعموم اشتراک صفات ہی کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ البتہ تشابہ کے لیے از روئے مخرج اس قدر اشتراک ضروری ہے کہ دونوں حرفوں میں اتحادِ نوعی موجود ہو۔ اور کلی تباین نہ ہو۔ از روئے مخرج اتحادِ نوعی پائے جانے کے بعد تشابہ کی کمی بیشی کا مدار ان حرفوں کے مخارج کے قرب و بعد پر نہیں بلکہ صفتی اشتراک پر ہے اور اگر اس بارے میں مخرج کے قرب و بعد کا کچھ اثر ہوتا تو پھر تو ضاد کو سب سے زیادہ مشابہت لام کے ساتھ ہونی چاہیے تھی حالانکہ ان دونوں کی آوازوں میں غایت درجہ کا تباین ہے۔ پس جب تشابہ کا مدار صفتی اشتراک پر ہے اور صفتی اشتراک ضاد و ظاء میں ہے۔ ضاد و دال میں نہیں تو مشابہت بھی ضاد و ظاء میں ہونی چاہیے نہ کہ ضاد و دال میں۔

آٹھویں دلیل اور اس پر تبصرہ

نشر کی عبارت "فلیحذر من قلبہ الی الظاء" کو اپنے دعویٰ کی دلیل میں پیش کرنا کوتاہ فہمی ہے"

آٹھویں دلیل کے ضمن میں نشر کی یہ عبارت پیش کی گئی ہے:

"فلیحذر من قلبہ الی الظاء والیعمل الریاضۃ۔" حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اس عبارت سے تشابہ بین الضاد والظاء کی نفی نکالنا سراسر کوتاہ فہمی ہے۔ کیونکہ اس میں تو صاحبِ نشر نے یہ ہدایت فرمائی ہے کہ ضاد کو ظاء سے بدلنے سے پرہیز کرنا چاہیے اور اس کو خود اسی کے مخرج سے صحیح طور پر ادا کرنے کی پوری پوری کوشش کرنی چاہیے اور یہ بات واقعی حق اور درست ہے کہ ضاد کا ظاء سے ابدال غلط اور ناجائز ہے۔ چنانچہ اسی مقالہ میں آگے یہ بحث پوری تفصیل شرح و بسط کے ساتھ آرہی ہے کہ جس طرح ضاد کو مشابہ بالدال پڑھنا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناجائز ہے۔ اسی طرح اس کو ظاء سے بدل کر اور اس کے مخرج سے ادا کرنا بھی بالکل غلط اور نادرست ہے۔ لہذا منکر کی اس عبارت سے بھی اس فریق کو کوئی سہارا نہیں ملتا کیونکہ اس میں ضاد کو ظاء سے بدلنے سے رد کیا گیا ہے۔ اس کے مشابہ ادا کرنے سے منع نہیں کیا گیا جیسا کہ لفظ "قلب" سے ظاہر ہے کیونکہ قلب کے معنی مشابہ ادا کرنے کے نہیں بلکہ ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف لے آنے اور اس سے بدلنے کے ہیں۔ جیسا کہ علمائے تجوید نے کہا ہے: " القلب هو جعل حرف مكان حرف آخر" اور مشابہت کا مفہوم جیسا کہ اس سے پہلے بھی عرض کیا جا چکا ہے۔ قراء کے نزدیک یہ ہے کہ ضاد کو ادا تو اس کے اپنے ہی مخرج سے کیا جائے مگر صفات اس میں ظاء والی ملحوظ رکھی جائیں:

نویں دلیل اور اس پر تبصرہ

غایۃ البیان وغیرہ کی عبارت "لئلا تکون مشابهته بالظاء" میں مشابہت سے صفتی مشابہت مراد نہیں بلکہ ذاتی مشابہت مراد ہے

نویں دلیل کے ضمن میں غایۃ البیان وغیرہ کی یہ عبارت پیش کی گئی ہے:

"انّ الضاد اعسر الحروف على اللسان فليحسن رعايتها لئلا تكون مشابهة بالظاء او الذال او الزاي" یعنی ضاد چونکہ از روئے ادا مشکل ترین حرف ہے۔ اس لیے اس کو اچھی طرح ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ یہ ظاء، ذال یا زاء کے مشابہ نہ ہو جائے۔

اس اقتباس کو دیکھ کر اگرچہ ذہن اسی طرف متبادر ہوتا ہے کہ " لئلا تكون مشابهته بالظاء" میں "مشابہت" سے مراد صفتی اور صوتی مشابہت ہے اور اس عبارت میں ضاد کو بلحاظ صفات ظاء کے مشابہ ادا کرنے سے رد کیا گیا ہے۔ ن یہ ہے کہ مشابہت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا اطلاق بالعموم صفتی مشابہت پر ہی ہوتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ نہیں بلکہ واقعہ یہ ہے کہ نوادر الاصول کی عبارت کی طرح یہاں بھی مشابہ بالظاء سے مراد مثل ظاء۔ اور عین ظاء ہی ہے اور اس عبارت میں بھی ضاد کو ظاء۔ وغیرہ کے مخرج سے ادا کرنے ہی سے روکا گیا ہے۔ بلحاظِ صفاتِ ظاء کے مشابہ ادا کرنے سے نہیں روکا گیا۔ کیونکہ صاحب غایہ نے یہاں ضاد کے ازروئے ادا مشکل ترین حرف ہونے کی وجہ سے اس کی صحتِ ادا کا پورا پورا اہتمام کرنے کی ہدایت کی ہے اور خدشہ ظاہر کیا ہے کہ اگر اس کو کما حقہ، ادا نہیں کیا جائے گا تو یہ ظاء۔ اور ذال وغیرہ کے مشابہ ہو جائے گا۔ اب سمجھیے کہ ضاد کے صحیح تلفظ کی رعایت نہ رکھنے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ اس کو ازروئے صفات کما حقہ، ادا نہ کیا جائے اور دوسری یہ کہ مخرج اصلی سے نکالنے کا اہتمام نہ کیا جائے۔ اس لیے اس کی صحتِ ادا کی تاکید کرنے کی بھی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک مخرج اصلی سے نکالنے کی اور دوسری صفات کو ملحوظ رکھنے کی اور یہ ظاہر ہے کہ ازروئے صفات اس کی ادائیگی کوئی مشکل نہیں۔ کیونکہ اگر اس کا تلفظ صفات کی رو سے مشکل ہوتا تو پھر رعایت نہ رکھنے کی صورت میں یہ ظاء۔ وغیرہ کے مشابہ ادا نہ ہوتا۔ اس لیے کہ صفات میں تو یہ بھی اس کے ساتھ شریک ہیں۔ پھر عدم اہتمام کی صورت میں ان کے مشابہ ادا ہونے کے کیا معنیٰ۔ پس جب یہ بلحاظ صفات مشکل الادا نہیں تو صفات کی رو سے اس کی صحتِ ادا کی تاکید کرنے کے بھی کوئی معنیٰ نہیں۔ البتہ مخرج کی رو سے اس کو صحیح ادا کرنا یہ واقعی دشوار ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا مخرج ایک جانب میں واقعہ ہوا ہے اور رہے بھی تمام مخرجوں سے لمبا۔ اس لیے اس کو اصلی مخرج سے نکالنے کی ہدایت کرنا واقعی ضروری تھا اور صاحب غایہ نے اسی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے یہاں اس کی تاکید فرمائی ہے تو جب واقعہ یہ ہے کہ رعایت رکھنے کی تاکید کا سبب اس کا "عسر" ہونا ہے اور اس میں جو "عسربت" ہے۔ وہ مخرج اصلی سے نکالنے میں ہے بلحاظِ صفات ظاء کے مشابہ ادا کرنے میں نہیں تو پھر ماننا پڑے گا کہ جس بات کا خدشہ ظاہر کیا گیا ہے وہ بھی یہی ہے کہ ضاد اصلی مخرج سے تو ادا نہ ہو، در ظاء۔ وغیرہ کے مخرج

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ادا ہو جائے۔ اور ایسا ہی ہو جانے کے اندیشہ سے " فلیحسن رعایتہ " کی ہدایت کی گئی ہے لہٰذا اس عبارت میں ضاد کو بلحاظ صفات ظاء کے مشابہ ادا کرنے سے نہیں روکا گیا۔ بلکہ ظاء اور ذال وغیرہ کے مخرج سے ادا کرنے سے روکا گیا ہے اور میں کہتا ہوں کہ اگر بالفرض یہاں " مشابہتہ " کو اس کے عام معنیٰ ہی میں لیں اور اس عبارت کا مطلب اس طرح بیان کریں کہ ضاد مشکل ترین حرف ہے۔ اس لیے اس کو اچھی طرح ادا کرنے کا اہتمام کرنا چاہیئے تاکہ وہ بلحاظِ صوت وصفات ظاء کے مشابہ ادا نہ ہو تو اس سے دو خرابیاں لازم آئیں گی۔ ایک یہ کہ جو لوگ ضاد کو مشابہ بالظاء ادا کرتے ہیں وہ اس کے صحیح تلفظ کی رعایت نہیں رکھتے اور اس سے ان تمام علماء کی تغلیط اور ان پر طعن لازم آئے گا جن کے اقوال وارشادات اوپر تشابہ بین الضاد والظاء کے ثبوت میں پیش کیے جا چکے ہیں اور دوسری یہ کہ اس عبارت سے یہ نکلے گا کہ ضاد کا صحیح تلفظ یہ ہے کہ اس کو ظاء وغیرہ کے مخرج سے ادا کیا جائے۔ کیونکہ جب بلحاظ صفات ظاء کے مشابہ ادا کرنے سے روک دیا گیا تو پھر ظاء سے بدل کر اور اس کے مخرج سے ادا کرنے کی ہدایت اور اسی تلفظ کی صحت خود بخود متحقق ہو گئی۔ اب ناظرین خواہ زیر بحث عبارت میں مشابہت کو ذاتی مشابہت پر محمول کر کے مذکورہ بالا وضاحت کو تسلیم کریں اور اس بات کو مان لیں کہ صاحب غایہ نے ضاد کو بلحاظ صفات ظاء کے مشابہ ادا کرنے سے نہیں روکا بلکہ اس کے مخرج سے ادا کرنے سے منع کیا ہے اور خواہ صفتی اور صوتی مشابہت مراد لے کر روایت اور درایت دونوں ہی کی رو سے غلط مسلک کے قائل ہو جائیں۔ روایت کی رو سے تو اس لیے کہ یہ معنیٰ ان نقول متواترہ کے خلاف ہے جو تشابہ بین الضاد والظاء کے مثبت ہیں اور درایت کی رو سے اس لیے کہ یہ مطلب لینے سے نتیجہ یہ نکلے گا کہ اعسریت اور دشواری جس کو صاحبِ نہایہ نے بنا ٹھہرایا ہے صحتِ ادا کا اہتمام کرنے کی وہ ظاء وغیرہ کے مخرج سے نکالنے میں تو ہے اور اصلی مخرج سے نکالنے میں نہیں اور اس کا خلاف واقع ہونا ظاہر ہے۔

فافهم وتامّل۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اس عبارت سے تشابہ بالدال کا جواز ثابت کرنا بالکل بے معنیٰ ہے"

رہا یہ شبہ کہ "فلیحسن رعایتہ"۔۔۔۔ الخ کا مطلب یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ ضاد کو ظاء اور ذال وغیرہ کے مشابہ ادا کرنے سے بچو اور دال کے مشابہ ادا کرو۔ سو جواب یہ ہے کہ اس مطلب کی صحت کا قلع وقمع بھی زیر بحث عبارت کے پہلے ہی فقرہ سے ہو جاتا ہے کیونکہ اس میں صحت ادا کا اہتمام کرنے کی بنا "ضاد" کے متشکل ہونے کو قرار دیا گیا ہے اور یہ اوپر معلوم ہو ہی چکا ہے کہ اس میں جو دشواری ہے وہ خود اسی کے مخرج سے نکالنے میں ہے کسی دوسرے حرف کے مخرج سے نکالنے میں نہیں۔ لہذا صحت ادا کی تاکید کرنے سے مقصود بھی مخرج اصلی سے نکالنے ہی کی ہدایت کرنا ہے نہ کہ مشابہ بالدال ادا کرنے کی کیونکہ دال کے تلفظ میں تو اصلاً کوئی دشواری ہے ہی نہیں کہ اس کے مشابہ ادا کرنے کی طرف توجہ دلانے کی ضرورت پیش آئے چنانچہ فاضل قندھاری اپنی کتاب دلیل القاری میں لکھتے ہیں۔

"لو فرضنا ان حق اداء الضاد ما ھو کالدال المفخمہ کما ھو شائع فی بلادنا یقدر علیہ المبتدی فی اول بدئہ بلا کلفۃ ولا یصعب"۔۔۔۔ الخ (ص۱۵ مطبوعہ حیدر آباد دکن) اور صاحب کشف الغطا "شعلہ" سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"لو کان حق اداء الضاد المعجمۃ کالدال المھملۃ المطبقۃ او الدال الخالصۃ کما ھو الرائج بین اکثر الناس من الخواص والعوام فی زماننا ھذا یقدر علیہ الشارع فی اول الشروع ولا یتعسر علی احد" (انتہی ص۱۵ مطبوعہ لاہور) یعنی اگر بالفرض ضاد کا تلفظ دال مفخمہ مطبقہ یا دال مرققہ کے مانند ہوجیسا کہ ہمارے اس زمانہ میں بہت سے خاص وعام میں رائج ہو گیا ہے تو پھر اس تلفظ پر تو مبتدی پہلے ہی دن قادر ہو سکتا ہے اور اس میں قطعاً کوئی دشواری نہیں۔ خلاصہ یہ کہ نہایۃ البیان کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زیر بحث عبارت میں ضاد کو اس کے مخرج کے مشکل ہونے کی وجہ سے اصلی مخرج سے نکالنے کی اور ظاء، ذال اور زاء وغیرہ کے مخرجوں سے ادا ہو جانے سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے۔ نہ تو اس سے تشابہ بالظاء کی نفی نکلتی ہے اور نہ تشابہ بالدال کا ثبوت ہی فراہم ہوتا ہے اور یہ بعینہ وہی صورت ہے جس کو صاحب نشر نے ان لفظوں میں بیان فرمایا ہے: " فلیحذر من قلبہ من الظاء فلیعمل الریاضۃ" یعنی قاری کو چاہیے کہ وہ ضاد کو ظاء سے بدل کر پڑھنے سے پرہیز کرے۔ اور اس کی صحتِ ادا کا پورا پورا اہتمام کرے۔ لہذا لئلا تکون مشابھۃ بالظاء" سے یہاں مراد " لئلا تکون مماثلۃ بالظاء یا مقلوبۃ الی الظاء" ہے۔

سابقہ عبارتوں میں "تشابہ" سے "صفتی تشابہ" اور یہاں اس سے "ذاتی تشابہ" مراد کیوں لی گئی ہے

سوال: اگر غایۃ البیان اور نوادر الاصول وغیرہ کی عبارتوں میں مشابہت سے مراد مثلیت اور عینیت لے سکتے ہیں۔ بلکہ یہی مطلب لینا ضروری ہے تو پھر ان عبارتوں کو جو اوپر اثباتِ تشابہ کے سلسلہ میں درج ہوئی ہیں اس معنیٰ میں کیوں نہیں لے سکتے۔

جواب: ان عبارتوں میں تو تشابہ بالظاء کی تصریح کی گئی ہے اور یہاں ضاد مشابہ بالظاء کو "ضادِ ضعیفہ" بتایا گیا ہے اور اس کے لیے ادا ہو جانے کے اندیشہ سے اس کے صحیح تلفظ کی پوری پوری رعایت رکھنے کی تاکید کی گئی ہے تو اگر وہاں تشابہ کو ذاتی تشابہ پر محمول کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ علماء، ضاد کو ظاء کے مخرج سے ادا کرنے کے قائل ہیں اور اسی تلفظ کو صحیح سمجھتے ہیں اور اگر یہاں ذاتی تشابہ پر محمول نہیں کرتے اور اس سے صفتی تشابہ مراد لیتے ہیں۔ تو اس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ جس تلفظ کی وہاں تصریح کی ہے یہاں اسی کو ضعیفہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور مشتبہ (ردّی اور ناقص) بتایا ہے اور اس کے ادا ہو جانے کا اندیشہ ظاہر کیا ہے اور یہ علماء کے اقوال میں ایک نہایت مذموم تضاد ہوگا۔ پس بالکل صاف اور بے غبار بات یہی ہے کہ جن عبارتوں میں تشابہ کی تصریح کی گئی ہے۔ اس سے مراد تو صفتی اور صوتی تشابہ ہے اور وہ مامور بہ ہے اور نوادر الاصول اور غایۃ البیان کی عبارتوں میں جس تشابہ کا ذکر ہے اس سے مراد ذاتی اور مخرجی تشابہ ہے اور وہ منہی عنہ ہے وھذا ھو الحق۔

دسویں دلیل اور اس پر تبصرہ

کشاف کی عبارت "واتقان الفصل بین الضاد والظاء واجب" میں فصل سے مراد فصل از روئے مخرج ہے نہ کہ از روئے صفات

دسویں دلیل کے ضمن میں کشاف کی یہ عبارت پیش کی گئی ہے:

"واتقان الفصل بین الضاد والظاء واجب ومعرفت مخرجیهما مما لا بد منه للقاری فان اکثر العجم لا یفرقون بین الحرفین وان فرقوا ففرقوا غیر صواب"۔ الخ یعنی ضاد وظاء میں اچھی طرح جدائی کرنا اور ایک کو دوسرے سے ممتاز کر کے پڑھنا ضروری ہے اور ان دونوں کے مخرجوں کی معرفت ان امور میں سے ہے جن کا جاننا قاری کے لیے ضروری ہے۔ کیونکہ اکثر اعجام ان دو حرفوں میں فرق نہیں کرتے اور اگر کرتے بھی ہیں تو صحیح طور پر نہیں کرتے۔ انتہی:

اور اس سے انہوں نے بزعم خود یہ سمجھ لیا ہے کہ اس عبارت میں "فصل" سے مراد فصل از روئے صفات ہے اور صاحب کشاف نے ضاد کو بلحاظ صفات ظاء کے مشابہ ادا کرنے سے روکا ہے۔ کیونکہ جب دو حرفوں میں بلحاظ صفات فصل ہوگا تو تشابہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ ایسا نہیں اور انہیں اس عبارت کا صحیح مفہوم سمجھنے میں بھی ٹھوکر لگی ہے کیونکہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہاں "فصل" سے مراد فصل از روئے مخرج ہے از روئے صفات نہیں چنانچہ خود اس عبارت میں بھی اس پر نہایت واضح قرینہ موجود ہے۔ اس لیے کہ صاحب کشاف نے ان دونوں حرفوں میں پوری طرح فصل کرنے کو ضروری قرار دینے کے بعد ان کے مخرجوں کی معرفت کو بھی ضروری قرار دیا ہے جیسا کہ فرمایا: " ومعرفة مخرجيهما مما لابد منه للقاري"۔ پس اس فقرہ کے ہوتے ہوئے کسی بھی منصف مزاج کو یہ کہنے کا حق نہیں پہنچتا کہ اس عبارت میں "فصل" سے مراد فصل از روئے صفات ہے اور فصل از روئے مخرج کے ہم بھی قائل ہیں اور نہ صرف قائل بلکہ مؤکد ہیں۔ چنانچہ ہم نے اسی مقالہ میں آگے چل کر اس چیز کو بڑی شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا ہے کہ جس طرح ضاد کو بلحاظ صفات ظاء کے مشابہ ادا کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک کو خود اسی کے مخرج سے ادا کیا جائے اور ایک کو دوسرے کے مخرج سے ادا کرنا جائز نہیں۔ پس علامہ زمخشری نے یہاں مسئلہ کے اسی پہلو کو لیا ہے اور پھر اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ آگے اس بات کو تفصیل کے ساتھ بیان فرما دیا ہے۔ جیسا کہ لکھتے ہیں:

" وهي احدى الاحرف الشجرية اخت الجيم والشين واما الظاء وهي احدى الاحرف اللثوية اخت الذال والثاء . . . . الخ پس ضاد کو حروف شجریہ میں سے اور ظاء کو حروف لثویہ میں سے بتانا اس پر صراحۃً دلالت کرتا ہے کہ علامہ زمخشری نے اوپر جس فصل کی تاکید کی ہے اس سے مراد فصل از روئے مخرج ہی ہے۔ از روئے صفات نہیں۔ کیونکہ شجریہ اور لثویہ وغیرہ حروف کے یہ القاب مخرج ہی کے اعتبار سے ہیں۔ صفات کے اعتبار سے نہیں اور اگر اس فصل سے مراد فصل بلحاظ صفات ہوتا تو پھر صاحب کشاف ان دونوں حرفوں کا مخرج بیان نہ کرتے۔

فافهم وتامل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گیارھویں دلیل اور اس پر تبصرہ

شرح فقہ اکبر کی عبارت "من یقرأ مکان الضاد ظاء" میں ضاد کی جگہ خالص ظاء پڑھنے کا ذکر ہے نہ کہ مشابہ بالظاء پڑھنے کا

گیارھویں دلیل کے ضمن میں شرح فقہ اکبر کی یہ عبارت پیش کی گئی ہے:

"وفی المحیط سئل الامام الفضلی عمن یقرء الظاء المعجمۃ مکان الضاد المعجمۃ او بالعکس فقال لا یجوز امامتہ ولو تعمد یکفر"۔

ترجمہ: محیط میں ہے کہ امام فضلی سے دریافت کیا گیا کہ جو شخص ضاد کی جگہ ظاء یا اس کے برعکس یعنی ظاء کی جگہ ضاد پڑھے۔ اس کا کیا حکم ہے تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ ایسے شخص کی امامت جائز نہیں اور اگر وہ ایسا اعتقاداً کرے گا تو کافر ہو جائے گا۔ (انتہی)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیچارے تشابہ کی حقیقت ہی نہیں سمجھے اور انھوں نے تشابہ اور ابدال دونوں کو ایک ہی سمجھا ہے۔ حالانکہ ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ ابدال تو یہ ہے کہ ضاد کو ذاتاً و صفتاً یعنی بالکل ہی ظاء سے بدل دیا جائے اور تشابہ (جیسا کہ اس سے پہلے بھی عرض کر چکا ہے) اس حقیقت کا نام ہے کہ ضاد کو صرف بلحاظ صفات ہی ظاء کی طرح ادا کیا جائے۔ یعنی جس طرح ظاء پُر اور نرم ادا ہوتا ہے۔ اسی طرح اس کو بھی پُر اور نرم ہی ادا کیا جائے مگر نکالا اس کو اپنے ہی مخرج (حافۂ لسان اور اضراس) سے جائے۔ اب ناظرین خود ہی سوچیں اور غور فرمائیں کہ کیا اس عبارت میں کہیں تشابہ کا ذکر ہے اور کیا امام فضلی سے واقعی ان دونوں کے تشابہ ہی کے بارے میں سوال کیا گیا ہے؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ اس عبارت میں

عہ اگرچہ یہ بات اس سے پہلے بھی اس کتاب میں متعدد بار بیان ہو چکی ہے لیکن چونکہ یہی وہ غلط فہمی ہے جس کی وجہ سے بہت سے لوگ مسئلہ زیر بحث کے سمجھنے اور اس کی حقیقت تک پہنچنے سے قاصر رہتے ہیں اس لیے بار بار وضاحت کرنے کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ تو تشابہ کا کہیں ذکر ہے اور نہ امام فضلی سے یہ بات ہی دریافت کی گئی ہے۔ سائل تو ان سے یہ پوچھ رہا ہے کہ ضاد کو ظاء کی جگہ یا ظاء کو ضاد کی جگہ پڑھنے کا کیا حکم ہے۔ یہاں سوال مشابہت کے بارے میں نہیں پوچھا جا رہا بلکہ "عینیت اور ابدال" کے بارے میں پوچھا جا رہا ہے جیسا کہ پیش کردہ عبارت کے الفاظ سے ظاہر ہے کیونکہ اس میں " من یقرء الظاء مکان الضاد" کے الفاظ ہیں نہ کہ " من یقرء الضاد شبه الظاء" کے اور لفظ مکان کو تشابہ کے معنیٰ میں لینا لغت کے ساتھ سراسر ناانصافی ہے اور ابدال کے ناجائز ہونے میں کسی کو کلام نہیں یہ بلاشبہ اسی طرح ناجائز ہے جس طرح ضاد کو دال وغیرہ سے بدل کر پڑھنا ناجائز ہے اور جو شخص بالقصد ایسا کرے اس کی امامت کے ناجائز ہونے میں بھی کوئی تردّد نہیں اور اگر کوئی شخص اعتقاداً ہی ضاد و ظاء میں فرق کا قائل نہیں اور اس کا خیال یہ ہے کہ یہ دو حرف نہیں ہیں بلکہ ایک ہی حرف ہے اور ضاد معجمہ کے وجود ہی کا انکار کرتا ہے۔ تو ایسے شخص کی تکفیر ضروری ہوگی کیونکہ وہ قرآن کے ایک حرف کا منکر ہوگا اور یہ یقیناً مستوجب کفر ہے۔

حضرت علامہ انور شاہ صاحب کاشمیری رحؒ کا فیصلہ: چنانچہ حضرت مولانا میرک شاہ صاحب سابق معین مفتی دارالعلوم دیوبند و استاذ الحدیث اورینٹیل کالج لاہور نے شرح فقہ اکبر کی اسی عبارت کے متعلق اپنے ایک قلمی مضمون میں مندرجہ ذیل انکشاف فرمایا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن رحؒ صاحب کے زمانہ میں یہ مسئلہ زیر بحث آیا اور شرح فقہ اکبر کے حوالہ سے یہ سوال پیش کیا گیا کہ اگر کسی نے ضاد معجمہ کے جگہ ظاء معجمہ پڑھا تو خوف کفر ہے اور سائلین کے ذہن میں یہ تھا کہ اس مسئلہ کو اس دعویٰ کی دلیل میں پیش کیا جا سکتا ہے کہ ضاد معجمہ کو ظاء معجمہ سے کوئی مشابہت نہیں ہے۔ چنانچہ جواب دینے سے پہلے امام العصر علامہ انور شاہ صاحب رحؒ کاشمیری صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند کی خدمت میں یہ مسئلہ پیش کیا گیا تو آپ نے عبارت مذکور کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حل اس طرح فرمایا کہ یہ دونوں متشابہ الصوت ہیں اور ضاد معجمہ میں امتیازی کائنات صرف مخرج کا اختلاف اور صفت استطالت ہے۔ اس لیے ہو سکتا ہے کہ فہم کے قصور کی بناء پر کوئی شخص ضاد معجمہ کو عین ظاء معجمہ قرار دے اور ضاد معجمہ کے وجود ہی کا انکار کر بیٹھے تو اس کی تکفیر ضروری ہو گی۔ کیونکہ وہ قرآن پاک کے ایک حرف کے انکار کا مرتکب ہو گا۔ جو مستوجب کفر ہے۔ انتہیٰ صا ۳۱

بارھویں دلیل اور اس پر تبصرہ

حضرت گنگوہیؒ کے فتووں کی رُو سے بھی ضاد کا مشابہ بالدال ہونا یا مشابہ بالظاء نہ ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا

مذکورہ بالا عبارتوں کے علاوہ ان حضرات نے اپنے دعویٰ کی دلیل میں قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کے مندرجہ ذیل تین فتوے بھی پیش کیے ہیں، حالانکہ ان فتووں کی رو سے بھی ان کا مسلک کسی طرح ثابت نہیں ہوتا چنانچہ ذیل میں ہم ان فتووں کو درج کر کے ان پر تبصرہ کرتے ہیں تاکہ قارئین پر اصل حقیقت منکشف ہو جائے۔ بغور ملاحظہ فرمائیں۔

پہلا استفتاء اور اس کا جواب: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ چند اشخاص حرف "ض" (رو داد) قرآن شریف میں پڑھنے سے اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم قرآن مجید میں (رو داد) پڑھتے ہو۔ تو عربی لفظ بزبانِ اردو بولتے ہو تو وضور کو (ودو) کیوں نہیں کہتے اور ضیاء الدین کو (دیاء الدین) کیوں نہیں کہتے۔ یہ بھی عربی لفظ ہیں تو قرآن شریف میں (رو داد) کا پڑھنا صحیح ہے یا (رو داد) پڑھنا چاہیئے زیادہ سلام (راقم احقر العباد حمایت اللہ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الجواب : اصلی حرف ضاد ہے اس کو اصلی مخرج سے ادا کرنا واجب ہے اگر نہ ہو سکے تو بحالتِ معذوری دالِ پُر کی صورت سے بھی نماز ہو جائے گی۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم (بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ)

منقول از فتاویٰ رشیدیہ مطبوعہ دہلی حصہ دوم صفحہ ۱۱۲ و ۱۱۳

"اس فتویٰ سے مشابہ بالظاء کی نفی یا بالقصد مشابہ بالدال پڑھنے کا جواز ثابت کرنا کوتاہ فہمی ہے"

تفصیلی تبصرہ : ناظرین باتمکین غور فرمائیں اور سوچیں کہ کیا اس فتویٰ سے واقعی یہی نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ حضرتؒ نے ضاد کو ظاء کے مشابہ ادا کرنے کو غلط اور دال کے مشابہ پڑھنے کو صحیح فرمایا ہے۔ یا یہ نتیجہ اخذ کرنا اس فتویٰ سے استدلال کرنے والوں کے فہم کا قصور ہے اگر واقعی حضرتؒ کا مسلک اور آپ کی تحقیق یہی ہوتی کہ "ضاد" ظاء کے مشابہ نہیں بلکہ دال کے مشابہ ہے تو پھر جواب کے الفاظ یہ نہ ہوتے۔ جواب میں بلکہ اس طرح ارشاد فرماتے کہ گو اُردو گفتگو میں وضوء اور ضیاء الدین ہی بولے جاتے ہیں لیکن قرآن میں "اَلْمَغْضُوْبِ" کو "اَلْمَغْدُوْبِ" اور "وَلَا الضَّآلِّيْنَ" کو "وَلَا الدَّوَآلِّيْنَ" ہی پڑھنا چاہیئے۔ کیونکہ عربی اداء میں ضاد کا صحیح تلفظ دال پُر کی طرح ہے مگر یہاں معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے کہ پہلے تو آپ نے حرف کی صحیح حقیقت بیان فرمائی اور پھر اس کو اصلی مخرج سے ادا کرنے کو واجب قرار دیا اور پھر آخر میں مجبوری کی حالت کا حکم بتایا کہ اگر ضاد اپنے مخرج سے ادا نہ ہو سکے تو بحالت معذوری دال پُر کی صورت سے بھی نماز ہو جائے گی۔

کیا یہ نا سمجھی بلکہ نا انصافی نہیں کہ جس ادا کو حضرتؒ نے واجب فرمایا ہے یعنی "ضاد کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُس کے اصلی مخرج سے ادا کرنا اُس کو تو اہمیت دی نہ جائے اور جس تلفظ پر آپ نے مجبوری اور معذوری کی حالت میں صحت نماز کا حکم لگایا۔ اس کو حرف کی صحیح ادا سمجھ لیا جائے اگر حضرتؒ کے نزدیک ضاد کا صحیح تلفظ مشابہ بالدال ہی ہوتا تو پھر اس کے جواز کو آپ معذوری کی حالت کے ساتھ مختص نہ فرماتے۔ کسی ادا اور تلفظ کو صرف بحالتِ عذر جائز بتانا یہ خود اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اس حرف کا اصلی اور حقیقی تلفظ نہیں۔ ورنہ صرف معذوری کی حالت میں اجازت دینے کے کیا معنیٰ۔

اگر کوئی مفتی کسی ایسے بیمار کے حق میں جو بوجہ شدت مرض کے قیام پر قادر نہ ہو۔ یہ فتویٰ دے کہ اس شخص کے لیے بوجہ معذوری بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے تو کیا اس سے یہ نتیجہ نکالنا صحیح ہوگا کہ قیام نماز کا رکن ہی نہیں اور قعود ہی ضروری ہے۔ ظاہر ہے کہ کوئی عاقل بھی اس کو صحیح نہیں کہے گا۔ بس یہاں بھی بالکل یہی صورتِ حال ہے کہ اگر باوجود سعی بلیغ کے بھی کسی سے ضاد اپنے مخرج سے ادا نہیں ہوتا اور دال پُر کی طرح ادا ہوتا ہے تو چونکہ وہ معذور ہے اسلیئے خاص اس کیلیے اسی تلفظ پر صحت نماز کا حکم کردیا جائے گا۔ جیسا کہ حضرتؒ کے فتویٰ سے ظاہر ہے۔ مگر قصداً اور عمداً اس طرح ادا کرنا یہ صرف ناجائز ہی نہیں بلکہ گستاخی اور بے ادبی بھی ہے۔ جیسا کہ خود حضرتؒ نے بھی اپنے دوسرے فتویٰ میں فرمایا ہے اور پھر جیسا کہ جواب سے ظاہر ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فتویٰ صرف صحتِ نماز ہی کے بارے میں صادر فرمایا ہے۔ صحتِ تلفّظ کے بارے میں ارشاد نہیں فرمایا۔ اس لیے اس سے تلفّظ کی صحت پر استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص سے بوجہ معذوری ضاد اپنے اصلی مخرج سے ادا نہیں ہو پاتا اور اس کے بجائے دالِ پُر کی طرح ادا ہوتا ہے تو اس کی نماز کو تو صحیح کہا جا سکتا ہے لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس حرف کا تلفظ ہی یہی ہے۔ مثلاً اگر کسی شخص سے قاف اپنے اصلی مخرج سے ادا نہیں ہوتا۔ بلکہ سعی بلیغ کے بعد بھی اس سے بجائے قاف کے کاف ہی ادا ہوتا ہے تو مفتی اس عذر کی وجہ سے اس کی نماز پر تو صحت کا حکم لگا دے گا لیکن یہ فتویٰ ہرگز صادر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں کرے گا کہ قاف کا تلفظ ہی یہ ہے کہ اس کو کاف کی طرح ادا کیا جائے۔ خوب سمجھ لیجئے پھر یہ کہ صحتِ نماز کا جو حکم کیا ہے تو اس کی وجہ بھی عموم بلویٰ ہے۔ کیونکہ عوام جو ضاد کے صحیح تلفظ پر قادر نہیں۔ اگر اس غلط تلفظ کی وجہ سے ان کی نمازوں پہ عدم صحت کا حکم لگایا جائے گا تو اس سے ان کے لیے بہت مشکل ہو جائے گی۔ کیونکہ اس غلطی میں اکثر عوام مبتلا ہیں۔ پس حضرتؒ کا یہ فتویٰ صرف نماز ہی کے بارے میں ہے اور وہ بھی معذورین کے لیے، صحیح خواں کے لیے ہرگز نہیں۔ اس کے لیے ضاد کو خود اسی کے مخرج سے ادا کرنا واجب ہے جیسا کہ حضرتؒ نے خود بھی اپنے فتویٰ میں یہ فرمایا ہے اور یہ بات یقینی ہے کہ اگر ضاد کو اس کے اصلی مخرج سے تمام صفات کی رعایت رکھتے ہوئے ادا کیا جائے گا تو اس کا تلفظ دال پُر کے مشابہ ہو ہی نہیں سکتا۔ بلکہ لازماً ظاء کے مشابہ ہی ہوگا۔ لہٰذا اس فتویٰ سے مشابہ بالظاء کی نفی یا بالقصد مشابہ بالدال پڑھنے کا جواز ثابت کرنا کوتاہ فہمی ہے۔ پھر یہ کہ ان فتوؤں میں جس دال کا ذکر ہے اس سے مراد وہ دال ہے ہی نہیں جو اگلے دانتوں سے داؤ کی آمیزش سے ادا ہوتی ہے بلکہ اس سے مراد "ضاد ضعیفہ" ہے جیسا کہ دوسرے فتویٰ کی شرح کے ضمن میں اس کی وضاحت آ رہی ہے۔

دوسرا استفتاء اور اس کا جواب: گزارش یہ ہے کہ میں تجوید سے واقف ہوں اور قرأت سیکھی ہے تو جو لوگ معذور بھی نہیں ہیں اور قرأت کے مخارج حروف کی جانب ان کا خیال ہی نہیں تو ایسے شخصوں کے پیچھے نماز ہوگی یا نہ اور میری نماز با قاری کامل کی نماز ایسے شخصوں کے پیچھے ہو جاوے گی یا نہیں یا ترکِ جماعت کی جاوے اور اعادۂ نماز ہر وقت نہایت مشکل ہے۔ کیونکہ عام طور سے ضاد کو مشابہ بالدال ہی پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دال نہیں پڑھی۔ بلکہ ایک مخرج علیحدہ ادا کیا ہے۔ دیگر حرفوں کا فرق کرنا اس سے آسان ہے (انتہیٰ بلفظ السائل)

الجواب: دال، ظاء، ضاد کے حرف جداگانہ اور مخارج جداگانہ ہونے میں تو شک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہے اور اس میں بھی شک نہیں ہے کہ قصداً کسی حرف کو دوسرے مخارج سے ادا کرنا سخت بے ادبی اور بسا اوقات باعث فسادِ نماز ہے۔ مگر جو لوگ معذور ہیں اور ان سے یہ لفظ اپنے مخرج سے ادا نہیں ہوتا اور وہ حتی الوسع کوشش کرتے رہتے ہیں ان کی نماز بھی درست ہے اور دال پُر ظاہر ہے کہ خود کوئی حرف نہیں بلکہ ضاد ہی ہے اپنے مخرج سے پورے طور پر ادا نہیں ہوا تو جو شخص دال خالص یا ظاء خالص عمداً پڑھے اس کے پیچھے تو نماز نہ پڑھیں گے مگر جو شخص دال پُر کی آواز میں پڑھتا ہے۔ آپ اس کے پیچھے نماز پڑھ لیا کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاوی رشیدیہ حصہ سوم ص۱۰۱)

اس فتویٰ میں تقابل خالص ظاء اور ضاد ضعیفہ کا ہے نہ کہ مشابہ بالظاء اور دال مخلوط بالواؤ کا

اس فتویٰ کے ابتدائی حصّہ کی وضاحت کی تو چنداں ضرورت نہیں۔ وہ بالکل واضح اور عیاں ہے۔ اس لیے کہ ضاد، ظاء اور دال تینوں کا الگ الگ اور مستقل حرف ہونا، بالقصد کسی حرف کو دوسرے حرف کے مخرج سے ادا کرنے کا غلط ہونا اور ایسے ہی وہ معذور جو حرف کو صحیح ادا کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ اُس کی نماز کا درست ہونا یہ تینوں باتیں مسلّمات میں سے ہیں۔ البتہ اس فتویٰ کا آخری حصہ یعنی یہ کہ "جو شخص دالِ خالص یا ظاء خالص عمداً پڑھے۔ اُس کے پیچھے تو نماز نہ پڑھیں۔ مگر جو شخص دال پُر کی آواز میں پڑھتا ہے۔ آپ اُس کے پیچھے نماز پڑھ لیا کریں"۔ یہ ضرور قابلِ وضاحت ہے کیونکہ یہی وہ فقرہ ہے جس سے ان لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ حضرتؒ نے ضاد کے مشابہ بالظاء ادا کرنے کو غلط اور مشابہ بالدال پڑھنے کو صحیح فرمایا ہے۔ حالانکہ ایسا سمجھنا خود انہیں کی کوتاہ فہمی ہے۔ ورنہ حضرتؒ کے کلام سے یہ قطعاً ثابت نہیں ہوتا۔ اس فقرہ کو بار بار پڑھیے اور سوچیے کہ کیا اس میں کہیں مشابہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بالظاء کے الفاظ میں نہیں اور ہرگز نہیں۔ یہاں تو تقابل خالص ظاء اور مشابہ بالدال کا ہے۔ اور خالص ظاء اور مشابہ ظاء میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ خالص ظاء تو یہ ہے کہ ضاد کو ظاء ہی کے مخرج سے ادا کیا جائے اور اس سے بدل کر پڑھا جائے۔" یہ یقیناً غلط اور نادرست ہے اور مشابہ بالظاء کا مطلب یہ ہے کہ "ضاد کو ادا تو خود ضاد ہی کے مخرج سے کیا جائے۔ البتہ اس میں صفات وہی ادا کی جائیں جو ظاء میں ادا کی جاتی ہیں جس کی وجہ سے اس کا تلفظ ظاء کے تلفظ کے مشابہ ہو جائے گا۔" علماء تجوید اسی کے قائل ہیں اور اسی کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ پھر یہ کہ یہاں جس تلفظ کو حضرت اقدسؒ نے مشابہ بالدال سے تعبیر فرمایا ہے اُس سے مراد وہ دال ہے بھی نہیں جو دال کے مخرج سے واؤ کی آمیزش کے ساتھ ادا ہو جو بہت ہی عامی قسم کے لوگوں کا تلفظ ہے بلکہ اس سے مراد وہ ضاد ہے۔ جو اصلی مخرج سے ادا ہونے کے بجائے اثنایا اور رباعیات سے ادا ہو جس کو ضادِ ضعیفہ کہتے ہیں۔ جیسا کہ خود حضرتؒ نے بھی فرمایا ہے (اور دالِ پُر ظاہر ہے کہ خود کوئی حرف نہیں بلکہ ضاد ہی ہے جو اپنے مخرج سے ادا نہیں ہوا)

علاوہ ازیں یہاں مشابہ بالدال سے ضادِ ضعیفہ کے مراد ہونے پر ایک قرینہ یہ بھی ہے کہ حضرتؒ نے خالص دال پڑھنے والے کے پیچھے تو اقتداء کرنے سے منع فرمایا ہے اور مشابہ بالدال پڑھنے والے کے پیچھے اجازت دے دی ہے تو اگر یہاں مشابہ بالدال سے دال مخلوط بالواؤ مراد لیں گے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ دال صحیح کے پڑھنے سے تو نماز نہ ہو اور دالِ مخترع پڑھنے سے ہو جائے۔ وھذا بدیہ البطلان لہذا یہ بات یقینی ہے کہ مشابہ بالدال سے حضرت کی مراد ضادِ ضعیفہ ہی ہے۔ پس حضرت کے کلام کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص عمداً خالص دال یا خالص ظاء پڑھے۔ اُس کے پیچھے تو اقتداء نہ کی جائے اور جو مشابہ بالدال پڑھتا ہے یعنی ضادِ ضعیفہ ادا کرتا ہے اُس کے پیچھے کر لی جائے اور گو یہ چیز بھی دل کو کھٹکتی ہے اس لیے کہ ظاء ایک فصیح حرف ہے اور ضادِ ضعیفہ غیر فصیح اور یہ باعث خلجان ہے کہ صحیح اور فصیح حرف کے پڑھنے سے تو نماز نہ ہو اور غیر فصیح کے پڑھنے سے ہو جائے لیکن حضرت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا یہ فتویٰ گہرے فکر اور بالغ نظری پر مبنی ہے کیونکہ جو شخص ضادِ ضعیفہ ادا کرتا ہے اُس کی نیّت دراصل ضاد فصیحہ ہی کے ادا کرنے کی ہوتی ہے مگر قدرت نہ ہونے کی وجہ سے مخرج پر زبان نہیں لگ پاتی اور بجائے اضراس کے انیاب اور رباعیات پر لگ جاتی ہے اس لیے بجائے ضاد فصیحہ کے ضادِ ضعیفہ ادا ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ سیرافی نے کہا ہے۔ بخلاف اُس شخص کے جو ضاد کو خالص ظا۔ یا خالص دال پڑھتا ہے۔ اُس کی نیّت ہی ضاد کو اصلی مخرج سے ادا کرنے کی نہیں ہوتی۔ بلکہ اُن ہی حرفوں کے مخرجوں سے ادا کرنے کی ہوتی ہے۔ کیونکہ ان حرفوں کے مخرج پر زبان بالعموم قصد و اختیار ہی سے لگتی ہے اور ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ ادا تو ضاد کرنا چاہیں اور زبان ظا۔ یا دال کے مخرج پر لگ جائے۔ کیونکہ یہ دونوں بھی مستقل حرف ہیں۔ اس لیے ان کے مخرج پر زبان خود انہی کی ادائیگی کے وقت لگنے کی عادی ہوتی ہے پس اسی قصد و عذر اور اختیار و اضطرار کے فرق ہی کی وجہ سے حضرتؒ نے خالص دال اور خالص ظا۔ پڑھنے والے کی اقتدا کو ناجائز اور ضادِ ضعیفہ پڑھنے والے کی اقتدار کو جائز فرمایا ہے۔ چنانچہ خود حضرت اقدسؒ کے کلام میں بھی اس فرق کی طرف اشارہ موجود ہے کیونکہ آپ نے خالص دال اور خالص ظاء کے ساتھ عمداً کی قید لگائی ہے۔ اور مشابہ بالدال کے ساتھ یہ قید نہیں لگائی۔ جس کا مطلب یہی ہے کہ ضاد ضعیفہ عذر ہی کی وجہ سے ادا ہوتا ہے قصد و اختیار سے نہیں ہوتا۔ پس پیش کردہ فتویٰ میں تقابل خالص ظاء اور ضاد ضعیفہ کا ہے نہ کہ مشابہ بالظاء اور اُس دال کا جو دال کے مخرج سے واؤ کی آمیزش کے ساتھ ادا ہو جیسا کہ عامۃ الناس ادا کرتے ہیں۔ لہٰذا اس سے یہ سمجھنا کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ضاد کا تلفظ مشابہ بالدال ہے۔ یہ سراسر ناسمجھی اور کوتاہ فہمی ہے۔ محققین کے کلام کو سمجھنے کے لیے نظر بھی تحقیقی ہی ہونی چاہیئے۔

تیسرا استفتاء اور اُس کا جواب: قاری عبدالرحمٰن صاحب مرحوم پانی پتی نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ "حرف ضاد کو مشابہ بالدال

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وظاء نہ پڑھے ورنہ نماز نہ ہوگی۔ کیونکہ نماز میں قرآن کا صحیح پڑھنا فرض ہے۔ لہذا ہر ایک شخص کو مخرج سے ادا کرنے کی ہر حرف کی کوشش ہونی چاہیئے۔ اگر کوشش کرتا ہے اور تب بھی پورا حرف صحیح نہ ادا ہو تو اس میں مؤاخذہ دار نہ ہوگا۔ اگر بلاسعی مشابہ بالدال وظاء پڑھے گا تو معنیٰ میں فرق آوے گا" لہذا اس تحریر میں حضور کیا فرماتے ہیں اور جو شخص کہ قاری ہو یا علم قرأت سیکھتا ہو تو وہ شخص کہ مشابہ بالدال وظاء پڑھے اُس کے پیچھے اس کی نماز ہوگی یا نہیں یا یہ اپنی نماز لوٹا دے۔ یہ میں نے بھی دیکھا ہے کہ اگر حرف ضاد کو مخرج سے ادا کرے تو ہرگز مشابہ بالدال نہیں نکلتا۔ مشابہ بالظاء ادا ہوتا ہے اور باوجودیکہ یہ حرف "شفت" میں سے نہیں ہے۔ مگر ہونٹ ملتے ہیں اور زبان وہاں سے ہٹتی ہے تب مشابہ بالدال نکلتا ہے اصل مخرج سے مشابہ بالظاء مع تمامی شرائط کے ادا ہوتا ہے۔ قیاساً (انتہیٰ بلفظ السائل)

الجواب: یہ قول قاری صاحب کا درست ہے کہ جو شخص باوجود قدرت کے ضاد کو ضاد کے مخرج سے ادا نہ کرے وہ گنہ گار بھی ہے اور اگر دوسرا لفظ بدل جانے سے معنیٰ بدل گئے تو نماز بھی نہ ہوگی اور اگر باوجود کوشش وسعی ضاد اپنے مخرج سے ادا نہیں ہوتا تو معذور ہے اس کی نماز ہو جاتی ہے اور جو شخص خود صحیح پڑھنے کا قادر ہے۔ ایسے معذور کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے۔ مگر جو شخص قصداً خالص دال یا ظاء پڑھے۔ اس کے پیچھے نماز نہ ہوگی۔ فقط (رشید احمد گنگوہی عفا اللہ عنہ)

اس فتویٰ میں ضاد کو اسکے اصلی مخرج سے ادا نہ کرنے کا حکم مذکور ہے" اور غلط بھی اسی کو کہا گیا ہے" نہ کہ مشابہ بالظاء ادا کرنے کو کیونکہ مشابہ بالظاء تو کہتے ہی اس ضاد کو ہیں جو مخرج اصلی سے ادا ہو

تفصیلی تبصرہ: اس سوال کو دیکھ کر اگرچہ بادی النظر میں ذہن اسی طرف منتقل ہوتا ہے کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحب کے کلام میں مشابہ بالظاء اور مشابہ بالدال اپنے عام معنیٰ میں ہے اور سائل نے بھی حضرت گنگوہیؒ سے صفتی اور صوتی مشابہت ہی کا حکم دریافت کیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ نہیں بلکہ اصل یہ ہے کہ حضرت قاری صاحب کے اس کلام میں مشابہ ظاء سے مراد عین ظاء اور خالص ظاء ہے اور سائل نے بھی حضرت گنگوہیؒ سے ابدال بالظاء ہی کا حکم دریافت کیا ہے نہ کہ مشابہ ظاء کا چنانچہ سائل نے حضرت قاری صاحبؒ کا جو یہ فقرہ نقل کیا ہے "لہذا ہر ایک شخص کو مخرج سے ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے"۔ صاف بتا رہا ہے کہ سوال میں مشابہ بالظاء سے مراد عین ظاء ہے جب ہی تو مخرج سے ادا کرنے کی تاکید فرمائی ہے ورنہ مشابہ ظاء ادا کرنے کی صورت میں تو ضاد اپنے مخرج سے ادا ہوتا ہی ہے۔ پھر تاکید کرنے کے کیا معنیٰ اور حضرت گنگوہیؒ نے جو جواب ارشاد فرمایا ہے اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ سائل نے سوال "عینیت" ہی کے بارے میں پوچھا ہے"۔ مشابہت" کے بارے میں نہیں پوچھا کیونکہ آپ نے جواب میں خالص ظاء اور خالص دال ہی کی تغلیط فرمائی ہے۔ مشابہ بالظاء کا ذکر تک نہیں کیا۔ جیسا کہ فرمایا "یہ قول قاری صاحب کا درست ہے کہ جو شخص باوجود قدرت کے ضاد کو ضاد کے مخرج سے ادا نہ کرے وہ گنہ گار بھی ہے"۔ ... الخ اور پھر جواب کے آخر میں فرمایا کہ "جو شخص قصداً خالص دال یا ظاء پڑھے اس کے پیچھے نماز نہ ہوگی"۔ پس اس سے یہ معلوم ہوا کہ سوال میں مشابہ بالظاء اور مشابہ بالدال سے مراد خالص ظاء اور خالص دال ہی ہے جب ہی تو آپ نے جواب میں خالص ظاء اور خالص دال کا حکم بیان فرمایا ہے۔ پھر یہ کہ سائل نے سوال مشابہ بالدال اور مشابہ بالظاء دونوں ہی کے بارے میں پوچھا ہے تو اگر اس فتوی کی رو سے مشابہ بالظاء کو غلط کہیں گے تو پھر مشابہ بالدال کو بھی غلط ہی کہنا پڑیگا۔ حالانکہ ان فتووں کو پیش کرنے والے اسکو جائز بلکہ ضروری سمجھتے ہیں لہذا حق یہی ہے کہ سوال میں مشابہت سے مراد "عینیت" ہے اور اس کے غلط ہونے میں کسی کو کلام نہیں۔ علمائے تجوید "مشابہت" ہی کے قائل ہیں "عینیت" کے نہیں اور ہم ابھی اوپر فتویٰ نمبر ۲ کی شرح کے ضمن میں کہہ چکے ہیں کہ مشابہت اور عینیت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ سوایہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال کہ حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحب رح نے بجائے خالص ظاء کے مشابہ بالظاء کا عنوان کیوں اختیار فرمایا تو جواب اس کا یہ ہے کہ حضرت رح کے زمانے میں بعض لوگ اس بارے میں غلو کرنے لگ گئے تھے اور مشابہت کی آڑ لے کر عین ظاء کو بھی جائز قرار دینے لگ گئے تھے۔ اسی لیے موصوف نے "بمرگش بگیر تا بتپ راضی شود" کے نفسیاتی اصول کو سامنے رکھ کر اپنے رسالہ میں بعض موقعوں پر سرے سے لفظ مشابہت ہی کی تردید فرما دی ہے تاکہ نہ مشابہت کا لفظ بولا جائے اور نہ کج فہم اس سے عینیت پر استدلال کریں۔ لیکن پھر اس کے بعد ہی حرف کو مخرج سے نکالنے کی تاکید فرما کر یہ بات بھی سمجھا دی کہ مشابہت سے ہماری مراد ذاتی مشابہت ہے نہ کہ صفتی اور ناجائز بھی ذاتی مشابہت ہی ہے صفتی نہیں اور اگر صفتی مشابہت مراد ہوتی تو پھر مخرج کی اہمیت بیان نہ فرماتے بلکہ صفات کے تمایز کی تاکید فرماتے۔ مگر صفتی تغایر چونکہ تھا ہی نہیں۔ اس لیے اس کی تاکید فرمانے کی بھی ضرورت نہیں سمجھی۔ حضرت قاری صاحب رح اور حضرت گنگوہی رح کے کلام کی اس نہایت واضح اور صحیح شرح کے سامنے آجانے کے بعد بھی اگر کوئی شخص یہی سمجھے کہ ان حضرات نے ضاد کو مشابہ بالظاء ادا کرنے سے منع فرمایا ہے تو یہ قصور خود اس کی سمجھ کا ہے وہ دونوں حضرات اس سے بری ہیں۔ ھذا ما عندی والعلم عند اللہ۔

تیرھویں دلیل اور اس پر تبصرہ

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب کے "فتویٰ سے بھی ان لوگوں کو سہارا نہیں مل سکتا"

اسی سلسلہ میں یہ لوگ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رح مفتی اعظم دار العلوم دیوبند کا مندرجہ ذیل فتویٰ بھی پیش کرتے ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الجواب: دریں مسئلہ از امام ابو حنیفہ رحچیزے منقول نیست، چراکہ این مسئلہ فن تجوید است نہ مسئلہ فقہ۔ پس دریں بارہ آنچہ از قراء مشق کردہ باشد عمل کند و حرف ضاد را از مخرج آن حتی الوسع ادا نماید و آنچہ از قراء و علماء عرب و علماء حرمین شریفین مسموع می شود ضاد را مشبہ الصوت بالدال المہملہ المفخمہ می خوانند تغلیط آن ہمہ علماء و قراء ہم سہل نیست فہم رو بکار آوردہ عمل کند والسلام علی من اتبع الھدٰی فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

کتبہ، عزیز الرحمٰن عفی عنہ۔ دار العلوم دیوبند : (عزیز الفتاوی جلد ا)

یعنی اس مسئلہ کے بارے میں حضرت امام ابو حنیفہ رحؒ سے کچھ منقول نہیں۔ اس لیے کہ یہ مسئلہ علم تجوید کا ہے۔ لہذا اس بارے میں جس طرح قراء سے مشق کی ہو اس کے موافق عمل کرنا چاہیے اور ضاد کو حتی الامکان اس کے مخرج سے ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور قراء عرب اور علماء حرمین شریفین سے جو سننے میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ حضرات ضاد کو دال مہملہ مفخمہ کی آواز میں پڑھتے ہیں اور ان سب کی تغلیط بھی آسان نہیں سمجھ سے کام لے کر عمل کیا چاہیے اور ہدایت کی اتباع کرنے والے پر سلام ہو۔

ڈوبتے کو تنکے کا سہارا: اگرچہ قائلین بالدال کے لیے اس فتویٰ میں بظاہر تنکے کا سہارا موجود ہے کیونکہ اس میں مشبہ الصوت بالدال کے الفاظ صراحۃً موجود ہیں اور اس کو قراء عرب اور علمائے حرمین شریفین کا تلفظ بتایا گیا ہے لیکن بنظر غائر دیکھنے والا شخص اس سے متاثر نہیں ہو سکتا اور نہ اس غلط اور خلاف تحقیق تلفظ ہی کو اس فتویٰ سے کوئی سہارا مل سکتا ہے۔ اس فتویٰ کے ایک ایک فقرہ کو سامنے رکھیے اور غور فرمایئے کہ اس سے ان لوگوں کو کہاں تک سہارا ملتا ہے۔ سب سے پہلے آپ حضرت مفتی صاحب رحؒ کا یہ ارشاد ہی سامنے رکھیے کہ "دریں مسئلہ از امام ابو حنیفہ رحچیزے منقول نیست چراکہ این مسئلہ فن تجوید است نہ فقہ"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسئلہ زیرِ بحث کا اہم گوشہ : مسئلہ زیرِ بحث کا ایک اہم پہلو حل ہو جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ حرف ضاد کے تلفظ کا مسئلہ ان مسائل میں سے نہیں جن کا صرف یہ ایک فقرہ ہی ایسا ہے جس سے حل صرف ایک فقیہ ہی کی تحقیق کی روشنی میں ل سکتا ہے بلکہ یہ ان مسائل میں سے ہے جن کی صحت و عدمِ صحت کا مدار علمائے تجوید کے فیصلہ اور انہی کی تحقیق پہ ہے اور پھر حضرت مفتی صاحبؒ نے اس حقیقت کے اعتراف پر ہی اکتفا نہیں فرمایا بلکہ تصحیح حرف کا طریقہ بھی بتا دیا۔ جیسا کہ فرماتے ہیں "دریں بارہ آنچہ از قرّاء مشق کردہ باشد عمل کند و حرف ضاد را از مخرج آن حتی الوسع ادا نماید" اور یہ بات اس کتاب میں بڑی تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکی ہے کہ ضاد کا مخرج اور اس کی صفات ذاتیہ کیا ہیں اور قرّاء مجوّدین کا اس بارے میں کیا مسلک اور کیا تعامل ہے۔ علاوہ محققین متقدمین کے دورِ حاضر اور اس سے کچھ ہی پہلے کے علمائے حرمین شریفین کی تحقیق اور ان کا تعامل بھی بیان ہو چکا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ضاد کو اس کے مخرج سے تمام صفات کو ملحوظ رکھتے ہوئے ادا کیا جائے۔ تو اس کی آواز حتمی طور پر ظاء ہی کی آواز کے مشابہ ہوگی۔ دال کے مشابہ ہرگز نہ ہوگی۔

اس فتویٰ کی رُو سے کیا کرنا چاہیئے : لہٰذا اس فتویٰ کی رو سے بھی یہی چاہیئے کہ ضاد کو خود اسی کے مخرج سے ظاء کے مشابہ ادا کرنے کی مشق کی جاتی اور اس کے خلاف کو ناجائز اور غلط کہا جاتے۔

رہا مفتی صاحبؒ کا یہ فرمانا کہ "و آنچہ از قرّاء و علماء عرب و علمائے حرمین شریفین مسموع می شود۔ ضاد را مشبہ الصوت بالدال المہملہ المفخمہ می توانند تغلیط آں ہمہ علماء و قراء ہم سہل نیست" سو اس سے اگرچہ بظاہر یہی مترشح ہوتا ہے کہ حضرت مفتی صاحبؒ کا میلان تشابہ بالدال کی طرف ہے لیکن ہر ذی فہم سمجھ سکتا ہے کہ حضرت مفتی صاحبؒ کا یہ ارشاد کسی فنی تحقیق اور علم تجوید کے اصول و قواعد یا اس فن کے علمائے محققین کے ارشادات پر مبنی نہیں بلکہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس پر ہے کہ انہوں نے جن چند لوگوں سے یہ حرف سنا ہے ان کو سخت اداکرتے ہوئے پایا ہے اور بس !

استفتاء اور اسکے جواب سے دعویٰ کی تصدیق : چنانچہ ہمارے اس دعویٰ کی تصدیق اس سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت مفتی صاحبؒ نے زیر بحث فتویٰ جس سوال کے جواب میں تحریر فرمایا ہے اس میں سائل نے یہ بیان کیا ہے کہ شاطبی اور تمہید وغیرہ سے ضاد کا مشابہ بالظاء ہونا ثابت ہوتا ہے اور اکثر علمائے متقدمین ومتاخرین اسی پر ہیں۔ مگر چونکہ اس نے بعض علماء کو مشابہ بالدال ادا کرتے ہوئے بھی سنا ہے۔ اس لیے دریافت کیا ہے کہ اس بارے میں قول محقق اور قطعی فیصلہ کیا ہے۔ نیز یہ کہ اکثر احناف کا کیا مسلک ہے اور حضرت امام اعظمؒ نے اس بارے میں کچھ ارشاد فرمایا ہے یا نہیں اور حضرت مفتی صاحبؒ نے اپنے جواب میں نہ تو تشابہ بین الضاد والدال کی علم تجوید وقرأت کی رُو سے تصویب فرمائی ہے۔ نہ فقہ حنفی کی رُو سے اس تلفظ کو صحیح بتایا ہے اور نہ ان علماء کی تغلیط ہی فرمائی ہے جو مشابہ بالظاء ادا کرتے ہیں بلکہ من وجہ اس تلفظ کی تصویب فرمائی ہے کیونکہ سائل نے اس کی صحت پر تجوید وقرأت کی معتبر کتابوں سے استدلال کیا ہے اور اس کو اگلے پچھلے علماء کا مسلک بتایا ہے اور حضرت مفتی صاحبؒ نے اس پر نکیر نہیں فرمائی اور یہ من وجہ تائید ہی ہے مگر چونکہ بعض علمائے عرب کو مشابہ بالدال پڑھتے ہوئے سنا ہے۔ اس لیے اپنا مشاہدہ بھی بیان فرما دیا ہے۔ لیکن اس کو مشاہدہ ہی کی حیثیت سے بیان کیا ہے۔ بطور فیصلہ یہ فقرہ تحریر نہیں فرمایا۔ بطور فیصلہ آپ نے جو بات ارشاد فرمائی ہے وہ وہی ہے کہ "آنچہ از قراء مشق کردہ باشد عمل کند حرف ضاد را از مخرج آں حتی الوسع ادا نماید" پھر حضرت مفتی صاحبؒ کی احتیاط ملاحظہ فرمایئے کہ اپنے مشاہدہ کے ذکر پر ہی اکتفا نہیں کی بلکہ آخر میں یہ بھی فرما دیا کہ "فہم او بکار آورد عمل کند" یعنی یہ صرف میرا مشاہدہ ہی ہے فیصلہ نہیں، فیصلہ وہی ہوگا جو فہم وتحقیق کی روشنی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں سامنے آئے گا اور عمل بھی اسی پر کرنا چاہیئے اور گزشتہ صفحات میں یہ حقیقت بڑی تحقیق و تنقیح کی روشنی میں پیش کی جا چکی ہے کہ ضاد کا صحیح تلفظ یہی ہے کہ وہ بلحاظ صفات ظاء کے مشابہ ادا ہو اور صحیح تلفظ اور تشابہ بالدال میں کوئی علاقہ نہیں۔ مگر چونکہ ان لوگوں کو تحقیق حق مطلوب نہیں تھی صرف اپنے اپنے خیال کی تائید ہی مقصود تھی اس لیے حضرت مفتی صاحبؒ کا جواب تو نقل کر دیا لیکن سوال درج نہیں کیا۔ کیونکہ سوال درج کرنے سے ان کے مدعا پر زد پڑتی تھی۔ اس لیے کہ سوال میں تشابہ بالظاء کو فن کی کتابوں میں مصرح اور اگلے پچھلے علماء کا تلفظ بتایا گیا ہے۔ چنانچہ وہ سوال لفظ بہ لفظ درج ذیل ہے۔

استفتاء کی عبارت جو ان لوگوں نے درج نہیں کی: سوال" حرف ضاد مشبہ الصورت بالظاء است یا بالدال چہ بعض علماء دین این حرف را محض بالدال تلفظ کنند و بعض دیگر بالظاء پس کدام راہ راجع الی الصواب است و در علم تجوید و قرآت چہ فیصلہ شدہ است و ہم در شرح شاطبی و تمہید فی علم التجوید للعلامۃ الجزری مذکور است کہ این حرف مشتبہ الصوت و متشارکۃ السمع بالظاء است وعلیہ اکثر العلماء المتقدمین والمتأخرین حضرت امام اعظمؒ دریں باب ہیچ فرمودہ اند یا نہ اکثر احناف بر کدام طریق و دریں باب للاکثر حکم الکل ثابت خواہد شد یا نہ در فساد صلوٰۃ کدام مذہب اقرب و در کدام راہ رہائی عوام است" انتہی۔

ضمیر کی شہادت: اس سوال کو پڑھنے کے بعد اگر آپ زیر بحث فتویٰ کا بغور مطالعہ فرمائیں گے تو آپ کا ضمیر اس بات کی خود شہادت دیگا کہ ہم نے حضرت مفتی صاحبؒ کے کلام سے جو نتیجہ اخذ کیا ہے۔ وہ حقیقت کے عین مطابق ہے یعنی یہ کہ حضرت مفتی صاحبؒ نے تشابہ بالدال کے حق میں فیصلہ نہیں دیا بلکہ اس کو اپنے مشاہدہ کی بنا پر رد اور وہ بھی جیسا کہ ہم آگے چل کر عرض کریں گے غیر ماہرین سے سننے کی بنا پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوا ہے، صرف بعض علماء عرب کا تلفظ بتایا ہے اور بس ! اور چونکہ موصوف کو اس مشاہدہ کے سوا اس تلفظ کی صحت پر کوئی اور دلیل نہیں ملی اس لیے جواب کے آخر میں "فہم رو بکار آوردہ عمل کنند" کا اضافہ کر کے اس مشاہدہ کو فیصلہ کی حیثیت نہ دینے پر تنبیہ بھی فرما دی۔

رجوع کا امکان : پھر یہ کہ اگر بالفرض اس وقت حضرت مفتی صاحبؒ کا خیال بھی یہی تھا کہ ضاد بلحاظ تلفظ مشابہ بالدال ہے تب بھی ممکن ہے کہ آپ نے بعد میں رجوع کر لیا ہو۔ کیونکہ اوپر شرح فقہ اکبر کی عبارت پر تبصرہ کے ضمن میں گزر چکا ہے کہ حضرت علامہ انور شاہ صاحب کاشمیریؒ کے سامنے جب یہ مسئلہ آیا تو آپ نے یہی فرمایا کہ ضاد مشتبہ الصوت بالظاء ہے اور ان دونوں میں امتیازی کا ثنات فقط استطالت اور مخرج کی تفریق ہے اور یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ حضرت مفتی صاحبؒ کا یہ فتویٰ اس واقعہ کے بعد کا ہے یا اس سے پہلے کا۔ اگر پہلے کا ہے تو بہت ممکن ہے کہ حضرت شاہ صاحبؒ کے اس فرمان سے ان کے خیال میں تبدیلی آگئی ہو۔

عدم رجوع سے بھی مسئلہ متاثر نہیں ہوتا : اور احقر عرض کرتا ہے کہ اگر بالفرض حضرت مفتی صاحبؒ کا خیال بھی یہی تھا اور آپ نے اس سے رجوع بھی نہیں فرمایا تب بھی اس سے مسئلہ قطعاً متاثر نہیں ہوتا۔ کیونکہ دلائل کا وہ انبار جو گزشتہ صفحات میں اس مشتبہ الصوت بالظاء ہونے پر پیش کیا جا چکا ہے نیز علم تجوید کے وہ اصول و قواعد جو تشابہ بین الضاد والظاء کے مثبت اور تشابہ بین الضاد و الدال کے مبطل ہیں۔ ان سب کو اور اس ایک کے مقابلہ میں اور وہ بھی جس کی بناء دلائل پر نہیں بلکہ محض بعض غیر مشاق علماء سے سننے کی بنا پر ہے آخر کیسے نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔ جبکہ ہر علم و فن میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ اس کی بعض جزئیات میں اس فن کے بڑے سے بڑے عالم اور امام تک کے قول کو بھی مفتیٰ بہ کی حیثیت نہیں دی جاتی۔

علم فقہ میں اس کے کتنے نظائر موجود ہیں کہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ارشاد کے بجائے صاحبینؒ کے قول کو مفتٰی بہ قرار دیا گیا ہے اور اس سے خدانخواستہ کسی بزرگ کی تنقیص لازم نہیں آتی اور نہ اس کی جلالتِ قدر اور رفعتِ شان کی تحقیر ہوتی ہے بلکہ یہ تحقیقِ حق کا وہ زرّیں اصول ہے جس کی بدولت اُمّت کسی مرجوع قول پر بھی اتفاق نہیں کرسکتی چہ جائیکہ سراسر غلط اور خلافِ حق بات پر متفق ہوجائے۔

ضاد کو سخت ادا کرنے والے عربوں کے تلفّظ کی حقیقت: پھر یہ کہ اگر قرّاءِ عرب میں سے کسی کے تلفظ میں دالِ مفخم کا اثر معلوم ہوتا بھی ہے۔ تو محققین کے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ ان سے صفتِ رخاوت ادا نہیں ہوتی۔ اس لیے جب وہ ضاد ادا کرتے ہیں تو سننے والے کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ دال پُر ادا کر رہے ہیں۔ ایسا نہیں کہ وہ ادا ہی دال کے مخرج سے کرتے ہوں۔ چنانچہ حضرت مفتی صاحبؒ نے جن قرّاء و علمائے عرب کی طرف مشابہ بالدال پڑھنے کی نسبت کی ہے۔ ان کے تلفّظ کی بھی حقیقت یہی ہے جیسا کہ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب مکّی ثم الٰہ آبادی نے فوائدِ مکیّہؒ کے حاشیہ پر تحریر فرمایا ہے وہ لکھتے ہیں: "اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بعض قرّاءِ عجم، اہلِ عرب کو کہتے ہیں کہ ضاد کی جگہ دال مفخم پڑھتے ہیں۔ جواب یہ ہے کہ دالِ مفخم کوئی حرف ہی نہیں۔ اس واسطے کہ دال کی صفتِ ذاتی استفال انفتاح اور مخرج طرفِ لسان اور جڑ ثنایا علیا ہے اور اہلِ عرب ضاد کو اپنے مخرجِ مع استعلاء اطباق کے عموماً ادا کرتے ہیں اور ایک حرف دوسرے مخرج میاین سے ادا ہی نہیں ہوتا اور جب صفاتِ ذاتیہ بدل گئیں تو دال اسے نہیں کہہ سکتے۔ اصل میں وہ ضاد ہے۔ مگر صفت رخاوت جو قلتؑ اور ضعف کے ساتھ اس میں پائی جاتی ہے وہ اکثر عرب سے شاید ادا

عہ رخاوت کے قلیل وضعیف ہونے کی وضاحت کتاب کے ابتدائی صفحات میں زیرِ عنوان "رخاوت کا ضعف تشابہ پر کچھ اثر انداز نہیں" گزر چکی ہے ۱۲۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ ہوتی ہو"! ۔۔۔ الخ واقعہ یہی ہے کہ قراء عرب میں سے اگر کوئی صاحب ضاد کو سخت ادا کرتے بھی ہیں تو ان کا ارادہ دراصل صحیح ضاد ہی کے ادا کرنے کا ہوتا ہے مگر صفتِ رخاوت ادا نہ ہو سکنے کی وجہ سے نرم ادا ہونے کی بجائے سخت ادا ہو جاتا ہے۔ ورنہ یہ بات نہیں کہ وہ ادا ہی دالِ مفخمہ کی طرح کرتے ہوں اس لیے کہ دالِ مفخم کا تو وجود ہی نہیں جب ضاد کو سخت ادا کرنے والے عربوں کے تلفظ کی حقیقت شیخ العرب والعجم کی زبانی معلوم ہوگئی تو اب یہ کہنا کہ قراء عرب ضاد کو دالِ مفخمہ کی طرح ادا کرتے ہیں۔ آخر کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ حضرت مفتی صاحب نے تو صرف سنا ہی ہے مگر حضرت قاری صاحب موصوف اس کی تہ تک پہنچے ہیں اور حقیقتِ حال کا سراغ لگایا ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان عربوں کا یہ تلفظ صحیح بھی ہے۔ صحیح تلفظ تو بلاشبہ وہی ہے جس میں "ضاد" مشابہ بالظاء ادا ہوتا ہے چنانچہ محققین قراء عرب اور علماء

محققین قراء عرب کی تصریحات:

حرمین شریفین نے اس کی تصریح کی ہے کہ "ضاد کے بارے میں قول فیصل یہ ہے کہ وہ ظاء سے بہت زیادہ قریب ہے" اور تشابہ بالدال کے بارے میں یہ فرمایا ہے کہ "ہم نے نہ کبھی یہ سنا ہے اور نہ کسی کتاب میں موجود ہے" یہ فتویٰ مدینہ منورہ کے شیخ القراء جناب قاری مقری حسن بن ابراہیم کا ہے جو اب بھی بفضلہ تعالیٰ حیات ہیں اور مسجد نبوی (علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام) میں مدرس ہیں اور مکہ مکرمہ کے قراء نے اس بارے میں درج ذیل فتویٰ تحریر فرمایا ہے کہ "اگر ضاد کو اس کے مخرج سے صفات کی رعایت کے ساتھ ادا کیا جائے گا تو اس وقت ضاد کے تلفظ میں ظاء کی مشابہت کا اثر ہوگا اور ضاد کا دال یا غین سے قریب ہونا حق کے سراسر خلاف ہے" یہ فتویٰ مدرسہ الفلاح مکہ مکرمہ کے مدرس قاری احمد حامد عبدالرزاق صاحب نے بتاریخ ۲۵ ذی قعدہ (۱۳۵۱ھ) تحریر فرمایا ہے اور اس پر بطور تائید و تصویب مدرسۃ الفلاح کے مہتمم جناب مولانا محمد طیب المرکشی اور اس مدرسہ کے دو ممتاز اساتذہ یعنی قاری احمد حامد اور قاری ابوبکر بن احمد الجبشی کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دستخط بھی ہیں۔ پس ان فتووں سے بالکل عیاں ہوگیا کہ اگر کسی عرب کے قاری کے تلفظ میں دال کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے تو وہ اس کی عملی کمزوری ہے نہ یہ کہ تحقیق ہی مشابہ بالدال کے حق میں ہے باقی یہ تو مسلّم ہی ہے کہ اعتبار ماہرین اور محققین کے قول وعمل کا ہوا کرتا ہے۔ کسی علمی تحقیق اور عملی ثبوت کا مدار عوام کے قول وعمل پر نہیں ہوتا لہٰذا اگر اہلِ عرب میں سے بعض لوگ ضاد کو صحیح تلفظ کے ساتھ ادا نہیں کرتے تو ان کے عمل پر کسی مسئلہ کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی مسئلہ صحیح وہی ہوگا جو محققین کے قول وعمل سے ثابت ہوگا اور وہ بلاشبہ تشابہ بالظاء ہی کی تائید وتصویب فرماتے ہیں۔

مولدین کا تلفّظ معیارِ صحت نہیں: اب رہا یہ سوال کہ جب ضاد عربی حرف ہے تو عربوں سے کما حقہٗ کیوں ادا نہیں ہوتا۔ یہ عذر اعجام کے بارے میں تو ہو سکتا ہے کہ چونکہ اس کا مخرج مشکل ہے۔ اس لیے ان سے یہ حرف کما حقہٗ ادا نہیں ہوتا، مگر عربوں کے بارے میں اس عذر کی کوئی وجہ نہیں۔ اس لیے کہ ان کی تو زبان کا حرف ہے۔ پھر ان سے ادا نہ ہو سکنے کے کیا معنیٰ۔ تو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ صحیح ہے کہ ضاد عربی زبان کا حرف ہے اور اہلِ زبان کے لیے اس کی صحیح ادائیگی میں کوئی دشواری نہیں لیکن یہ بات خالص عربوں ہی کے بارے میں مانی اور کہی جا سکتی ہے! رہے مولدین اور آج کل کے اکثر عرب سو اُن کا تلفظ قابلِ احتجاج اور لائق استناد نہیں۔ کیونکہ مرورِ زمانہ اور اختلاطِ عجم کی وجہ سے ان کے تلفظ میں بہت سی فاش غلطیاں پیدا ہوگئی ہیں! جیسا کہ مشاہدہ شاہد ہے اور ایک ضاد ہی کیا اب تو اور بھی بہت سی غلطیاں ان سے سننے میں آتی ہیں خلاصہ یہ کہ ضاد کا صحیح تلفظ بلاشبہ مشابہ بالظاء ہی ہے اور محققین قراءِ عرب اسی

عہ ان ہر دو فتووں کا پورا متن مع اردو ترجمہ! اوپر زیرِ عنوان "علماء حرمین شریفین بھی تشابہ بین الضاد والظاء ہی کے قائل ہیں" درج ہو چکا ہے ۱۲۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر ہیں اور غیر محققین اور قدرت نہ رکھنے والے حضرات کے تلفظ کا کوئی اعتبار نہیں خواہ وہ عرب ہی کیوں نہ ہوں۔

پیش کردہ دلائل پر پھر ایک طائرانہ نظر

تشابہ بالدال کے قائلین اور تشابہ بالظاء کے منکرین کی طرف سے اپنے دعویٰ کے اثبات میں جو دلائل پیش کیے گئے ہیں۔ ان سب کی بتوفیق اللہ تعالیٰ وبعونہ نہایت عمدہ اور صحیح وضاحت سپردِ قلم ہو چکی ہے۔ ان عبارتوں کی صحیح مراد اور شرح واضح ہو جانے کے بعد کسی منصف مزاج اور فکرِ سلیم رکھنے والے شخص کے لیے اب یہ قطعاً زیبا نہیں کہ ان عبارتوں سے خواہ مخواہ کھینچ تان کر کے وہ مطلب نکالے جو سراسر غلط اور خلاف حق ہے۔ آپ نے ملاحظہ فرما لیا ہوگا کہ ان پیش کردہ حوالہ جات میں سے اکثر کا تو تشابہ کی بحث سے کوئی تعلق ہی نہیں اور ان میں یہ مسئلہ بیان ہی نہیں کیا گیا ہے بلکہ ان میں سے بعض میں تو ضاد ضعیفہ کی تعریف بیان کی گئی ہے اور کسی میں دال کے مخرج کو ضاد کے مخرج سے اقرب بتایا گیا ہے اور اکثر عبارتیں وہ ہیں جن میں مختلف پیرایوں میں ضاد کو ظاء سے بدل کر اور اس کے مخرج سے ادا کرنے سے منع کیا گیا ہے ۔ چنانچہ کسی میں اس کی صحتِ ادا میں کوتاہی ہو جانے کی وجہ سے اسکے ظاء اور ذال وغیرہ سے بدل جانے کا اندیشہ ظاہر کیا گیا ہے۔ کسی میں اس کے مخرج کے مشکل ہونے کی وجہ سے مخرج اصلی سے ادا کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ کسی میں ان دونوں کے درمیان بلحاظ مخرج فرق کرنے کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔ کسی میں ضاد کی جگہ ظاء پڑھنے والے کی امامت کو ناجائز کہا گیا ہے، کسی میں اس کو ظاء سے بدل دینے سے صریح الفاظ میں منع کیا گیا ہے۔ رہا " لو لا الاطباق لصار الضاد دالا " سو یہ قضیہ تو سرے سے ہے ہی غلط۔ لیکن ان بیچاروں کو مشابہ بالدال ثابت کرنے کا شوق کچھ ایسا دامن گیر ہوا ہے کہ ان تمام عبارتوں کا ان کے ذہن میں بس ایک ہی مطلب آیا ہے اور وہ یہ کہ ضاد مشابہ بالظاء نہیں اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشابہ بالدال ہے اور ان کے فکر نارسا نے ہر اقتباس سے یہی نتیجہ اخذ کیا ہے اور بس!
ہاں اس سارے انبار میں تین عبارتیں ایسی ضرور ہیں جن سے بادی النظر میں ان کے دعویٰ کے اثبات پر استدلال ہو سکتا ہے۔ ان میں سے ایک تو نوادر الاصول کی عبارت کا یہ حصہ ہے کہ "ضاد ضعیفہ گا ہے مشابہ صوت بالظاء باشد" اور دوسری غایۃ البیان کی یہ عبارت ہے "فلیحسن رعایتہ لئلا تکون مشابھتہ بالظاء" ان دو فقروں کے ظاہر الفاظ سے تو تشابہ بین الضاد والظاء کی نفی مترشح ہوتی ہے۔
کیونکہ ظاہر الفاظ میں نوادر الاصول میں ضاد مشابہ بصوت ظاء کو ضاد ضعیفہ بتایا گیا ہے اور وہ مستہجنہ اور ردی ہے اور غایۃ البیان کی ظاہر عبارت میں ضاد کے مشابہ بالظاء ادا ہونے کے ڈر سے اس کو اچھی طرح ادا کرنے کی ہدایت کی گئی ہے اور ڈر غلط تلفظ ہی کا ہوتا ہے نہ کہ صحیح کا اور تیسری عبارت حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ کے جواب کا یہ اقتباس ہے: "وآنچہ از قراء عرب وعلمائے حرمین شریفین مسموع مے شود ضاد را مشتبہ الصوت بالدال المہملۃ المفخمۃ می خوانند"۔ اس سے بظاہر تشابہ بالدال کا اثبات مفہوم ہوتا ہے لیکن جیسا کہ اوپر ان عبارتوں کی شرح کے ضمن میں عرض کیا جا چکا ہے کہ نوادر الاصول اور غایۃ البیان کی عبارت میں مشابہت سے مراد صفتی مشابہت نہیں بلکہ اس سے مراد ذاتی مشابہت ہے۔ پس نوادر الاصول کی عبارت میں اس ضاد کو ضعیفہ نہیں کہا گیا۔ جو بلحاظِ صفاتِ ظاء کے مشابہ ادا ہو بلکہ اس کو کہا گیا ہے جو ظاء کے مخرج سے ادا ہو۔ اور ایسے ہی غایۃ البیان میں ضاد کی صحت کا اہتمام کرنے کی جو ہدایت کی گئی ہے تو وہ بھی اس کے ظاء کے مخرج سے ادا ہو جانے کے اندیشہ سے کی گئی ہے نہ کہ بلحاظ صفاتِ ظاء کے مشابہ ادا ہونے کے اندیشہ سے جیسا کہ اوپر اس کی تفصیل گزر چکی ہے اور یہ بات ہم پہلے کئی بار کہہ چکے ہیں کہ محققین کے نزدیک مشابہت کا مفہوم یہ ہے کہ ضاد ادا تو اپنے ہی مخرج سے ہو۔ البتہ آواز اور تلفظ میں ظاء کے مشابہ ہو اور اگر مخرج بھی بدل جائے اور ضاد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ظا۔ ہی کے مخرج سے ادا ہو تو بہ تشابہ نہیں بلکہ ابدال ہے اور یہ یقیناً غلط ہے رہا حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد سو وہ کسی فنی دلیل پر مبنی نہیں بلکہ محض غیر مشاق علماء سے سننے کی بناء پر ہے جس کی خود محققین قراء عرب اور علمائے حرمین شریفین نے بھی تغلیط فرمائی ہے۔ جیسا کہ ان کے فتوؤں سے ظاہر ہے۔ لہٰذا ان عبارتوں سے بھی ان کے مسلک کی تائید نہیں ہوتی۔

قول فیصل: اور آخری بات یہ ہے کہ جب تک یہ تسلیم کیا جاتا رہے گا کہ دال مستفلہ، منفتحہ، شدیدہ، قصیرہ، مقلقل اور غیر منفوخہ ہے اور ضاد و ظا مستعلیہ مطبقہ، رخوہ، غیر مقلقل اور منفوخہ ہیں۔ پھر یہ ضاد مستطیل اور بعض کے نزدیک متفشی بھی ہے اس وقت تک کوئی حوالہ کوئی اقتباس، کوئی دلیل اور کوئی قول اس کے مشابہ بالدال ہونے یا مشابہ بالظاء نہ ہونے کا ثبوت فراہم نہیں کر سکتا بلکہ اول کی نفی اور ثانی کا اثبات ہی ماننا پڑے گا۔ ھذا ما عندی والعلم عند اللہ!

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

التکملہ — حصّہ دوم

"ازالۂ مغالطات"

ناظرین اوپر التکملہ کی بحث کے شروع میں پڑھ چکے ہیں کہ تشابہ بالدال کے قائلین کی طرف سے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں جو دلائل پیش کیے گئے ہیں وہ دو طرح کے ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جن کا تعلق بعض کتابوں کی عبارتوں یا بعض اکابر کے فتووں سے ہے اور دوسرے وہ ہیں جو یا تو خود ساختہ اور ذہنی اختراعات ہیں یا اِدھر اُدھر کی سُنی سنائی باتیں ہیں۔ پہلے حصہ پر تو بحمد اللہ تعالیٰ بڑی شرح و بسط کے ساتھ تبصرہ ہو چکا ہے اور اب ذیل میں دوسرے حصہ پر کلام کیا جاتا ہے اور چونکہ ان باتوں کی حیثیت فی الحقیقت دلائل کی نہیں، بلکہ غلط فہمیوں کا ایک سلسلہ ہے۔ اس لیے ہم نے اس حصہ کو "ازالۂ مغالطات" سے معنون کیا ہے۔

پہلا مغالطہ اور اس کا ازالہ

دال مفخمہ سرے سے کوئی حرف ہی نہیں

کہا جاتا ہے کہ "مانا کہ ضاد و دال میں مناسبت نہیں اس لیے کہ ایک منذلیہ، مطبقہ، رخوہ ہے اور دوسرا مستفلہ، منفتحہ، شدیدہ، لیکن ہم ضاد کو دالِ مفخمہ کے مشابہ پڑھتے ہیں نہ کہ دالِ مرقق کے" سو اس غلط فہمی کا جواب یہ ہے کہ ساری دنیا کے کتب تجویدیہ کی ورق گردانی کیجیے۔ اس فن کے اگلے پچھلے، بڑے چھوٹے تمام علماء سے فتویٰ حاصل کیجیے، کہ کیا حروفِ قرآنیہ میں کوئی حرف "دال مُفخّم" کے نام سے بھی پایا جاتا ہے تو فن کی کتابیں اور اس کے تمام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علماء بیک زبان اس کی نفی ہی میں فتویٰ صادر کریں گے۔ پس جب مشبہ بہ کا وجود ہی ثابت نہیں تو کسی حرف کو اس کا مشبہ قرار دینے کے کیا معنیٰ۔

اور اب تو معاملہ اس سے

"دواد" تو بالکل ہی غلط اور مخترع حرف ہے: بھی آگے گزر چکا ہے کہ

ضاد کو صاف دال ہی کے مخرج سے ادا کرتے ہیں اور چونکہ دال میں قدرتی طور پر "پُر" ادا ہونے کی صلاحیت نہیں ہے۔ اس لیے اس کو پُر کرنے کے لیے ہونٹوں کو گول کرتے ہوئے اس میں واؤ کی آمیزش کر دیتے ہیں۔ جس سے "دواد" کے تلفظ کا ایک بالکل مخترع حرف ہو جاتا ہے اور چونکہ سُن رکھا ہے کہ ضاد میں ایک صفتِ استطالت کے نام کی بھی پائی جاتی ہے اور استطالت کے معنیٰ دراز کرنے کے ہیں۔ اس لیے دال ہی کے مخرج میں کچھ دیر تک آواز کو گھماتے رہتے ہیں۔ سو یہ تلفظ تو بالکل ہی غلط اور مہمل ہے۔ اس لیے کہ جب دال کا تشابہ خالص اور صحیح دال کے ساتھ بھی جائز نہیں تو دال مخلوط بالواؤ کے ساتھ کیسے جائز ہو سکتا ہے اور یہ کتنی ہی عجیب اور مضحکہ خیز بات ہے کہ دال کے پُر کرنے کے لیے صورت بھی وہ نکالی ہے جو، ان حرفوں میں بھی جائز نہیں جو واقعتہً پُر پڑھے جاتے ہیں۔ فن کی کتابوں میں یہ مسئلہ صراحتہً موجود ہے کہ کسی حرف کے پُر کرنے کے خیال سے اس میں واؤ کی آمیزش کرنا تو درکنار ہونٹوں کو گول کرنا بھی جائز نہیں۔ کیونکہ صفت تفخیم کا تعلق زبان سے ہے ہونٹوں سے نہیں اور پھر استطالت کا تعلق بھی صرف ضاد ہی کے مخرج سے ہے۔ کسی اور مخرج سے نہیں کیونکہ اس کا مخرج ہی طویل ہے اور جو آواز اتنے طویل مخرج میں شروع سے آخر تک جاری رہے گی۔ اس میں قدرتی طور پر درازی ہو گی ہی۔ یہ نہیں کہ جس مخرج میں بھی آواز کو دیر تک گھمایا جائے۔ اسی ہی پر استطالت کا اطلاق ہو جائے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرا مغالطہ اور اس کا ازالہ

"مشابہ بالظاء پڑھنا نیا طریقہ نہیں بلکہ مشابہ بالدال پڑھنا نو ایجاد ہے"

کہا جاتا ہے کہ "ضاد کو مشابہ بالدال پڑھنا پہلے ہی سے چلا آرہا ہے اور اس کے برعکس اس کو مشابہ بالظاء پڑھنا یہ امر محدث اور نیا طریقہ ہے" مگر یہ محض مغالطہ یا غلط فہمی ہے۔ جس کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں کیونکہ ضاد کو مشابہ بالظاء پڑھنا ہی طریقہ متقدمین ہے اور فن کی معتبر کتابوں سے اسی کا ثبوت ملتا ہے اور اسی کی تائید ہوتی ہے۔ جیسا کہ اوپر اصل مضمون کے ضمن میں اس پر متعدد دلائل پیش کیے جا چکے ہیں جن میں سے ایک علامہ محمد مکی المتوفی ۱۲۲۳ھ کی کتاب عمدۃ الرعایہ کا وہ اقتباس بھی ہے جس میں انہوں نے ضاد کے مشابہ بالظاء ہونے کی تصریح فرمائی ہے اور اس کتاب کی تصنیف ۱۲۲۰ھ تک مکمل ہو چکی تھی۔ پھر اس میں موصوف نے یہ بھی لکھا ہے کہ "میں نے اس میں صرف وہی مسائل جمع کیے ہیں جو مجمع علیہ اور متفق علیہ ہیں" اور اس کے مقابلہ میں مشابہ بالدال کی کسی محقق کے کلام سے تائید نہیں ہوتی اور اگر ایک آدھ عبارت تلاش بسیار کے بعد کہیں مل بھی جاتی ہے تو اس کا ذکر بطور دلیل نہیں بلکہ محض بعض غیر محققین سے سننے کی بناء پر کیا گیا ہے جیسا کہ گزرا

تیسرا مغالطہ اور اس کا ازالہ

ہم ضاد کو مشابہ بالظاء اہل زیغ کی پیروی میں نہیں پڑھتے بلکہ قراء مجوّدین اور علمائے حق کی اتباع میں پڑھتے ہیں

کہا جاتا ہے کہ ضاد کو مشابہ بالظاء شیعہ وغیرہم پڑھتے ہیں اس لیے ہم کو اس طرح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑھنے سے بچنا چاہیئے تاکہ ہماری ان فرقوں کے ساتھ مشابہت لازم نہ آئے سو جواب اس کا یہ ہے کہ اوّلاً تو یہ لوگ اس کو بعینہٖ ظاء پڑھتے ہیں اور از روئے مخرج بھی ان دونوں میں فرق کرنے کو ضروری نہیں سمجھتے اور یہ یقیناً غلط ہے جیسا کہ آئندہ صفحات میں اس پر تفصیلی کلام آرہا ہے۔ ثانیاً یہ کہ علم تجوید کے قواعد یعنی حروف کے مخارج اور صفات کا تعلق کسی فرقہ کے ساتھ مخصوص نہیں۔ اس کا تعلق عربی لغت سے ہے جو تمام فرقوں کے نزدیک یکساں طور پر مسلّم ہے ثالثاً یہ کہ اگر کوئی ہمارا مخالف کوئی صحیح کام کرتا ہے تو کیا اس خیال سے کہ وہ ہمارا مخالف ہے۔ ہم اس صحیح کام کو چھوڑ کر اس کی بجائے غلط کام کرنے لگ جائیں گے۔ ظاہر ہے کہ مذہب اور عقل دونوں ہی کی رو سے یہ فیصلہ غلط ہوگا۔ ہاں یہ واقعی غلط ہے کہ جس چیز کا ثبوت اہل حق کے کلام اور تعامل سے نہ ملتا ہو اور اہل زیغ کے یہاں وہ چیز پائی جاتی ہو تو ہم ان کی پیروی کرتے ہوئے اپنے اصول میں اس غلط چیز کو داخل کر لیں۔ لیکن ظاہر ہے کہ ضاد کو مشابہ بالظاء پڑھنا اس قبیل سے نہیں ہے بلکہ یہ تو عین طریقہ صواب اور علمائے فن کی صحیح ادا ہے اور اس کے برعکس مشابہ بالدال پڑھنا جملہ علمائے فن کے ارشادات اور ان کے تعامل کے خلاف ہے۔ پس ہم اس کو جو مشابہ بالظاء پڑھتے ہیں تو وہ معاذ اللہ اہل زیغ کی پیروی میں نہیں پڑھتے۔ بلکہ ان علمائے اسلام اور ان ائمۂ مجودین کی اتباع میں پڑھتے ہیں جو علم الاداء کے روشن مینار ہیں۔

چوتھا مغالطہ اور اس کا ازالہ

"فقہاءؒ نے ضاد کی جگہ خالص ظاء پڑھنے کو مفسد صلوٰۃ قرار دیا ہے نہ کہ مشابہ بالظاء پڑھنے کو"

کہا جاتا ہے کہ ضاد کی جگہ ظاء پڑھنے سے تبدیل حرف بحرف آخر لازم آتا ہے جس کی وجہ سے فقہاء کے نزدیک نماز فاسد ہو جاتی ہے اور دال مفخمہ چونکہ کوئی حرف نہیں اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے اس کے پڑھنے سے یہ خرابی لازم نہیں آئی۔ سو جواب اس کا یہ ہے کہ اولاً تو ہم ضاد کی جگہ ظاء پڑھنے کے قائل ہی نہیں ہیں کہ ابدال حرف بحرف آخر لازم آئے ہم تو ضاد وظاء میں صرف صفتی اور صوتی تشابہ ہی کے قائل ہیں اور بلحاظ مخرج دونوں میں فرق کرنے کو ضروری سمجھتے ہیں اور فقہاؒ کے ارشادات ضاد کو ظاء سے بدل کر پڑھنے کے بارے میں ہیں۔ مشابہ بالظاء پڑھنے کے بارے میں نہیں ہیں۔ جتنی عبارتیں بھی اس سلسلہ میں پیش کی جاتی ہیں۔ ان سب میں عین ظاء پڑھنے ہی کا ذکر ہے اور اس کے غلط ہونے میں کسی کو کلام نہیں۔ رہا مشابہ بالظاء پڑھنا سو اس کے غلط ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہ تو عین صحت ادا ہے۔ فقہ کی ایک عبارت بھی ایسی پیش نہیں کی جا سکتی۔ جس میں ضاد کو مشابہ بالظاء پڑھنے سے روکا گیا ہو۔ لیکن یہ منطق عجیب ہے کہ صحیح اور فصیح حرف کے پڑھنے سے تو نماز فاسد ہو جائے اور مخترع اور نو ایجاد حرف کے پڑھنے سے فاسد نہ ہو۔ اگر ضاد کی جگہ ظاء پڑھنے سے نماز فاسد ہوتی ہے تو ضاد کی جگہ دال مفخمہ پڑھنے سے بدرجہ اولیٰ فاسد ہو جاتی ہے۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ کسی شخص کا ارادہ تو صحیح ضاد ہی کے ادا کرنے کا ہو لیکن مخرج پر قدرت نہ ہونے کی وجہ سے زبان غلط مخرج پر لگ جائے اور رخاوت بھی ادا نہ ہو اور اس سے دال پُر جیسا حرف ادا ہو جائے تو ایسے شخص کی نماز پر فاسد ہونے کا حکم اس واسطے نہیں کیا جائے گا کہ اس کا یہ عمل اضطراری ہے۔ کیونکہ ارادہ اس کا صحیح مخرج ہی سے ادا کرنے کا تھا لیکن یہ بات قطعاً غیر صحیح ہے کہ بالقصد مخترع حرف پڑھنے سے بھی نماز فاسد نہیں ہوتی۔ اس مسئلہ کی تفصیل حضرت گنگوہیؒ کے فتویٰ کی شرح کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

پانچواں مغالطہ اور اسکا ازالہ

صحیح خواں علماء کی پیروی نہ کرنا اور غلط پڑھنے والوں کی اتباع کرنا سراسر ناانصافی ہے

بعض لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ بڑے بڑے علماء و فضلاء ضاد کو مشابہ بالدال ہی پڑھتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں تو اگر اس طرح پڑھنا صحیح نہ ہوتا تو وہ اس تلفظ کو کیوں اختیار کرتے"۔ سو جواب اس کا یہ ہے کہ ان حضرات کا اس طرح پڑھنا کسی علمی تحقیق پر مبنی نہیں بلکہ یہ غلط تلفظ ان کو اس ابتدائی معلم کے واسطہ سے پہنچا ہے جس سے انہوں نے اپنی تعلیم کی ابتداء کی تھی اور قاعدہ پڑھا تھا کیونکہ اس وقت ان کے استاد نے ان کو اسی طرح پڑھنا سکھایا تھا پھر ان کی عادت ہی یہی بن گئی اور بڑے ہونے کے بعد اگر اس تلفظ کے غلط ہونے کا علم ہو بھی گیا ہو۔ مگر کون نہیں جانتا کہ بچپن کے تلفظ کا ترک کرنا ناممکن نہیں تو محال ضرور ہی ہوتا ہے۔ ثانیاً یہ کہ اگر بعض علماء مشابہ بالدال پڑھتے ہیں تو بہت سے مشابہ بالظاء بھی تو پڑھتے ہیں تو کیا یہ انصاف کشی نہیں کہ صحیح پڑھنے والوں کی تو اتباع نہ کی جائے اور غلط پڑھنے والوں کی کی جائے۔ ثالثاً یہ کہ جن علماء نے باقاعدہ طور پر علم تجوید حاصل نہیں کیا اور کسی استاد سے تصحیح حروف کی مشق نہیں کی وہ اس ایک ہی غلطی میں مبتلا نہیں ہیں بلکہ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے لفظوں کو وہ غلط ادا کرتے ہیں، چنانچہ وہ ظاء، ذال، ثاء، طاء، صاد بلکہ بعض تو قاف، حاء اور عین کو بھی صحیح ادا نہیں کر سکتے تو کیا ان حرفوں کی ادا کے بارے میں بھی ان کے عمل کو دلیل بنائیں گے۔ ظاہر ہے کہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔ پھر یہ غلط پیروی خاص ضاد ہی کے بارے میں کیوں اختیار کی جاتی ہے جبکہ ضاد کا تلفظ ہے بھی سب سے مشکل۔

چھٹا مغالطہ اور اس کا ازالہ

"سوادِ اعظم سے مراد اہل علم کا سوادِ اعظم ہے ناواقفین اور عامۃ الناس کا نہیں"

اور ایسے ہی بعض لوگ اسی نوعیت کی ایک دوسری غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ "جب حفاظ وعلماء کی اکثریت ضاد معجمہ کو دال مفخمہ کی آواز میں پڑھتی ہے اور سوادِ اعظم کی پیروی کا حکم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیا گیا ہے تو اکثریت کی اتباع کو ترک کر کے اقلیت کی پیروی کیوں کی جائے؟ تو جواب اس کا یہ ہے کہ جس طرح تمام عقلاء کے نزدیک یہ امر مسلّم ہے کہ کسی مسئلہ کی تحقیق کے بارے میں صرف انہیں حضرات کے قول و عمل کو معتبر سمجھا جاتا ہے جن کو اس علم میں مہارت اور بصیرت حاصل ہوتی ہے۔ عامۃ الناس بلکہ معمولی شدھ بدھ رکھنے والوں کے قول و عمل کو بھی کوئی اہمیت نہیں دی جاتی۔ اسی طرح حرف ضاد بلکہ تمام حروف قرآنیہ کے بارے میں بھی صرف ایسے ہی حضرات کی تحقیق کو لائق استناد اور قابلِ اعتماد سمجھا جائے گا جو علم تجوید و قراءت میں ماہر ہیں اور سوادِ اعظم سے مراد ایسے ہی لوگوں کی اکثریت ہے ورنہ اگر عامۃ الناس اور ناواقفین کے انبوہ پر سوادِ اعظم کا اطلاق کیا جائے گا۔ تو پھر ایک ضاد ہی کی ادا کیا اس سے تو دین کی ساری ہی شکلیں مسخ ہو کر رہ جائیں گی بلکہ عقائد تک بھی متزلزل ہو جائیں گے۔

ساتواں مغالطہ اور اس کا ازالہ

"سامعین کے غلط فہمی میں مبتلا ہو جانے کے اندیشہ سے صحیح تلفّظ چھوڑ کر غلط تلفّظ اختیار کرنا ہرگز جائز نہیں"

کہا جاتا ہے "کہ اگر ضاد کو مشابہ بالظاء ادا کیا جائے گا تو اس سے سامعین کو عین ظاء پڑھنے کا گمان ہوگا۔ لہذا مشابہ بالدال ادا کرنا چاہیئے تاکہ سننے والے کسی اشتباہ میں نہ پڑیں"۔ جواب اس کا یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ضاد مشابہ ظاء کو عین ظاء سمجھتا ہے تو یہ اس کی سماعت کا قصور ہے جس کی ذمہ داری قاری پر نہیں۔ قاری کے لیے اس خیال سے کہ سامعین غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ ضاد کو مشابہ بالدال پڑھنا قطعاً جائز نہیں۔ ورنہ اس کا یہ عمل ترک عبادت بخوف ریا کا مصداق ہوگا۔ مشابہ بالظاء پڑھنے کی صورت میں تو صرف بعض سامعین ہی کو گمان ہوتا تھا جو واقعہ کے خلاف تھا اور اس سے نہ قاری گنہگار ہوتا تھا نہ سامع لیکن مشا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بالدال پڑھنے کی صورت میں تو واقعتاً ایک حرف دوسرے حرف سے بدل جائے گا۔ جس سے قاری اور سامعین دونوں ہی گنہگار رہوں گے۔ قاری تو اس لیے کہ اُس نے کلام اللہ کے ایک حرف کو قصداً غلط پڑھا اور سامعین اس لیے کہ وہ اس کا ذریعہ اور سبب بنے۔ پس قاری سامعین کو غلط فہمی سے بچانے کا مکلّف نہیں وہ صرف صحتِ ادا کا مکلّف ہے۔

آٹھواں مغالطہ اور اس کا ازالہ

ضاد کو مشابہ بالدال پڑھنے کیلئے عموم بلویٰ کا عذر بھی غیر معقول ہے

بعض لوگ ضاد کو دال مفخمہ کے مشابہ پڑھنے کے لیے عموم بلویٰ کا عذر پیش کیا کرتے ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ "مانا کہ قواعد تجوید اور اس فن کے علماء کے ارشادات سے اس کی تائید نہیں ہوتی لیکن چونکہ اب عام لوگ اسی طرح پڑھنے لگے ہیں۔ لہٰذا اب اسی تلفظ پر صحت کا حکم لگا دینا چاہیئے مگر یہ ایک ایسا خیال ہے جو عقل اور دین دونوں ہی کی رو سے غلط ہے۔ عموم بلویٰ کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اگر عوام کسی صحیح بات کو چھوڑ کر غلط بات میں مبتلا ہو جائیں تو ان کے ابتلاء عام کو صحیح ہی کا حکم دے دیا جائے۔ عموم بلویٰ کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کہیں کوئی ایسی صورت پیش آ جائے جس کی وجہ سے عامۃ الناس کسی صحیح بات پر عمل کرنے سے قاصر ہو جائیں اور اس عذر کی وجہ سے غیر صحیح بات کو اختیار کرنے کی رخصت دے دی جائے تو معاف ہے مثلاً بارش برسنے سے جو کیچڑ ہو جاتا ہے چونکہ اس سے کپڑوں کو بچانا دشواری سے خالی نہیں۔ اس لیے اگر کپڑوں کو لگ جائے تو فقہاء اس کپڑے کو دھونا ضروری قرار نہیں دیتے اور انہی کپڑوں کے ساتھ نماز پڑھ لینے کی رخصت دے دیتے ہیں۔ کیونکہ یہ ایک عمومی ابتلاء ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ کپڑوں کو خواہ مخواہ کیچڑ میں غلطاں کیا جائے اور ان آلودہ کپڑوں کو صاف ستھرے کپڑوں پر ترجیح دی جائے ٹھیک یہی حال ضاد کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشابہ بالدال پڑھنے کا بھی ہے کہ عام لوگ چونکہ صحیح مخرج سے نکالنے اور صفات کے ادا کرنے پر قادر نہیں ہیں۔ اس لیے فقہاء اس غلطی کو عموم بلویٰ کا حکم دے کر عامۃ الناس کی نماز دں پر صحت کا حکم کر دیتے ہیں لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اس غلط تلفّظ کو بالقصد اختیار کیا جائے اور تصحیح کی کوشش ہی نہ کی جائے اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ غلط تلفّظ کو صحیح اور صحیح کو غلط بنایا جائے۔

نواں مغالطہ اور اس کا ازالہ

دورِ حاضر کے عام عربوں کا تلفّظ قابلِ استناد نہیں

کہا جاتا ہے کہ عرب اس حرف کو دال مفخمہ کی طرح پڑھتے ہیں۔ اس لیے ہمیں بھی ان کی اتباع میں ایسے ہی پڑھنا چاہیئے۔ سو اس مغالطہ کا جواب یہ ہے کہ اولاً تو سب عرب اس طرح پڑھتے ہی نہیں۔ صرف وہی لوگ پڑھتے ہیں جو قواعدِ تجوید سے ناواقف اور حروف کے مخارج اور ان کی صفات سے نابلد ہیں۔ محققین اور مجودین ماہرین اس کو مشابہ بالظاء ہی پڑھتے ہیں۔ جیسا کہ حرمین شریفین کے علماء و قرّاء کے ان فتووں سے ظاہر ہے جو ہم اوپر اصل مضمون میں درج کر آئے ہیں اور پھر جیسا کہ ہم اوپر حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰنؒ کے فتویٰ کی شرح کے ضمن میں لکھ آئے ہیں کہ اگر بعض عرب ضاد کو سخت ادا کرتے بھی ہیں تو وہ مشق نہ ہونے کی وجہ سے اس طرح پڑھتے ہیں ورنہ ان کی نیت دال مفخمہ کے مشابہ ادا کرنے کی قطعاً نہیں ہوتی۔ کیونکہ دال مفخمہ تو کوئی حرف ہی نہیں۔ ثانیاً یہ کہ اس زمانہ کے عرب محض عرب ہونے کی بناء پر قابلِ حجت اور لائق استناد رہے بھی نہیں! کیونکہ مرورِ زمانہ اور اختلاطِ عجم کی وجہ سے ان کے تلفظ میں بہت سی فاش غلطیاں رونما ہوگئی ہیں۔ ثالثاً یہ کہ جن ائمۂ فن، فقہاء امت، علمائے تفسیر اور محدثین عظام کی عبارتیں اوپر تشابہ بین الضاد والظاء کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثبوت میں درج کی جا چکی ہیں۔ وہ اکثر عرب ہی تھے اور پھر وہ تھے بھی اہلِ فن اور محققین علاوہ ازیں ان کو تقدم زمانی کا شرف بھی حاصل تھا۔ لہٰذا ان کے مقابلہ میں دورِ حاضر کے ان عربوں کے تلفظ کو دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔ جو فن سے ناواقف ہونے کے علاوہ طویل زمانہ سے اختلاط عجم کا شکار رہے ہیں۔

دسواں مغالطہ اور اس کا ازالہ

"عربوں کو قرآن مجید کے کسی تلفظ کو بدلنے کا کوئی حق نہیں"

بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سُنا گیا ہے کہ "چونکہ ضاد عربوں کی اپنی زبان کا حرف ہے۔ اس لیے انہیں حق پہنچتا ہے کہ وہ اس حرف کو جس طرح چاہیں ادا کریں اور فی زمانہ چونکہ اکثر عربوں نے اس کو سخت اور دال کے مشابہ ادا کرنا شروع کر دیا ہے اس لیے اب اسی تلفّظ کو صحیح مان لینا چاہیئے"، مگر ان کا یہ خیال قطعاً درست نہیں۔ قطع نظر اس سے کہ اہل زبان اپنی زبان کے کسی حرف کے تلفّظ اور اس کی کسی ادا کو بدلنے کا حق رکھتے ہیں یا نہیں۔ مگر یہ بات قطعی ہے کہ قرآن مجید کے کسی حرف کی ادا اور اس کے تلفظ کو موجودہ عرب تو درکنار عرب العرباء بھی بدلنے کا حق نہیں رکھتے تھے۔ کیونکہ جس طرح اس کا ایک ایک حرف منزل من اللہ ہے۔ اسی طرح اس کی ایک ایک ادا اور اس کا ایک ایک تلفّظ بھی اللہ ہی کی طرف سے نازل شدہ ہے اگر عربوں کے لیے کسی حرف کے تلفظ کو بدلنا جائز ہوتا تو صدر اوّل کے علماء اسلام، حروف قرآنیہ کی صحت ادا کی حفاظت کی خاطر تجوید کے نام سے ایک مستقل علم مدوّن نہ فرماتے بلکہ یہ خیال کر لیتے کہ ہر زمانے کے عرب جس طرح چاہا کریں گے۔ قرآن کے حرفوں کو ادا کر لیا کریں گے اور عجمی ان سے سیکھ لیا کریں گے۔ پس ان حضرات کا علم تجوید کو مدوّن فرمانا اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ وہ قرآن کے حروف و کلمات کی طرح ان کے تلفظ میں بھی کسی تبدیلی کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائز سمجھتے تھے اور قیامت تک کے آنے والے مسلمانوں کے لیے اسی بات کو ضروری قرار دیتے تھے کہ وہ قرآن کے حرفوں کو اسی تلفظ کے موافق ادا کریں جس طرح کہ صدرِ اوّل میں ادا کیے جاتے تھے پھر جیسا کہ جاننے والے جانتے ہیں کہ موجودہ عربوں کی زبان فصیح رہی بھی نہیں اور قرآن مجید فصیح عربی میں نازل ہوا ہے۔ کما قال تعالیٰ: هٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ۔ تو اب یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ جو قرآن فصیح عربی میں نازل ہوا ہو اس کے کسی حرف کے تلفظ کو غیر فصحاء اور مولّدین اپنے مخترع اور نو ایجاد تلفظ سے بدل دیں اور اسی کو قرآن کا تلفظ بتائیں۔ پھر یہ کہ اگر عربوں کے لیے تلفظ بدلنے کا حق تسلیم کر لیا جائے تو اس سے ایک ضاد ہی نہیں بلکہ اور بھی بہت سے حروف متاثر ہوں گے کیونکہ اگر بہت سوں کے لیے ضاد کی صحیح ادائیگی مشکل ہے تو کچھ ایسے بھی ہوں گے جن کے لیے بعض دوسرے حرفوں کی ادائیگی بھی مشکل ہو گی۔ لہٰذا یہ خیال "کہ عربوں کو ضاد کے تلفظ کو بدلنے کا حق ہے" کسی طرح بھی صحیح نہیں۔

www.KitaboSunnat.com

گیارھواں مغالطہ اور اس کا ازالہ

"یہ اختلاف دیوبندی اور بریلوی اختلافات میں سے نہیں"

بعض لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ "یہ اختلاف دیوبندی اور بریلوی اختلافات میں سے ہے۔ دیوبندی ضاد کو مشابہ بالظاء پڑھتے اور بریلوی مشابہ بالدال" لیکن یہ خیال صحیح نہیں بلکہ واقعہ یہ ہے کہ دیوبندی ہوں خواہ بریلوی دونوں گروہوں میں سے جن علماء اور اکابر نے بھی علم تجوید کی روشنی میں اور اس کے اصول و قواعد کو سامنے رکھ کر اس بارہ میں کچھ کہا ہے۔ انہوں نے وہی فرمایا ہے جس کی تفصیل اوپر پیش کی جا چکی ہے یعنی یہ کہ "ضاد" صوت و سمع میں ظاء کا مشابہ ہے دال کے مشابہ نہیں۔ چنانچہ بریلوی مکتب فکر کے انتہائی قابلِ احترام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور لائق استناد بزرگ جناب مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی نے "الجام الصاد" میں ضاد اور دال کے تلفظ کو ان لفظوں میں بیان کیا ہے۔

" یہ ان نرم حرفوں میں سے ہے جو آواز کو بڑھنے جاری رہنے سے نہیں روکتے انہیں ساکن کرکے بولیے تو آواز بند نہ ہو جائے گی یعنی ان کی صورت بظاہر آنی نہیں کہ ادا ہوتے ہی معاً منقطع ہوگی بلکہ قابل تدریج ہے بڑھنے کی گنجائش رکھتی ہے، ایسے حروف کو رخوہ کہتے ہیں بخلاف ان کے طرف مقابل شدیدہ کے جن کا مجموعہ اجد قط بکت، یا اجدك قطبت ہے۔ مثلاً اَج یا اِد یا اُق کہیے تو آواز فوراً بالکلیہ گرفتہ ہو جائے گی کہ حرف کی آواز پیدا ہوتے ہی معاً ایسی ختم، منقطع ہوگی جس کی بو بھی باقی نہ رہی۔" انتہیٰ بلفظہٖ (الجام الصاد مطبوعہ بریلی ص۱۸)

بریلوی حضرات اس اقتباس کو بار بار پڑھیں اور غور کریں کہ مصنف الجام الصاد نے کتنی صفائی اور وضاحت کے ساتھ ضاد و دال کے تقابل اور ان کے باہم تباین التلفظ ہونے کو بیان کیا ہے کیا ان کے لیے اب بھی یہ کہنے کی گنجائش باقی رہ گئی ہے کہ ضاد مشابہ بالدال ہے۔ کیا مشبّہ اور مشبّہ بہ میں ایسا ہی تضاد ہوا کرتا ہے۔ جو مصنف الجام الصاد نے بیان فرمایا ہے۔ ہمارے خیال میں تو اس انکشاف کے بعد وہ تمام علماء اور عامۃ الناس جو بریلوی مکتب فکر سے وابستہ ہیں۔ انہیں اب اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہونا چاہیے بلکہ ضاد کے مشابہ بالظاء ہونے اور مشابہ بالدال نہ ہونے کو بے چوں وچرا تسلیم کر لینا چاہیے۔

بارھواں مغالطہ اور اس کا ازالہ

"ضاد و ظاء میں جو تشابہ پایا جاتا ہے وہ غیر ارادی نہیں بلکہ ارادی اور اختیاری ہے"

بعض حضرات ضاد و ظاء کے تشابہ کو تسلیم تو کرتے ہیں لیکن ان کا خیال یہ ہے کہ قاری کر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس تشابہ کا قصد نہیں کرنا چاہیے۔ اگر یہ تشابہ بلا قصد پایا جائے تب تو صحیح ہے۔ ورنہ تشابہ کا قصد کرنا جائز نہیں"۔ مگر یہ منطق ہماری سمجھ سے بالا ہے کیونکہ جب صفات کی رعایت قصد اور ارادہ سے کی جائے گی تو اس کی وجہ سے موصوف میں جو اثر پایا جائے گا اس کو بلا قصد نہیں کہہ سکتے اگر ہم نے پانی میں شکر گھولی ہے تو اس کی وجہ سے اس کے اندر جو مٹھاس پیدا ہوگی۔ اس مٹھاس کو غیر ارادی اور غیر قصدی نہیں کہا جا سکتا بلکہ قصدی اور اختیاری ہی کہیں گے۔ ایسے ہی اگر ضاد کے ادا کرتے وقت رخاوت استعلاء اور اطباق کو ملحوظ رکھیں گے تو اس کی وجہ سے موصوف کے اندر جو نرمی اور تفخیم پیدا ہوگی وہ بھی اختیاری اور ارادی ہی کہلائے گی۔ لہذا توافق صفات کی وجہ سے ضاد اور ظاء کی آوازوں میں جو مشابہت پیدا ہو گئی ہے تو یہ اس کا ایک وصف ذاتی ہے جس سے مفر نہیں اور ضاد کی یہ ادا کسی مجبوری کی بناء پر نہیں ہے بلکہ اختیاری اور ارادی ہے۔ جیسا کہ رعایہ، نہایت القول المفید، کنز المعانی عرف شعلہ اور دوسرے حضرات کی عبارتوں میں اس کی تصریح ہے۔ لہذا یہ خیال کہ "ضاد کو بالقصد ظاء کے مشابہ ادا کرنا ناجائز ہے" صحیح نہیں کیونکہ یہ تشابہ صفات کے علاوہ کسی دوسری چیز کے لانے سے پیدا نہیں ہوا کہ اس کو ناجائز بتایا جائے پھر یہ تشابہ کوئی خیال اور وسوسہ کی چیز تو ہے نہیں کہ محض قصد سے موجود اور ترکِ قصد سے معدوم ہو جائے بلکہ یہ ایک ایسی کیفیت ہے جس کا مدار عمل پر ہے۔ اگر صفات کی رعایت کما حقہٗ کی جائے گی۔ تو تشابہ یقیناً پایا جائے گا۔ خواہ قاری کا ارادہ ہو یا نہ ہو اور اگر رعایت نہیں کی جائے گی تو تشابہ ہرگز ظاہر نہ ہوگا خواہ قاری کا ارادہ ہی کیوں نہ ہو۔ اس کے بعد بھی اگر کسی کو اس پر اصرار ہو کہ تشابہ کا قصد نہیں کرنا چاہیے۔ تو میں کہوں گا کہ تشابہ کا قصد کریں یا نہ کریں۔ مگر صفات کی ادائیگی کا قصد ضرور کریں اور نہ صرف قصد بلکہ اپنے عمل سے اس ارادہ کی تکمیل بھی کریں۔ اگر ایسا کریں گے تو انشاء اللہ تشابہ ضرور پیدا ہوگا۔ وھذا ھو المقصود۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فریق ثانی کے دلائل پر تبصرہ تمام ہوا: الحمد للہ! کہ یہاں پہنچ کر ان دلائل و مزعومات پر تبصرہ تمام ہوا جن کی بناء پر ضاد کا مشابہ بالدال ہونا یا مشابہ بالظاء ہونا سمجھا جاتا ہے اور اب ایک نہایت اہم مضمون بیان کیا جاتا ہے جو اس ساری بحث کی جان اور اس کی روح ہے۔ ملاحظہ فرمائیے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خیر القرون میں بھی ضاد مشابہ بالظاء ہی ادا ہوتا تھا

سوال: اگرچہ علم تجوید کے اصول وقواعد، اس فن کے علماء کے ارشادات، فقہاء، مفسرین، محدثین اور علمائے عربیت کے کلام سے تو ضاد کا مشابہ بالظاء ہونا ہی ثابت ہوتا ہے لیکن کسی مسئلہ کے ثبوت کے لیے اتنا ہی کافی نہیں کہ اس فن کے ائمہ یا دوسرے علماء کے کلام سے اس کی تصدیق ہو جائے۔ بلکہ اصل مدار اس پر ہے کہ اس کا ثبوت خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشاد یا آپ کے مبارک عمل سے یا صحابہ کرامؓ کے قول وعمل سے حاصل ہو۔ اور یہ مسئلہ حرف کی آواز اور تلفظ سے متعلق ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کی مبارک آوازیں ہم تک پہنچی نہیں اور نہ کسی نے ان کو محفوظ ہی کیا ہے اور جب آوازیں محفوظ نہیں کی گئیں تو کسی حرف کی آواز اور اس کے تلفظ کے بارے میں کوئی قطعی فیصلہ کیونکر ممکن ہے۔

ضاد کی صحیح ادا معلوم کرنے کا طریقہ بھی وہی ہے جو دوسرے حروف کی ادا معلوم کرنے کا ہے

جواب: جس طرح قرآن کے دوسرے حروف کا تلفظ اور ان کی صحیح ادا معلوم کرنے کے لیے علم ادا کی کتابوں اور اس فن کے علماء کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور اس بارے میں انہیں دو چیزوں پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ اسی طرح حرف ضاد کی صحیح ادا معلوم کرنے کا بھی یہی ذریعہ اور یہی طریقہ ہے اور اس بارے میں ضاد کی کوئی تخصیص نہیں۔ کیونکہ اس کے صحیح تلفظ اور اصلی آواز کے ہم تک پہنچنے میں بھی وہی طریقہ اور وہی ذریعہ متداول رہا ہے جو باقی حرفوں کی آوازوں اور ان کے تلفظ کے پہنچنے میں رائج رہا ہے اور اس کی رو سے اس کا مشابہ بالظاء ہونا بفضلہ تعالیٰ باحسن وجوہ ثابت ہو چکا ہے اور تفصیل اس اجمال کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ ہے کہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو قرآن کے احکام کی تعلیم دی اور اس پر عمل کرنا سکھایا۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کے روبرو قرآن مجید کے الفاظ کی تلاوت فرما کر ان کو اس کی صحیح ادا بھی سکھائی۔ پس جس طرح صحابہ کرامؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کے مطالب اور اس پر عمل کرنا سیکھا اسی طرح انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کے حروف وکلمات کی ادا بھی سیکھی۔ پھر جس طرح صحابہؓ نے قرآن کے دوسرے حروف کا تلفظ سیکھا۔ اسی طرح انہوں نے حرف ضاد کی ادا اور اس کا تلفظ بھی سیکھا۔ پھر جس طرح صحابہؓ نے اپنے شاگردوں کو دوسرے حروف کی ادا سکھائی۔ اسی طرح انہوں نے ضاد کا تلفظ بھی ان کو سکھایا۔ پھر اس کے بعد اُس مبارک زمانہ سے ہمارے اس زمانہ تک جس طرح ہر زمانے نہایت معتبر اور ثقہ علماء اور بالخصوص علم ادا کے ائمہ کرام کے ذریعے قرآن کے دوسرے حروف وکلمات کی صحیح ادا کی حفاظت قرناً بعد قرنٍ اور نسلاً بعد نسلٍ ہوتی چلی آئی ہے۔ ٹھیک اسی طریقہ اور اسی ذریعہ سے حرف ضاد کے صحیح تلفظ کی حفاظت بھی ہوتی چلی آئی ہے۔ پس اگر ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں اور یقیناً کرتے ہیں کہ قرآن مجید کے دوسرے حروف کی صحیح ادا آج بھی اسی طرح محفوظ ہے جس طرح کہ خیر القرون میں تھی تو ہمیں یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ حرف ضاد کی صحیح ادا بھی اسی طرح محفوظ ہے جس طرح کہ اس مبارک زمانہ میں تھی۔ پس جس طرح ہمیں دوسرے حروف کے مخارج ان کی صفات اور دوسری کیفیات ادا مثلاً مد، امالہ، غنہ، ترقیق، تفخیم، تسہیل، ادغام، اخفاء وغیرہ کے بارے میں کوئی تردد اور کوئی شک نہیں۔ اسی طرح ہمیں ضاد کے اس تلفظ کی صحت کے بارے میں بھی کوئی شک اور کوئی وہم نہیں۔ اس لیے کہ جن قابل اعتماد حضرات کے ذریعے یہ چیزیں ہم تک پہنچتی ہیں۔ انہیں کے ذریعے ہم تک ضاد کا یہ تلفظ بھی پہنچا ہے اور اس شبہ کی کوئی گنجائش نہیں کہ ضاد کی ادا میں چونکہ اختلاف ہے اس لیے اس کے تلفظ اور آواز کے بارے میں کوئی قطعی فیصلہ نہیں ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہ اختلاف بہت بعد کے زمانہ کی پیداوار ہے جس کی ابتداء اوّلاً مولدین اور اعاجم کی مخرج پر عدم قدرت سے ہوئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی ان سے مخرج پر زبان نہیں لگتی تھی اور پھر رفتہ رفتہ اس کی تسیمع کی طرف سے لاپرواہی ہونے لگی اور پھر بعد کے زمانہ میں بعض حضرات کے کلام کو غلط محمل پر محمول کر لینے نیز بعض بے سند اور بے دلیل باتوں پر اعتماد کر لینے کی وجہ سے اس اختلاف کو اور بھی تقویت مل گئی۔

ائمہ ادا نے دوسرے حروف کی طرح ضاد کے تلفظ کو بھی صدر اول ہی میں مدوّن فرما دیا تھا

ورنہ جس طرح ائمہ ادا نے دوسرے حرفوں کے مخارج اور ان کی صفات صدر اول ہی میں مدوّن فرمادی تھیں۔ اسی طرح انہوں نے حرف ضاد کے مخرج اور صفات کی تدوین بھی اسی زمانہ میں فرمادی تھی اور اس خدمت کا حق پہنچتا بھی انہیں کو تھا اور وہی اس کے اہل بھی تھے اس لیے کہ انہوں نے تابعین اور تبع تابعین کا زمانہ پایا تھا جو خود بھی عرب العرباء تھے اور اس کے علاوہ انہیں صحابہؓ سے شرف تلمذ بھی حاصل تھا اور ان حضرات نے اس کے اندر جو صفات بیان فرمائی ہیں۔ وہ وہی ہیں جو ظاء کے اندر پائی جاتی ہیں۔ یعنی جہر، رخاوت استعلاء، اطباق۔ پس اگر ان صفات کی وجہ سے ظاء نرم اور پُر ادا ہوتا ہے اور اس کی آواز جاری رہتی ہے تو اس کی کوئی وجہ نہیں کہ ضاد نرم اور پُر ادا نہ ہو یا اس کی آواز جاری نہ رہ سکے رہی استطالت سو وہ جریان صوت میں حائل نہیں بلکہ اس کے لیے ممد و معاون ہے کما حققنا من قبل فی بداء البحث۔

صدر اول کے ائمہ ادا کا ضاد و ظاء میں ایک ہی طرح کی صفات بیان کرنا اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ خیر القرون میں "ضاد" ظاء کے مشابہ ادا ہوتا تھا

لہذا صدر اول کے آئمہ تجوید کا "ضاد" کے اندر "ظاء" والی صفات بیان فرمانا یہ اس بات کی بین دلیل ہے کہ انہوں نے تابعین کو تابعین نے صحابہ کرامؓ کو مشابہ بالظاء ادا فرماتے ہوئے سنا تھا اور صحابہ کرامؓ کا مشابہ بالظاء ادا فرمانا یہ اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح ادا فرماتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئے سنا تھا اور میں کہتا ہوں کہ اگر بالفرض ہم یہ تسلیم بھی کر لیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ضاد کو مشابہ بالدال ادا فرماتے تھے تو ظاہر ہے کہ پھر ہمیں یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی آپ سے اسی طرح پڑھنا سیکھا اور اپنے شاگردوں کو بھی اسی طرح پڑھایا تو پھر وہ کون سی چیز اور وہ کونسا داعیہ تھا جس کی بنا پر ائمہ ادا یعنی خلیل، سیبویہ اور فراء نے جو تبع تابعین اور ان کے بعد ہی کے زمانہ کے ہیں۔ اس صحیح اور نبوی تلفظ کو چھوڑ کر جو کہ آسان بھی تھا خواہ مخواہ ایک ایسے تلفظ کو اختیار کیا جو مشکل ہونے کے علاوہ بقول ان کے غیر صحیح اور غیر نبوی بھی ہے۔ اگر ان حضرات نے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین میں سے عرب العرباء کو مشابہ بالدال ادا کرتے ہوئے سُنا تھا تو پھر انہوں نے اس کے اندر ظاء والی صفات کیوں بیان کیں اور دال والی کیوں نہ بیان کیں لہٰذا اب ہمیں دو باتوں میں سے ایک کا ضرور قائل ہونا پڑے گا کہ ان حضرات نے یا تو صحابہ رضی اللہ عنہم اور اس وقت کے عرب العرباء کو مشابہ بالظاء پڑھتے ہوئے سُنا۔ اس لیے اسی تلفظ کو اختیار کیا اور اسی کو اصطلاحات کے ذریعے بعد کے لوگوں کے لیے مدوّن فرمایا یا پھر معاذ اللہ ہمیں اس بات کا قائل ہونا پڑے گا کہ ان حضرات نے سنا تو مشابہ بالدال ہی تھا لیکن کسی نامعلوم اور نفسی غرض کی بنا پر اختیار مشابہ بالظاء کو کیا اور اسی تلفظ کو مدوّن فرمایا لیکن یہ ان حضرات کی علمی دیانت پر نہایت مذموم حملہ ہوگا جس سے پھر ایک ضاد ہی نہیں بلکہ قرآن مجید کے تمام حروف کی ادا ہی مشکوک ہو جائے گی اور نہ صرف حروف کی ادا بلکہ دوسرے اسلامی علوم کے بارے میں بھی یہی خدشہ لاحق ہوگا۔ میں سمجھتا ہوں کہ عہد رسالت اور عہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں ضاد کے مشابہ بالظاء ادا ہونے پر اس سے زیادہ واضح اور قوی ثبوت پیش نہیں کیا جا سکتا۔

فالحمد للہ علی ما وفقنی لایراد ھذا الدلیل المحکم والثبوت الاقوم۔ بہرحال ضاد کا صحیح اور اصلی تلفظ مشابہ بالظاء ہی ہے۔ یہ بات الگ ہے کہ کسی سے اس تلفظ کے موافق ادا نہ ہو سکے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ حقیقت ہی سے انکار کر دیا جائے۔ اگر عملاً یہ مشکل ہے تو اس کی تصحیح کے لیے کوشش کرنی چاہیے اور صحیح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تلفظ پر قدرت نہ ہونے کی وجہ سے خود ہی کو قصور وار سمجھنا چاہیئے نہ یہ کہ جملہ اہل فن اور علمائے امت کے اجماعی فیصلہ کو ٹھکرا کر بے دلیل اور غیر مستند بات کو منوانے کی کوشش کی جائے حق کے واضح ہو جانے اور صحیح مسئلہ کے معلوم ہو جانے کے بعد مسلمان کا یہ فرض ہے کہ وہ حق کے سامنے سر تسلیم خم کر دے اور حق کو بلا چوں وچراں قبول کرے۔

لِاَنَّ الْحَقَّ اَحَقُّ اَنْ یُّتَّبَعَ، وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ ط

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تتمہ یا تصویر کا دُوسرا رُخ

یعنی

"ضاد، ظاء، کا صرف مشابہ ہی ہے، اسکا عین نہیں"

جس طرح بعض لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ "ضاد و ظاء میں تشابہ نہیں" اسی طرح بعض اس غلط فہمی کا بھی شکار ہیں کہ "ان دونوں حرفوں میں چونکہ از روئے صفات کامل درجہ کا اشتراک اور اس کی وجہ سے غایت درجہ کا تشابہ صوتی موجود ہے۔ لہذا ان دونوں میں فرق کرنے اور ہر ایک کو اسی کے مخرج سے ادا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں"۔ چنانچہ حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحبؒ پانی پتی نے اپنے رسالہ "محو الفساد فی تحقیق تلفظ الضاد" میں بعض روافض کا یہ قول نقل کیا ہے: "کہ مخرج را در حقیقت حرف دخل نیست۔ انسان مکلف است باخروج حقیقت حرف نہ بمخرج آن پس حقیقت حرف باید ادا کرد از مخرج مشہور باشد یا نباشد" (محو الفساد)

گزشتہ صفحات میں مسئلہ کا یہ پہلو تو بحمد اللہ پوری طرح محقق اور واضح ہو گیا ہے کہ ضاد وظاء۔ باہم متشابہ الصوت ہیں اور اب ذیل میں مسئلہ کے دوسرے پہلو پر کلام کیا جاتا ہے اور اس شق کو بھی زیر بحث لایا جاتا ہے تاکہ موضوع ہر لحاظ سے کامل ومکمل ہو جائے اور مسئلہ زیر بحث کے سمجھنے میں کوئی غلط فہمی حائل نہ رہے اور گو یہ شق بھی پہلے بیان ہو چکی ہے لیکن وہاں اس کا ذکر ضمناً آ گیا تھا اور تھا بھی مجمل اور اب یہاں مقصود ہی اس شق کا بیان کرنا ہے اور بات بھی تفصیل سے کی گئی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضاد ایک مستقل حرف ہے نہ عین ظاء ہے نہ عین دال : بے شک یہ ایک ناقابلِ تردید اور مانی ہوئی حقیقت ہے کہ ضاد و ظاء میں اشتراکِ صفاتِ ذاتیہ کی وجہ سے لفظی اور صوتی تشابہ موجود ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ضاد عین ظاء ہے یا اس کو ظاء کے مخرج سے نکالنا صحیح ہے۔ ایسا ہرگز جائز نہیں دوسرے حروف کی طرح ضاد بھی ایک مستقل حرف ہے اور اس کی بھی ایک مستقل آواز اور مستقل ادا ہے۔ اس کا مخرج ظاء کے مخرج سے الگ ہے جس کی وجہ سے ضاد اور ظاء کا متغایر الذات یعنی دونوں کا الگ الگ حرف ہونا ایک کھلی ہوئی بات ہے۔ پھر یہ کہ ضاد میں استطالت ہے اور ظاء میں یہ صفت نہیں۔ سطور بالا میں جو کچھ عرض کیا گیا ہے۔ اس سب کا مقصد صرف یہ ہے کہ ضاد کی آواز سننے میں ظاء کی آواز کے بہت مشابہ اور اس سے ملتی جلتی ہے۔ دال وغیرہ کے مشابہ نہیں اور بس یہ مطلب نہیں کہ یہ دونوں بالکل ہی ایک ہیں کیونکہ تشابہ خود تغایر کی دلیل ہے۔ اس لیے تشابہ کے لیے مشبّہ اور مشبّہ بہ دو چیزوں کا ہونا ضروری ہوتا ہے ورنہ تشابہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا اور اگر تشابہ کا یہ مطلب لیا جائے کہ دو حرفوں کے تلفظ میں کوئی فرق ہی نہ ہو اور وہ دونوں سننے میں من کل الوجوہ متحد ہوں۔ تو پھر مشابہت اور عینیت میں کوئی فرق ہی باقی نہ رہے گا۔ اس لیے دونوں کا مخرج الگ الگ ہونے اور ضاد میں صفت استطالت کے ہونے اور ظاء میں نہ ہونے کی وجہ سے ایک کو دوسرے سے ممتاز کرکے پڑھنا اور ہر ایک کو اس کے اپنے ہی مخرج سے ادا کرنا ضروری ہے۔

ضاد کو ظاء سے ممتاز کرکے پڑھنے کے بارے میں علامہ جزریؒ کے ارشادات

مقدمہ میں امتیاز کرنے کی تاکید : چنانچہ محقق ابن الجزریؒ اپنے مشہور رسالہ مقدمہ جزریہ میں فرماتے ہیں :

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"وَالضَّادَ بِاسْتِطَالَةٍ وَّ مَخْرَجٍ ۔ مَيِّزْ مِنَ الظَّاءِ ...الخ

یعنی ضاد کو مخرج کی تفریق اور استطالت کی وجہ سے ظاء سے ممتاز کر کے پڑھو" اور پھر اس کے بعد موصوف نے وہ تمام الفاظ بیان فرمائے ہیں جو قرآن عزیز میں ظاء کے مادہ سے آئے ہیں ۔ تاکہ ان کو تو ظاء کے ساتھ پڑھا جائے اور باقی الفاظ کو ضاد سے، اور اگر امتیاز کرنا ضروری نہ ہوتا اور ایک کو دوسرے کی جگہ اور اس سے بدل کر پڑھنا جائز ہوتا۔ جیسا کہ بعض حقیقت سے ناواقف لوگوں کا خیال ہے تو علامہ جزری رح کو نہ امتیاز کی تاکید فرمانے کی ضرورت تھی اور نہ ظاء کے مادہ والے الفاظ کو بیان کرنے کی حاجت، ان کا امتیاز کی تاکید فرمانا اور ظاء کے مادہ والے کلمات کو چھانٹ کر الگ کر دینا اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ ضاد و ظاء میں امتیاز کرنا ایسا ہی ضروری ہے۔ جیسا کہ باقی حرفوں میں ضروری ہے۔ کیونکہ اگر ان میں امتیاز نہ کیا جائے گا ۔ اور ضاد کو ظاء ہی کے مخرج سے ادا کیا جائے گا تو ایک حرف کے دوسرے حرف سے بدل جانے سے لحن جلی لازم آئے گی اور یہ حرام ہے۔ ہاں یہ مسلم ہے کہ ان دونوں میں غایت درجہ کے تشابہ کی وجہ سے امتیاز کرنا مشکل ہے لیکن یہ امتیاز محالات میں سے نہیں۔ پس بعض حضرات کا یہ کہنا کہ "چونکہ ان دونوں حرفوں میں اس قدر مشابہت ہے کہ ایک کا دوسرے سے جدا کرنا نہایت دشوار ہے۔ اس لیے ان میں فرق کرنا ضروری نہیں"، ناقابلِ تسلیم ہے۔ اس لیے کہ یہ فرق گو مشکل تو ضرور ہے لیکن محال نہیں۔ نہ عادۃً نہ نقلاً۔ عادتاً تو اس لیے کہ ہر زمانہ میں اللہ کے ایسے بہت سے بندے موجود رہے ہیں جو دوسرے متشابہ الصوت حروف کی طرح ان دونوں میں بھی فرق کرتے رہے ہیں اور نقلاً اس لیے کہ ائمہ فن اس فرق کی تاکید فرماتے چلے آئے ہیں ۔ چنانچہ ابھی اوپر علامہ جزری رح کا وہ ارشاد درج ہو ہی چکا ہے۔ جس میں انہوں نے ضاد کو مخرج کے اختلاف اور صفت استطالت کی وجہ سے ظاء سے ممتاز کر کے پڑھنے کی ہدایت فرمائی ہے ۔

نشر میں ضاد کو ظاء کے مخرج سے ادا کرنے کی ممانعت :

علاوہ ازیں موصوف نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

النشر میں ضاد کو ظاء کے مخرج سے ادا کرنے کی صاف لفظوں میں بھی تغلیط فرمائی ہے۔ جیسا کہ ضاد کو غلط پڑھنے والے گروہوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"فمنهم من يخرجه ظاء ومنهم من يمزجه بالدال المهملة ومنهم من يجعله لامًا مفخمة ومنهم من يشمه بالزاي وكل ذلك لا يجوز"۔ پس اس سے معلوم ہو گیا کہ ضاد کو جس طرح ممزوج بالدال مشمہ بالزای اور مبدل بلام مفخم ادا کرنا ناجائز ہے۔ اسی طرح اس کو ظاء کے مخرج سے ادا کرنا بھی ناجائز ہی ہے۔

تمہید میں ابدال کی ممانعت اور اس کی وجہ: اور تمہید میں آپ نے اس کو ذرا اور تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے کیونکہ وہاں پہلے تو ضاد کو ظاء سے بدل کر پڑھنے کا سبب بیان فرمایا ہے۔ اور پھر اس کا تعاقب کرتے ہوئے اس ابدال کی قباحت بیان فرمائی ہے جیسا کہ فرماتے ہیں:

اعلموا ان هذا الحرف ليس في الحروف حرف يعسر على اللسان غيره فان السنة الناس فيه مختلفة وقلّ من يحسنه فمنهم من يخرجه ظاء معجمة لانه يشارك الظاء في صفاتها كلها الا الاستطالة فلولا الاستطالة واختلاف المخرجين لكانت ظاء وهم اكثر الشاميين وبعض اهل المشرق وهذا لا يجوز في كلام الله تعالى لمخالفة المعنى الذي اراد الله تعالى اذ لو قلنا في الضالين الظالين بالظاء المعجمة لكان معناه الدائمين وهذا خلاف مراد الله تعالى وهو مبطل للصلوة لان الضلال بالضاد هو ضد الهدى كقوله "ضَلَّ مَنْ تَدْعُونَ اِلَّا اِيَّاهُ وَلَا الضَّآلِّيْنَ"، ونحوه والظلال بالظاء هو الصيرورة كقوله "ظَلَّ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا" وشبہ فمثال الذی یجعل الضاد ظاءً فی ھذا وشبہ کالذی یبدل السین صادا فی نحو قولہ" وأَسَرُّوا النَّجْوٰی" او یبدل الصاد سینا فی نحو قولہ" وَأَصَرُّوا وَاسْتَكْبَرُوا" فالاول من السر والثانی من الاصرار ط۔

ترجمہ: یعنی حروف قرآنیہ میں ضاد کے سوا کوئی اور حرف زبان پر دشوار نہیں۔ پس لوگ اس میں مختلف الاداوا قع ہوئے ہیں اور ایسے لوگ کم ہیں جو اس کو اچھی طرح ادا کر سکتے ہیں پس بعض تو اس کے بجائے خالص ظاء ادا کرتے ہیں۔ اس لیے یہ استطالت کے سوا باقی تمام صفات میں ظاء کا شریک ہے پس اگر استطالت اور مخرج کا اختلاف نہ ہوتا تو ضاد عین ظاء ہوتا اور یہ اکثر شامی اور بعض اہل مشرق ہیں۔ حالانکہ یہ تبدیلی کلام اللہ میں جائز نہیں۔ کیونکہ اس تبدیلی سے اس معنی کی مخالفت لازم آتی ہے جو یہاں اللہ تعالیٰ کی مراد ہیں اس لیے کہ اگر ہم وَلَا الضَّآلِّيْنَ کے بجائے وَلَا الظَّآلِّيْنَ بظاء معجمہ پڑھیں گے۔ تو اس صورت میں اس لفظ کے معنیٰ دائمین یعنی ہمیشہ رہنے والوں کے ہوں گے اور یہ حق تعالیٰ کی مراد کے خلاف ہے اور اس سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ کیونکہ لفظ ضلال بضاد معجمہ هُدٰی بمعنی ہدایت کی ضد ہے جس کے معنیٰ گمراہی کے آتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ اور وَلَا الضَّآلِّيْنَ وغیرہ میں ہے اور ظلال بظاء کے معنی صیرورت اور ہونے کے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا اور اس جیسے دوسرے الفاظ میں ہے۔ پس ایسے موقعوں میں ضاد کو ظاء سے بدل دینا ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص وَاَسَرُّوا النَّجْوٰی وغیرہ میں سین کو صاد سے اور وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوْا میں صاد کو سین سے بدل دے۔ کیونکہ پہلا "ستر" سے ہے اور دوسرا "اصرار" سے ۔ انتہی

پس صاحب تمہید کا مطلب یہ ہے کہ گو ضاد و ظاء میں صفتی اشتراک موجود ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن اس کی وجہ سے ایک کو دوسرے سے بدلنا قطعاً جائز نہیں۔ اس لیے کہ اس سے قرآن کے معنی بدل جاتے ہیں۔

علامہ محمد مکیؒ کا صحت ادا کی تاکید فرمانا: علامہ محمد مکیؒ اپنی کتاب "رعایہ" میں فرماتے ہیں:

ولابد له من التحفظ بلفظ الضاد حيث وقعت فهو امر يقصر فيه اكثر من رايت من القراء والائمة لصعوبته على من لم يدرب به فلابد للقارى المجود ان يلفظ بالضاد المعجمة المفخمة مستعلية مطبقة مستطيلة فيظهر صوت خروج الريح عند ضغط حافة اللسان لما يليه من الاضراس عند اللفظ بها ومتى فرط فى ذلك اتى بلفظ الظاء او بلفظ الذال فيكون مبدلا ومغيره ... الخ (رعایہ ص۱۸۶)

ترجمہ: یعنی قاری کے لیے ضروری ہے کہ حرف ضاد کو ہر جگہ پورے اہتمام کے ساتھ ادا کرے کیونکہ یہ ایک ایسا مرحلہ ہے کہ میں نے اکثر قراء اور ائمہ کو اس کے تلفظ کے غیر ماہرین پر دشوار ہونے کی وجہ سے اس میں کوتاہی کرتے ہوئے دیکھا ہے پس قاری مجود کے لیے ضروری ہے کہ ضاد کو تفخیم، استعلاء، اطباق اور استطالت کے ساتھ ادا کرے۔ اگر اس طرح ادا کرے گا تو اس کے ادا کرتے وقت جب کنارۂ زبان ڈاڑھوں سے لگے گا تو ایک لطیف آواز پیدا ہوگی اور جب اس میں کوتاہی کرے گا تو بجائے ضاد کے ظاء یا ذال ادا ہو جائے گا اور ضاد ان حرفوں سے بدل جائے گا۔

علامہ زمخشری کا ضاد و ظاء میں بلحاظ مخرج فرق کرنے کو ضروری قرار دینا: علامہ زمخشری تفسیر کشاف میں لکھتے ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و اتقان الفصل بين الضاد و الظاء واجب و معرفت مخرجيهما مما لابدّ منه للقاری فان اکثر العجم لا یفرقون بین الحرفین وان فرقوا ففرقوا غیر صواب ۔۔۔۔ الخ (ھدایۃ الضال ص۱۲)

ترجمہ: ضاد و ظاء میں بلحاظ مخرج اچھی طرح امتیاز کرنا اور ہر ایک کو دوسرے سے ممتاز کرکے پڑھنا ضروری ہے اور ان دونوں کے مخرجوں کی معرفت ان امور میں سے ہے جن کا جاننا قاری کے لیے ضروری ہے۔ کیونکہ اکثر اعجام ان دونوں حرفوں میں فرق نہیں کرتے اور اگر کرتے بھی ہیں تو صحیح طور پر نہیں کرتے۔ انتہیٰ

قدوۃ المحققین حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کا ضاد و ظاء میں فرق نہ کرنے پر شکوہ فرمانا: فخر المتاخرین

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ دہلوی المتوفی ۱۲۳۹ھ تفسیر عزیزی میں آیہ کریمہ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ کی تفسیر کے تحت فرماتے ہیں " فرق درمیان ضاد و ظاء بسیار مشکل است خوانندگانِ ایں دیار ہر دو را یکساں سے برآرند نہ در مقام ضاد ضاد می شود نہ در مقام ظاء ظا مخرج ایں ہر دو حرف جدا جدا شناختن قاری قرآن را ضرور است (الاقتصاد فی الضاد ص۸)

ترجمہ: ضاد و ظاء میں فرق کرنا بہت مشکل ہے۔ اس ملک کے عام قاری دونوں کو ایک ہی طرح ادا کرتے ہیں نہ ضاد کے موقعہ پر ضاد ادا ہوتا ہے اور نہ ظاء کے موقعہ میں ظاء۔ قاری قرآن کے لیے ضروری ہے کہ ان دونوں حرفوں کا مخرج الگ الگ پہچانے" (انتہیٰ)

اس کے بعد آپ نے ان دونوں حرفوں کا صحیح مخرج بیان فرمایا ہے تاکہ قاری ایک کو دوسرے سے ممتاز کر سکے۔

صاحب تحفہ نذریہ کا دونوں میں امتیاز کرنے کی تاکید فرمانا اور امتیاز کا مطلب:

حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحبؒ محدث پانی پتی تحفہ نذریہ میں ارقام فرماتے ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"وآنچہ در بعض رسائل تشابہ بضاد بظاء واقعست مرادش این نیست کہ امتیاز ثم رفع وضاد از ظاء متمیز مسموع نہ شود بلکہ مرادش اینست کہ چون ایشان دراکثر صفات بایکدیگر شریک ہستند وبحال استعلاء واطباق اداء شوند پس ہر دو در تفخیم وجہر واطباق ورخاوت در صوت مشابہ شنوند تا آنکہ ضعیف السمع وناواقف از صوتِ حروف درغلط افتد وگمانِ اتحادِ ایشان کند نہ آنکہ از یک دیگر ممتاز نیستند بلکہ ہر یک از دیگر جدا وممتاز است بمخرج وصفاتِ خود، پس در سمع صحیح ہم از یک دیگر جدا ہستند وہمین است معنیٔ تشابہ ایشان، وتمیز وفرق در اداء ودر سمع ہر دو واجب ست وبعوام جہال کلام نیست وبرائے تمیز آن از ظاء جدائی آن بمخرج وصفت استطالت کافیست . . . . الخ تحفہ نذریہ ص۲۹ ۔

ترجمہ : اور بعض رسائل میں جو یہ لکھا ہے کہ ضاد، ظاء کا مشابہ ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان دونوں میں کچھ فرق ہی نہیں ہے اور "ضاد" ظاء سے جدا اور ممتاز سنائی نہیں دیتا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ دونوں چونکہ اکثر صفات میں باہم شریک ہیں اور کمالِ استعلاء و اطباق کے ساتھ ادا ہوتے ہیں۔ اس لیے یہ دونوں تفخیم، جہر، اطباق اور رخاوت میں شرکت کی وجہ سے آواز میں اس درجہ مشابہ ہیں کہ حرف کی آوازوں سے ناواقف اور کمزور شنوائی والا شخص غلطی میں پڑ جاتا ہے اور ان دونوں کے ایک ہی ہونے کا گمان کر بیٹھتا ہے ورنہ یہ بات نہیں کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے ممتاز ہی نہیں ہیں۔ بلکہ ہر ایک اپنے مخرج اور بعض صفات کی وجہ سے دوسرے سے ممتاز اور جدا ہے اور سمع صحیح میں بھی ایک دوسرے سے ممتاز ہیں اور یہی مطلب ہے انکے مشابہ ہونے کا اور ادا اور سمع میں دونوں میں فرق کرنا ضروری ہے اور عوام جہال کی بات کا اعتبار نہیں اور ضاد کو ظاء سے متمیز اور جدا ادا کرنے کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ اس کو اسی کے مخرج سے صفت استطالت کو ملحوظ رکھ کر ادا کیا جائے۔

حضرت تھانویؒ کا تشابہ سے تغایر پر استدلال فرمانا : حضرت تھانوی قدس سرہ العزیز نے اس ساری بحث کو بہت مختصر لفظوں میں سمیٹ دیا ہے جیسا کہ فرماتے ہیں: "ضاد حرف مستقل است

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ عین ظاء است نہ عین دال گو مشبہ الصوت است بظاء لیکن مفہوم مشابہت خود مستلزم است امتیاز را زیرا کہ مشابہ بودن چیزے بذات خود معنی ندارد۔ مشابہت درمغائرین باشد۔"
(التحقیق اللطیف ص۲۹ نقلاً از رسالہ النور جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ)

ترجمہ: بہرحال ضاد ایک مستقل حرف ہے نہ عین ظاء ہے نہ عین دال اگرچہ اس کی آواز ظاء کے آواز کے مشابہ ہے لیکن مشابہت کا مفہوم خود امتیاز کو مستلزم ہے۔ اس لیے کہ کسی چیز کے اپنی ذات میں مشابہ ہونے کے کوئی معنیٰ نہیں۔ مشابہت دو متغائر اور الگ الگ چیزوں ہی میں ہوتی ہے۔

رسالۃ الصیحہ فی اداء الضاد

صاحب رسالۃ الصیحہ کا تفریق ذات کی تصریح کرنا: الفصیحہ میں ہے:

ان الضاد اذا ادیت فی مخرجھا و زیدیت الاستطالۃ فیھا امتازت عن الظاء فی الذات وتشابھت معھا فی السمع والصوت ولا یلزم التشابہ بینھما فی الصوت ابدالھا بالظاء لانھا ممتازۃ عن الظاء بتغایر المخرج و زیادۃ الاستطالۃ کما قال ابن الجزری والضاد باستطالۃ ومخرج میز من الظاء وکلھا تجی۔

ترجمہ: یہ بات یقینی ہے کہ جب ضاد کو اس کے مخرج سے نکالا جائے گا اور اس میں استطالت ادا کی جائے گی تو وہ ظاء سے ذات میں ممتاز اور صوت وسمع میں اس کے ساتھ مشابہ ہوگا اور ان دونوں کا آواز میں باہم مشابہ ہونا اس کے ظاء سے بدل لینے کو مستلزم نہیں اس لیے کہ یہ مخرج کے علیحدہ ہونے نیز استطالت کے ہونے کی وجہ سے ظاء سے ممتاز ہے۔ جیسا کہ محقق ابن الجزریؒ نے فرمایا ہے:

والضاد باستطالۃ ..... الخ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"نتیجہ اور مآل"

مندرجہ بالا عبارتوں سے یہ حقیقت پوری طرح عیاں ہو گئی کہ علماء تجوید و قرأت اور مفسرین عظام جہاں ضاد و ظاء میں تشابہ کے قائل ہیں وہاں وہ ایک کو دوسرے سے ممتاز کر کے پڑھنے اور ہر ایک کو اس کے اپنے ہی مخرج سے ادا کرنے کو بھی ضروری قرار دیتے ہیں اور تشابہ کی آڑ لے کر ایک کو دوسرے سے بدل کر اور اس کے مخرج سے ادا کرنے کو قطعاً ناجائز بتاتے ہیں بخصوصاً رسالۃ الصحیحہ اور تمہید میں تو مسئلہ کو بہت ہی واضح اور مدلّل انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ پس رسالۃ الصحیحہ کا یہ فیصلہ واقعی حق اور درست ہے کہ "ضاد ظاء کے ساتھ صرف بلحاظ صفات ہی مشابہت رکھتا ہے۔ اور ذات میں اس سے ممتاز ہے" لہٰذا اگر صفتی اشتراک کی وجہ سے صوتی تشابہ ایک امر قطعی ہے تو تغایرِ ذاتی کی وجہ سے ایک کو دوسرے سے ممتاز کر کے پڑھنا بھی ضروری اور لابدی ہے اور تشابہ صوتی کی وجہ سے ضاد کو ظاء سے بدل کر پڑھنے اور اس کے مخرج سے ادا کرنے کی قطعاً اجازت نہیں اور محقق ابن الجزری رحمہ اللہ کی یہ تحقیق بھی انیق ہے کہ ضاد و ظاء میں گو صفتی اشتراک موجود ہے لیکن اس کی وجہ سے ایک کو دوسرے سے بدلنا جائز نہیں۔ اس لیے کہ اس سے قرآن مجید کے معنیٰ[ع] بدل جاتے ہیں اور

ع: اور احقر عرض کرتا ہے کہ اگر کسی مقام میں معنیٰ نہ بھی بدلیں۔ تب بھی ابدالِ حرف بحرف تو بہر حال لازم آ ہی جاتا ہے اور یہ بجائے خود ایک بہت بھاری اور فاش غلطی ہے اس لیے کہ جو قباحت قرآن کے معنیٰ بدل جانے میں ہے وہی قباحت اس کے حروف و کلمات کے بدل جانے میں بھی ہے مطلب عرض کرنے کا یہ ہے کہ اگر ابدالِ حرف سے معنیٰ بھی بدل جائیں تو یہ ابدال قبیح ہے لیکن اگر کسی مقام پر اس سے معنیٰ نہ بھی بدلیں جب بھی یہ ابدال ناجائز اور ممنوع ہی ہو گا۔ اس لیے کہ معانی کی طرح قرآن مجید کے الفاظ کی حفاظت بھی ضروری ہے ۱۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسے ہی حضرت تھانویؒ کی یہ تحقیق بھی لطیف ہے کہ "مشابہت کا مفہوم خود امتیاز کو مستلزم ہے" اس لیے کہ کسی چیز کے اپنی ذات میں مشابہ ہونے کے کوئی معنی نہیں مشابہت دو متغایر اور الگ الگ چیزوں ہی میں ہوتی ہے کیونکہ اگر دو چیزیں نہ ہوں تو تشابہ کا سوال ہی پیدا نہ ہو نہ کوئی مشبّہ کہلائے نہ مشبّہ بہٖ۔

تمایز بین الحرفین کی صورتیں: اب یہ سمجھیے کہ حروف کے ایک دوسرے سے ممتاز ہونے کی دو صورتیں ہیں۔ جن حروف کا مخرج ایک ہے۔ جیسے طاء، دتا، ظاء، ذال اور صاد و سین وغیرہ وہ توصفات ذاتیہ کی کی وجہ سے ممتاز ہوتے ہیں اور جو حروف صفاتِ ذاتیہ میں باہم مشترک ہیں جیسے جیم و دال، میم و نون اور حاء وثاء وغیرہ۔ ان میں تمایز "مخرج" سے ہوتا ہے اور ضاد و ظاء بھی اسی نوع سے ہیں پس جن حرفوں میں تمایز بالمخرج ہے وہ اگر اپنے اصلی مخرجوں سے ادا نہ ہوں گے تو ظاہر ہے کہ اس صورت میں ان کی اصلی حقیقت ادا نہ ہو گی بلکہ زائل ہو جائے گی۔ اس لیے کہ یہ ان کی حقیقت میں داخل ہے کہ وہ انہی مخرجوں سے ادا ہوں جو ان کے لیے خاص ہیں۔ جس طرح کہ جن حرفوں میں تمایز بالصفت ہے۔ اگر ان کی وہ صفات ادا نہ کی جائیں۔ جن کی وجہ سے وہ ایک دوسرے سے متمایز ہوتے ہیں تو وہ دوسرے حرفوں سے بدل جاتے ہیں جیسا کہ علامہ جزریؒ نے تمہید میں واسرّوا اور واصرّوا کی مثال دے کر یہ بات سمجھائی ہے پس اگر وَاَسَرُّوْا کو وَ اَصَرُّوْا اور وَاَصَرُّوا کو وَاَسَرُّوا پڑھنا غلط ہے تو وَ لَا الضَّآلِّیْنَ کو وَ لَا الظَّآلِیْنَ اور الْمَغْضُوْبِ کو الْمَغْظُوْبِ پڑھنا بھی یقیناً غلط ہے کیونکہ اگر صفات کو اہتمام کے ساتھ ادا کرنا ضروری ہے تو مخرج کا اہتمام بدرجہ اولیٰ ضروری ہے پس یہ قول سراسر غلط اور مہمل ہے کہ مخرج کو حرف کی حقیقت میں دخل نہیں۔ انسان حرف کی حقیقت کے ادا کرنے کا مکلّف ہے۔ مخرج سے ادا کرنے کا مکلّف نہیں۔ اس لیے کہ جب حرف اپنے مخرج ہی سے ادا نہ ہو گا اور اس کی ذات ہی کا تحقق نہ ہو گا تو محض صفات کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ادا ہونے سے اس کی حقیقت کیسے ادا ہو سکتی ہے۔ لہٰذا تجرید ذات اور تشخیص حرف کی غرض سے ضاد کو خود اسی کے مخرج سے ادا کرنا ضروری ہے کیونکہ صوت و تلفظ میں تو یہ دونوں مشابہ ہی ہیں۔ اگر مخرج کے امتیاز کو بھی نظر انداز کر دیا جائے گا تو لامحالہ دونوں ایک ہی ہو جائیں گے اور ضاد، ضاد نہیں رہے گا۔ خواہ اس کی آواز ظاء کے مشابہ ہی کیوں نہ ہو اس لیے کہ ضاد کی حقیقت میں یہ بھی داخل ہے کہ اس کی آواز اپنے ہی مخرج یعنی زبان کے بغلی کنارہ اور ڈاڑھوں سے نکلے۔

البتہ ان دونوں میں فرق کرنا کچھ مشکل ضرور ہے: ہاں یہ مسلّم ہے کہ ضاد کو ظاء سے ممتاز ادا کرنا مشکل ہے۔ فقہاء، مفسرین اور مجودین سب ہی کو اس کا اعتراف ہے۔ چنانچہ فقہاء کا ان دونوں کو ان حرفوں میں شمار کرنا جن میں بغیر مشقت کے فصل نہیں ہو سکتا۔ ایسے ہی حضرت شاہ عبدالعزیز کا تفسیر عزیزی میں یہ ارشاد کہ "فرق درمیان ضاد و ظاء بسیار مشکل است" اور ایسے ہی حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحب الٰہ آبادی کا فوائد مکیہ میں یہ فرمانا کہ "اشتراک صفات ذاتیہ کی وجہ سے ضاد و ظاء میں فرق کرنا اور ایک کو دوسرے سے ممتاز کرنا ماہرین کا کام ہے اور ماہر کے فرق کو بھی ماہر ہی خوب سمجھتا ہے" ان حوالہ جات سے یہ چیز ثابت ہو جاتی ہے کہ ان دونوں میں فصل و تمایز دشوار ہے اور نہ صرف دوسرے علماء بلکہ علمائے ادا بھی اس فرق کو مشکل قرار دیتے ہیں۔

فرق کے مشکل ہونے کی وجہ: اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اشتراک صفات ذاتیہ کی وجہ سے آوازیں تقریباً دونوں کی ایک جیسی ہیں لیکن ان کے ظاہر ہونے کی جگہ الگ الگ ہے۔ پھر ظاء کے مخرج پر زبان کا لگانا تو آسان ہے، اس لیے کہ نوک زبان کو ثنایا علیا کے کناروں سے لگانا کوئی مشکل نہیں۔ البتہ زبان کی کروٹ کو ڈاڑھوں کی جڑوں سے لگانا اور وہ بھی اس طرح کہ شروع مخرج سے آخر مخرج تک آواز جاری رہے یہ ایک مشکل چیز ہے جو کثرت مشق، مہارت تامہ اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خاص توفیق کے بغیر ممکن نہیں۔ کیونکہ یہ حرف عربی زبان ہی کے ساتھ خاص ہے اردو اور فارسی کے جن الفاظ میں یہ حرف استعمال ہوتا ہے وہ بھی دراصل عربی ہی کے الفاظ ہیں جو ان زبانوں میں مستعمل ہونے لگے ہیں۔ اس لیے عجمی لوگ" اس جگہ سے "کسی حرف کے نکالنے کے عادی ہی نہیں ہیں۔ اس وجہ سے انہیں اس حرف کے ادا کرنے میں سخت دشواری پیش آتی ہے۔ لہذا کبھی قصداً اور تساہلاً وہ اس کو بھی ظاء ہی کے مخرج سے ادا کر دیتے ہیں اور اگر خود اسی کے مخرج سے ادا کرنے کی کوشش کرتے بھی ہیں تو بالعموم قاصر رہتے ہیں اور زبان بجائے اضراس سے متصل ہو کے رباعی، انیاب اور ضواحک سے لگ جاتی ہے اور گو بعض دوسرے حروف بھی عربی ہی کے ساتھ مختص ہیں۔ مثلاً ظاء، ذال، ثا اور صاد وغیرہ یہی وجہ ہے کہ ان کی صحیح ادائیگی بھی نسبتاً مشکل ہے لیکن ان کے مخرجوں پر زبان کو لگانا ایسا مشکل نہیں تھوڑی سی محنت کے بعد قدرت ہو جاتی ہے بخصوصاً قرا۔ اور مجوّدین کے لیے تو ان حرفوں کے ادا کرنے میں دشواری ہے ہی نہیں۔ چنانچہ علامہ جزری ؒ نے بھی تمہید اور النشر میں صرف ضاد ہی کو اعسر الحروف فرمایا ہے جیسا کہ گزرا۔ پھر یہ سمجھیے کہ تمایز ضاد کا ظاء سے مشکل ہے ظاء کا تمایز ضاد سے مشکل نہیں۔ کیونکہ ادائیگی ضاد کی مشکل ہے نہ کہ ظاء کی بھی یہی وجہ ہے کہ علامہ جزری ؒ نے اپنے مقدمہ میں ممتاز کرنے کا حکم ضاد ہی کے بارے میں فرمایا ہے اس لیے کہ عدم قدرت یا تساہل کی وجہ سے زبان اسی کے مخرج پر لگنے سے قاصر رہتی ہے۔ ہاں اگر دونوں مل کر آئیں جیسے یَعَضُّ الظّٰلِمُ اور یُعَضَّ الظّٰلِمِینَ وغیرہ تو اس صورت میں اس کا بھی امکان ہوتا ہے کہ سبقتِ لسانی کی وجہ سے ظاء بھی ضاد ہی کے مخرج سے ادا ہو جائے۔ اور زبان۔ ظاء کے مخرج پر نہ پہنچنے پائے۔ کیونکہ ان مثالوں میں ضاد پہلے ہے اور ظاء بعد میں چنانچہ محقق ابن الجزری نے اس خفی خدشہ کا بھی احساس فرمایا اور اپنے رسالہ مقدمہ میں اس پر بھی تنبیہ فرما دی۔

جیسا کہ فرماتے ہیں:

وَ اِنْ تَلَاقَیَا الْبَیَانُ لَازِمٌ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ یَعَضُّ الظّٰلِمُ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی اگر ضاد و ظاء آپس میں مل کر آئیں جیسا کہ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ اور یَعَضُّ الظَّالِمُ تو قاری پر ان دونوں میں سے ہر ایک کو دوسرے سے اس طرح ممتاز کرنا ضروری ہے کہ ہر حرف اپنے ہی مخرج سے ادا ہو نہ ضاد، ظاء کے مخرج سے ادا ہو اور نہ ظاء، ضاد کے مخرج سے پھر یہ کہ جس شخص کے لیے ضاد کو ظاء سے ممتاز کرنا مشکل ہے اس کے لیے یہ سمجھنا بھی مشکل ہے کہ ضاد ادا ہوا ہے یا ظاء، اس لیئے کہ دونوں کی آوازیں سن کر الگ الگ پہچان بھی وہی کر سکتا ہے جو خود بھی ان دونوں کو ان کے اصلی مخرجوں سے ادا کر سکتا ہو ورنہ یہ پتہ نہیں چلتا کہ آواز سامنے کے دانتوں سے نکلی ہے یا ڈاڑھوں سے قصیر ہے یا طویل۔ اسی وجہ سے حضرت قاری صاحبؒ الہ آبادی نے فرمایا کہ "ماہر کے فرق کو بھی ماہر ہی خوب سمجھتا ہے"۔

لیکن اس دشواری کے باوجود

مگر باوجود دشوار ہونے کے یہ فرق مامور بہ ہے: یہ فرق ناقابلِ اعتناء نہیں بلکہ مامور بہ ہے۔ چنانچہ جن علماء نے اس فرق کو مشکل کہا ہے اُن سب نے اس کے ملحوظ رکھنے کی تاکید بھی فرمائی ہے۔ جیسا کہ علامہ جزریؒ، علامہ محمد مکی، علامہ زمخشری، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب، حضرت پانی پتی، حضرت تھانوی اور صاحب رسالۃ الصحیحہ کی عبارتیں اس فرق کی تاکید میں اوپر درج ہو چکی ہیں۔ بالخصوص محقق ابن الجزری نے تو اس فرق کو بہت ہی اہمیت دی ہے اور مقدمہ، تمہید اور النشر تینوں ہی میں اس کی تاکید فرمائی ہے۔ جیسا کہ مندرجہ بالا اقتباسات سے ظاہر ہے اور اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ النشر میں فرق نہ کرنے کو ناجائز اور غلط بھی کہا ہے اور تمہید میں اس کے ناجائز ہونے کی وجہ بھی بیان فرمائی ہے کہ اس سے[1] کلام اللہ کے معنی بدل جاتے ہیں۔ لہٰذا بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ "چونکہ ان دونوں میں فرق کرنا نہایت دشوار ہے۔ اس لیے اگر ضاد کی جگہ ظاء پڑھی جائے تو کچھ حرج نہیں"۔ سراسر غلط اور نادرست ہے کیونکہ یہ فرق اگرچہ مشکل تو ضرور ہے لیکن محال یا ناممکن نہیں۔ محققین کا اس فرق کو مشکل فرمانا اس لیے ہے تاکہ قراء اس کا اہتمام کریں اس لیے نہیں کہ وہ اس کو غیر ضروری سمجھیں یا اس سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لاپروائی برتیں۔

از روئے لغت صاد کو ظائے سے بدل لینے کا جواز قرأت قرآن میں حجت نہیں :

سوال، بعض اہلِ لغت نے ضاد کے ظاء سے بدل لینے کو جائز قرار دیا ہے۔چنانچہ تاریخ ابن خلکان میں ابن الاعرابی لغوی کے ترجمہ میں مرقوم ہے :

وكان اى ابن الاعرابي يقول جائز فى كلام العرب ان يعاقبوا بين الضاد والظاء فلا يخطئ من يجعل هذه فى موضع هذه (فتاوى نذيريه جلد اول ص۴۵۸) یعنی علامہ ابن الاعرابی لغوی کہا کرتے تھے کہ کلام عرب میں ضاد کی جگہ ظاء اور ظاء کی جگہ ضاد پڑھنا جائز ہے۔پس جو شخص ان دونوں کو ایک دوسرے سے بدل کر پڑھتا ہے۔وہ خاطی نہیں۔ایسے ہی ابن جنی نے کتاب البینة میں نقل کیا ہے :

ان من العرب من يجعل الضاد ظاءً مطلقاً فى جميع كلامهم وهذا غريب وفيه توسع للعامة.... الخ (التمهيد لابن الجزرى) یعنی بعض عرب ایسے بھی ہیں جو اپنی تمام گفتگو میں ضاد کی جگہ ظاء بولتے ہیں اور یہ غریب ہے اور اس میں عوام کے لیے وسعت ہے پس ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ ضاد کو ظاء سے بدل لینے میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ یہ جائز ہے۔

جواب ؛ ان دونوں میں سے ایک کو دوسرے سے بدلنا یہ صرف بعض عربوں کی لغت ہی ہے قرأت کی رو سے یہ تبدیلی قطعاً جائز نہیں۔چنانچہ محققین نے اس بات کی تصریح کر دی ہے کہ گو بعض عرب ضاد کو ظاء سے اور بعض ظاء کو ضاد سے بدل لیتے ہیں اور یہ اگرچہ لغت میں منقول ہے اور عام گفتگو میں ایسا کرنا جائز ہے لیکن کتاب اللہ میں یہ جائز نہیں۔اس لیے کہ قرأت سنت متبعہ ہے اور اس میں یہ تبدیلی منقول نہیں دیکھو شرح احیاء العلوم الدین العلامۃ الزبیدی ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عام عربوں کے لغت کا تو قرأت میں کیا اعتبار ہوتا جو لغات حدیث میں آئے ہیں اور قرأت قرآن میں وہ منقول نہیں ان کا اعتبار کرنا بھی جائز نہیں۔ چنانچہ حدیث میں لام تعریف کی بجائے میم کا استعمال بھی ہوا ہے جیسا کہ وارد ہوا ہے: "لیس منم بر امصیام فم سفر" مگر اس پر قیاس کرتے ہوئے قرآن مجید میں لام تعریف کو میم سے بدلنا جائز نہیں۔ اس لیے کہ قرآن کے الفاظ منزل من اللہ ہیں۔ اس میں وہی کچھ پڑھنا جائز ہے جو اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے اور پھر لغت کی رو سے بھی یہ ابدال سب کے نزدیک جائز نہیں بلکہ صرف بعض ہی کے نزدیک جائز ہے۔ چنانچہ سوال میں تمہید کی جو عبارت درج کی گئی ہے۔ اس میں غور کرنے سے بھی یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ ابدال صرف بعض عربوں ہی کا لغت ہے سب کا نہیں کیونکہ "اِنَّ مِنَ الْعَرَبِ" میں "مِنْ" تبعیضیہ ہے اور پھر صاحب تمہید نے "وھذا غریب"... الخ میں اس بات کی تصریح بھی فرما دی ہے کہ گو اس ابدال میں عوام کے لیے وسعت ہے لیکن ہے یہ غریب اور غیر مشہور۔ پھر یہ کہ اگر یہ ابدال تمام عربوں کا لغت ہوتا تو صاحب مقامات حریری عربی لغت کے طلبہ کو التباس اور تردد سے بچانے کے لیے ظاء کے مادہ والے تمام متداول الفاظ کو چھانٹ کر ایک جگہ جمع کر دینے کی ضرورت نہ سمجھتے۔ چنانچہ صاحب قصیدہ نے خود بھی اس محنت کا یہی مقصد بیان فرمایا ہے۔ جیسا کہ لکھتے ہیں:

"أیها السائلی عن الضاد والظاء لکیلا تضله الالفاظ ان حفظ الظاءات یغنیك فاسمعها استماع امرء له استیقاظ" ۔

ترجمہ: اے وہ شخص جو ضاد و ظاء کے بارے میں اس لیے سوال کرتا ہے کہ کہیں بعض لفظوں کے بارے میں تو غلطی میں نہ پڑ جائے۔ تحقیق ظاء کے مادہ والے الفاظ یاد کر لینے سے تو اس التباس سے بچ جائے گا۔ لہٰذا ان کو پورے دھیان اور ہوشمندی سے سن لے۔ یعنی اگر تجھے کسی لفظ کے بارے میں یہ تردد ہو کہ وہ ضاد کے ساتھ ہے یا ظاء کے ساتھ۔ تو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس التباس سے بچنے کے لیے اس طریقہ کو کام میں لاکہ عربی کے وہ متداول الفاظ خوب اچھی طرح یاد کرلے جو ظاء کے مادہ سے آتے ہیں پھر جس لفظ کے بارے میں تردّد ہو تو دیکھ اگر وہ ان الفاظ میں سے ہے جو اس نظم میں ہیں، تب تو اس کو ظاء سے سمجھ ورنہ ضاد سے اور پھر اس کے بعد صاحب مقامات نے ۱۸ اشعار میں وہ تمام الفاظ نظم کیے ہیں۔ جو ظاء کے مادہ سے آتے ہیں۔ دیکھو مقامات حریری مقامہ ۴۶

تو اب مقام غور ہے کہ اگر تمام عربوں کے نزدیک ضاد کو ظاء سے بدل لینا جائز ہوتا تو صاحب مقامات کو آخر اس محنت کی کیا ضرورت تھی۔ اور یہ بعینہٖ وہی اسلوب ہے جو علامہ جزریؒ نے اپنے رسالہ مقدمہ میں اختیار فرمایا ہے۔ البتہ اتنا فرق ہے کہ علامہ جزریؒ نے صرف قرآنی الفاظ ہی کو جمع کیا ہے اور صاحب مقامات نے عربی کے تمام متداول الفاظ کو نظم کر دیا ہے۔ پس ان حوالہ جات سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ ضاد کو ظاء سے بدلنا صرف از روئے قرأت نہیں بلکہ اکثر ائمہ لغت کے نزدیک بھی ناجائز ہی ہے۔

بعض الفاظ کا دونوں حرفوں سے آنا بھی ابدال کا مقتضی نہیں :

ہاں یہ مسلم ہے کہ بعض الفاظ دو حرفوں سے آتے ہیں جیسے ”تماضوا اور تماظوا“ کے معنیٰ لڑنے کے ہیں اور جیسے ”فاض و فاظ“ بمعنی مُردن اور ”تقریض و تقریظ“ بمعنی مدح لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر جگہ ایک کے بجائے دوسرے کا پڑھنا جائز ہو۔ دیکھئے لام و راء میں بہت سے موقعوں میں معاقبہ ہے لیکن یہ قطعاً صحیح نہیں کہ ہر جگہ ایک کے بجائے دوسرے کا پڑھنا جائز ہو۔ علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ ”یَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ“ میں اگر بجائے ”السَّرَآئِرُ کے السَّرَآئِلُ“ اور ”یَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ“ میں ”جِبَالُ“ کی بجائے ”جِبَارُ“ پڑھا تو نماز جاتی رہے گی جیسا کہ غایہ وغیرہ میں ہے (نعم الزاد لروم الضاد)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر یہ کہ یہ تنوع از قبیل ابدال ہے بھی نہیں بلکہ از قسم استقلال ہے یعنی یہ لفظ آئے ہی دو لغتوں سے ہیں ایسا نہیں کہ ایک کو دوسرے سے بدل لیا ہو۔ خلاصہ یہ کہ گو بعض عرب عام گفتگو میں ضاد کو ظاء سے بدل لیتے ہیں اور بعض الفاظ ایسے بھی پائے گئے ہیں جو دونوں حرفوں سے ہونے کے باوجود ہم معنیٰ ہیں۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ قرآن مجید میں بھی ایک دوسرے سے بدلنا جائز ہو۔

سوال: ضاد و ظاء میں

امام رازیؒ کا ارشاد صرف معذورین کے بارے میں ہے: فرق کرنے کو بعض ائمہ تفسیر بھی ضروری قرار نہیں دیتے۔ چنانچہ امام فخر الدینؒ رازی تفسیر کبیر میں تشابہ بین الضاد والظاء کے وجوہ بیان فرمانے کے بعد لکھتے ہیں:

واذا ثبت هذا فنقول لو كان هذا الفرق معتبرا لوقع السوال عنه فی زمان رسول الله صلی الله علیه وسلم وفی ازمنة الصحابة لا سیما عند دخول العجم فی الاسلام فلما ینقل وقوع السوال عن هذه المسئلة البتة علمنا ان تمیز بین هذین الحرفین لیس فی محل التکلیف ، انتہیٰ۔ یعنی جب ضاد و ظاء میں تشابہ اور اس کی وجہ سے دونوں میں فرق کا مشکل ہونا ثابت ہوگیا تو ہم کہتے ہیں کہ اگر یہ فرق معتبر یعنی اس قابل ہوتا کہ اس کا مکلف بنایا جائے تو اس کا مسئلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں ضرور در پیش ہوتا خصوصاً اہل عجم کے اسلام میں داخل ہونے کے وقت لیکن جب کہ اس مسئلہ کا در پیش ہونا قطعاً منقول نہیں ہے تو ہم یہ یقین کرتے ہیں کہ ان دونوں حرفوں میں فرق کرنا محل تکلیف میں نہیں ہے۔ انتہیٰ

پس امام رازیؒ کے اس کلام سے یہ ثابت ہوا کہ ضاد کو اسکے اصلی مخرج سے ادا کرنا کوئی ضروری نہیں، بلکہ ظاء کے مخرج سے ادا کرنا بھی جائز ہے۔ کیونکہ فرق کے محل تکلیف میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ ہونے کا مطلب یہی ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک کو خود اسی کے مخرج سے نکالنے کی کوئی پابندی نہیں بلکہ دوسرے کے مخرج سے بھی ادا کر سکتے ہیں۔

جواب: امام رازیؒ کا یہ کلام اپنے عموم پر نہیں بلکہ صرف معذورین کے بارے میں ہے۔ یعنی جو لوگ ضاد کو اس کے مخرج سے ادا کر سکتے ہیں۔ ان کے لیے یہ فتویٰ اور یہ اجازت نہیں۔ وہ بلاشبہ امتیاز اور فرق کرنے کے مکلف اور پابند ہیں۔ چنانچہ حافظ عماد الدین دمشقیؒ اپنی تفسیر ابن کثیر میں ارقام فرماتے ہیں:

والصحیح من مذاهب العلماء انه یغتفر والاخلال بتحریر ما بین الضاد والظاء لقرب مخرجیهما وذلك ان الضاد مخرجها من اول حافة اللسان وما یلیها من الاضراس ومخرج الظاء من طرف اللسان واطراف الثنایا العلیا ولان كلا من الحرفین من الحروف المجهورة ومن الحروف الرخوة ومن الحروف المطبقة فلهذا كله اغتفر استعمال احدهما مكان الاخر لمن لا یمیّز ذلك۔

ترجمہ: علماء کا صحیح مذہب یہ ہے کہ ضاد و ظاء میں جو کماحقہ، فرق نہیں ہو سکتا تو وہ معاف ہے اس وجہ سے کہ یہ دونوں قریب المخرج ہیں۔ اس طرح کہ ضاد تو زبان کی کروٹ کے ابتدائی حصے سے نکلتا ہے اور ظاء۔ زبان کی نوک اور ثنایا علیا کے کناروں سے ادا ہوتا ہے اور نیز اس لیے کہ یہ دونوں حروف مجہورہ، حروف رخوہ اور حروف مطبقہ میں سے ہیں۔ لہذا جس شخص سے ان دونوں میں فرق نہ ہو سکے۔ اس کے لیے ان میں سے ہر ایک کا بجائے دوسرے کے استعمال معاف ہے۔ (انتہیٰ)

پس حافظ ابن کثیرؒ نے "لمن لا یمیّز" کی قید لگا کر اس بات کو صاف کر دیا ہے کہ فرق کے محل تکلیف میں نہ ہونے کا تعلق انہی لوگوں کے ساتھ ہے جو امتیاز کرنے سے معذور ہیں۔ ایسا نہیں کہ باوجود امتیاز کر سکنے کے بھی فرق نہ کرنے اور ضاد کو ظاء کے مخرج سے ادا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے کی اجازت ہے۔ اور یہی صحیح بھی ہے۔ ورنہ اگر اس اجازت کو عام کر دیا جائے گا تو پھر ایک ضاد ہی نہیں بلکہ ان سب ہی حرفوں کے بارے میں یہ رخصت دینی پڑے گی جن میں فرق کرنا مشکل ہے۔ چنانچہ احقر کے مطالعہ میں بعض مضامین ایسے بھی آئے ہیں جن میں یہ کہا گیا ہے کہ متشابہ الصوت حرفوں میں فرق کرنے کی چنداں ضرورت نہیں اور اس کا لغو ہونا ظاہر ہے کیونکہ جب حاء و ھاء میں قاف و کاف میں طاء و تاء میں ظاء و ذال میں ذال و زاء میں صاد و سین میں سین و ثاء میں ضاد و ظاء میں کوئی فرق نہ کیا جائے گا تو قرآن، عربی قرآن نہ رہے گا۔ پھر یہ کہ حافظ ابن کثیرؒ نے فرق کو مغتفر یعنی معاف فرمایا ہے اور معاف ہونے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کسی کام کا کرنا ہے تو ضروری لیکن اگر کسی مجبوری کی وجہ سے وہ نہ ہو سکا تو اس پر مواخذہ نہ ہوگا۔ یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس کا کرنا ضروری ہی نہیں۔ ثانیاً یہ کہ عوام کے مکلّف نہ ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ان پر حروف کی صحیح ادا یا بالفاظ اصطلاحی تجوید سیکھنے کی کوئی پابندی نہیں اور ان کو اجازت ہے کہ وہ جس طرح چاہیں حروف قرآنیہ کو غلط سلط ادا کرتے رہیں۔ حاشا ثم حاشا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ حرف چونکہ اعسر الاداء اور اصعب النطق ہے اس لیے اگر عوام باوجود کوشش کے بھی اس کو صحیح ادا نہ کر سکیں تو معذور سمجھے جائیں گے۔ امام رازیؒ کے کلام کو اس تفصیل پر محمول کرنا ضروری ہے ورنہ جملہ علمائے اسلام، آئمہ قرأت اور فقہائے امت کی ان تصریحات کے منافی ہوگا جو اوپر درج ہو چکی ہیں اور یہ دلیل وزنی نہیں کہ اگر یہ فرق ضروری ہوتا تو سب سے پہلے یہ سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے زمانہ میں اٹھایا جاتا جبکہ عجمی لوگ اسلام میں داخل ہو رہے تھے۔ اس لیے کہ اس قسم کا سوال تو کسی بھی حرف کے بارے میں نہیں اٹھایا گیا۔ کیا صاد و سین، طاء و تاء اور ظاء و ذال وغیرہ کے بارے میں اس قسم کا کوئی سوال اٹھایا گیا تھا؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ حالانکہ عجمیوں کے لیے تو ان حرفوں میں فرق کرنا بھی مشکل تھا۔ اس زمانہ میں اس قسم کا سوال جو پیدا نہیں ہوا تو اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ اس زمانہ میں ضاد و ظاء میں فرق

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنا ضروری ہی نہیں تھا۔ بلکہ اس سوال کے پیدا نہ ہونے کی اصل وجہ یہ تھی کہ اکثر صحابہؓ خالص عرب تھے ان کے لیے یہ امتیاز کوئی اہمیت ہی نہیں رکھتا تھا کیونکہ یہ ان کی زبان کا حرف تھا۔ جیسے ہمارے لیے بھ۔ ٹھ۔ چھا۔ گھا وغیرہ کا ادا کرنا کوئی دشوار نہیں۔ ہم بے تکلف ادا کر سکتے ہیں اور کرتے رہتے ہیں۔ اب اگر ہمیں کوئی ان حرفوں کی تصحیح کی تعلیم نہ دے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ ان حرفوں کو ان کے اصلی تلفظ کے ساتھ ادا کرنا ضروری نہیں اور ان کو دوسرے حرفوں سے بدلنا جائز ہے نہیں اور ہرگز نہیں۔ ضاد و ظاء کے فرق کے بارے میں بھی بالکل یہی صورت حال تھی۔ صحابہ کے لیے الْمَغْضُوبِ اور وَلَا الضَّآلِّيْنَ وغیرہ کا تلفظ کرتے وقت حافہ لسان کو داڑھوں سے لگانا کوئی دشوار نہیں تھا کہ کسی کوتاہی اور تساہل کا احتمال ہوتا اور شارع علیہ السلام اس فرق کو ملحوظ رکھنے کی طرف توجہ دلانے کی ضرورت محسوس فرماتے۔ رہے، وہ چند صحابہ جو غیر عربی تھے۔ سو انہوں نے چونکہ خود مہبطِ قرآن صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کی تعلیم پائی تھی۔ اس لیے ان کے لیے بھی اس حرف کے ادا کرنے میں کوئی دشواری نہیں رہی تھی اور جن عجمی صحابہ کی زبان نے باوجود سعی بلیغ کے بھی مطاوعت نہ کی تو ظاہر ہے کہ ان کی یہ حالت استناد اور استدلال کے قابل نہیں ہو سکتی اس لیے کہ وہ اس بارے میں معذور تھے۔

(از سحو الفساد حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب محدث پانی پتی بمفہومہ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فقہا نے جس ابدال کو مفسدِ صلوٰۃ قرار نہیں دیا

اس سے مراد ابدال خطا اور ابدال عجز ہے نہ کہ ابدال عمد

سوال: بعض لوگ ان دونوں کے ایک دوسرے سے بدل لینے کے جائز ہونے پر اس سے استدلال کرتے ہیں کہ فقہاء رحمہم اللہ نے ضاد کی جگہ ظاء پڑھنے کو مفسد نماز قرار نہیں دیا اور اس سلسلہ میں فتاویٰ قاضی خان کی یہ عبارت پیش کرتے ہیں:

وان ذکر حرفاً مکان حرفٍ وغیر المعنیٰ فان امکن الفصل بین الحرفین بلا مشقۃ کالصاد مع الطاء فقرأ الطالحات مکان الصالحات تفسد صلوٰتہ عند لکل وان کان لا یمکن الفصل بین الحرفین الّا بمشقّۃ کالظاء مع الضاد والصاد مع السّین والطاء مع التاء اختلف المشائخ فیہ قال اکثرھم لا تفسد صلوٰتہ۔

اور اس سے وہ اپنے مدعا پر بایں طور استدلال کرتے ہیں کہ صاحبِ قاضی خان نے چونکہ دو متعسر التمیز حرفوں میں سے ایک کی بجائے دوسرے کے پڑھنے کو مفسد نماز قرار نہیں دیا۔ اور ضاد و ظاء انہیں میں سے ہیں۔ بلکہ یہ دونوں اعسر التمیز ہیں۔ اس لیے ان دونوں میں فرق کرنا کوئی ضروری نہیں۔ علاوہ ازیں قاضی خاں کا یہ جزئیہ بھی پیش کیا جاتا ہے:

"لو قرئ ولا الظالین بالظاء او بالذال لا تفسد صلوتہ۔"

جواب: فقہاؒ نے جس ابدال کو مفسدِ صلوٰۃ قرار نہیں دیا۔ اس سے مراد ابدال بعجز یا ابدالِ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خطاء ہے اور وہ بھی اس شرط سے کہ معنیٰ میں تغیر فاحش واقع نہ ہو یعنی اگر کسی سے ضاد ادا ہو ہی نہ سکتا ہو یا ادا تو ہو سکتا ہو اور قاری کا ارادہ بھی ضاد ہی کے ادا کرنے کا ہو مگر سبقت لسانی کی وجہ سے بجائے ضاد کے ظاء ادا ہو جائے اور موقعہ بھی ایسا ہو کہ ابدال سے معنیٰ میں تغیر فاحش واقع نہ ہو۔ تو اس صورت میں اکثر فقہاء ابدال کو مفسد صلوٰۃ قرار نہیں دیتے۔ یہ مطلب نہیں کہ قاری جان بوجھ کر اور عمداً ضاد کی جگہ ظاء پڑھے اور پھر بھی اس کی نماز فاسد نہ ہو۔

قاضی خان کی عبارت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے: چنانچہ قاضی خان کی وہ عبارت جو سوال میں درج کی گئی ہے خود اس میں غور کرنے سے بھی یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے۔ کیونکہ قاضی خان نے عدمِ فساد کی بناء فصل بالمشقت کو قرار دیا ہے اور ظاہر ہے کہ عمداً غلط پڑھنے کا الزام اسی کو دیا جا سکتا ہے جو آسانی سے فصل کر سکتا ہو۔ ورنہ اگر کسی شخص سے فصل ہی نہیں ہو سکتا۔ تو اس کے عمداً غلط پڑھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

علامہ شامی کی تصریح: چنانچہ علامہ ابن عابدین نے شامی میں خزانۃ الاکمل کے حوالہ سے اس کی تصریح بھی فرما دی ہے کہ ابدال عمداً مفسد صلوٰۃ ہے اور جو مفسد صلوٰۃ نہیں وہ ابدال خطاً اور ابدال عجز ہے۔ جیسا کہ فرماتے ہیں:

وفی خزانۃ الاکمل قال القاضی ابو عاصم ان تعمّد ذالک تفسد وان جری علی لسانہ او لا یعرف التمیز لا تفسد وھو المختار

(شامی مطبوعہ مصر جلد اول ص۴۶۸)

حضرت تھانویؒ کی توضیح: اور فقیہ العصر حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس سلسلہ کے ایک استفتاء کا جواب دیتے ہوئے آخر میں بطورِ خلاصہ یہی تحقیق درج فرمائی ہے جیسا کہ لکھتے ہیں،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"خلاصہ یہ کہ اپنی قدرت کے موافق مشق تو کرے تیسری[1] صورت کی۔ باقی نماز غیر مشاق کی تو ہر صورت میں ادا ہو جاتی ہے اور مشاق کی زبان سے بھی اگر بلا قصد نکل گیا اس کی بھی نماز ہو جاتی ہے۔ البتہ اگر مشاق ہو کر اس قصد سے پڑھے کہ میں ظاء پڑھتا ہوں یا دال پڑھتا ہوں اس کی نماز بلاشبہ فاسد ہے۔" انتہیٰ بلفظہٖ اور پھر اس کے بعد حضرت نے اپنی تائید میں شامی کی وہی عبارت ذکر فرمائی ہے جو ابھی اوپر درج ہو چکی ہے: یعنی "وفی خزانۃ الاکمل" الخ (امداد الفتاوی جلد اوّل ص۱۸۶ مطبوعہ ادارہ اشرف العلوم کراچی)

اور حضرت گنگوہی قدس سرہ العزیز کے

حضرت گنگوہیؒ کا ارشاد: کلام سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے کہ جان بوجھ کر اور قصدًا غلط پڑھنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں "جو شخص دال خالص یا ظاء خالص عمدًا پڑھے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔"

ولو قرء ولاالضالین بالظاء لاتفسد صلوتہ بھی اسکا معارض نہیں:

رہا قاضی خان کا یہ جزئیہ "ولو قرء ولاالضالین بالظاء لاتفسد صلوتہ" سو اس سے بھی ابدال عمد کے غیر مفسد ہونے پر استدلال نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ اگر قاضی خان میں یہ جزئیہ موجود ہے تو خود قاضی خان ہی میں یہ جزئیات بھی موجود ہیں:

ولو قرأ "والعٰدیٰت ظبحا" بالظاء تفسد صلوتہ نیز لوقرأ "غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ" بالظاء او بالذال تفسد صلوتہ نیز لوقرأ "نَخۡلٍ طَلۡعُہَا ہَظِیۡمٌ" بالظاء او بالذال تفسد

---

[1] تیسری صورت سے مراد حضرت تھانویؒ کی ضاد کو خود اسی کے مخرج سے بلحاظ صوت اقرب الی الظاء ادا کرنا ہے جیسا کہ پورے مضمون کے دیکھنے سے واضح ہوتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صلوتہ نیز "وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ" قرأ "فَتَرْظَى" بالظاء تفسد صلوتہ نیز "الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ"
قرأ بالظاء تفسد صلوتہ (امداد الفتاویٰ جلد اول ص ۱۷۴) پس اس سے معلوم ہوا کہ ان جزئیات میں جس ابدال کا ذکر ہے اس سے مراد ابدال عمد نہیں ورنہ اس فرق کی کوئی وجہ نہیں کہ "ولا الضالین" کو بالظاء پڑھنے سے تو نماز نہ ٹوٹے اور "فَتَرْضَىٰ و فَرَضَ" وغیرہ میں ٹوٹ جائے بلکہ یہاں ابدال سے مراد ابدال خطاء ہے اور اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر ابدال سے معنیٰ میں تغیر فاحش ہو جائے تب تو مفسد ہے ورنہ نہیں اور "وَلَا الضَّالِّينَ" بالضاد اور "وَلَا الظَّالِّينَ" بالظاء میں ایک خفی معنوی مناسبت موجود ہے اور وہ یہ کہ "ظلّ بالظاء" کے معنیٰ الیل اور جنح الیل اور سواد السحاب کے بھی آتے ہیں۔ پس "ظالین" کے معنیٰ "داخلین فی الظلمات" ہوں گے جو حاصل ہے ضلال بالضاد کا یا یہ افعال ناقصہ ظَلَّ يَظَلُّ سے ہو گا بمعنیٰ "الکائن" اور خبر مقدر ہو گی ای "فی ضلال او فی غضب" (امداد الفتاویٰ جلد اول ص ۱۷۴ نقلا از قاموس) اس لیے "وَلَا الضَّالِّينَ" میں تو فساد نماز کا حکم نہیں کیا اور "فَرَضَ" اور "فَتَرْضَىٰ" وغیرہ میں کیا گیا ہے۔

عذر اور خطاء کو جواز کی دلیل بنانا کسی طرح صحیح نہیں: پس جب یہ ثابت ہو گیا کہ جس ابدال سے نماز فاسد نہیں ہوتی وہ یا تو ابدال عجز ہے اور یا "دوال" کا ابدال خطاء ہے جس سے معنیٰ میں تغیر فاحش نہ ہو تو اب یہ کہنا اور سمجھنا کہ چونکہ فقہاء نے ضاد کی جگہ ظاء پڑھنے کو مفسد نماز قرار نہیں دیا۔ اس لیے ان دونوں میں فرق کرنا کوئی ضروری نہیں سراسر غلط اور نادرست ہے کیونکہ عذر اور خطاء کو کسی چیز کے جائز ہونے کی دلیل بنانا عقلاً بھی قابل تسلیم نہیں پھر یہ کہ فقہاء نے یہ فتویٰ صرف ضاد و ظاء ہی کے بارے میں صادر نہیں فرمایا بلکہ تمام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متشکل التمیز حرفوں کے بارے میں یہی فتویٰ دیا ہے۔ چنانچہ خود قاضی خان کی پیش کردہ عبارت میں ضاد و ظاء کے علاوہ طاء و تاء اور صاد و سین کا ذکر بھی ہے تو اگر صاد و سین میں، طاء و تاء میں اور ظاء و ذال میں فرق کے متشکل ہونے کے باوجود قصداً ایک کے بجائے دوسرے کے پڑھنے کو جائز نہیں سمجھا جاتا تو پھر ضاد کی جگہ ظاء پڑھنے کو جائز کیسے سمجھا جا سکتا ہے رہا مشابہت کا سہارا سو وہ بھی لاشئ ہے اس لیے کہ اگر مشابہت ضاد و ظاء میں ہے تو وہ ان متذکرہ بالا حرفوں میں بھی ہے بلکہ وہ تو متحد المخرج بھی ہیں۔

تحریف کو جواز کی دلیل بنانا اور بھی اقبح ہے: ہاں بعض فقہاء نے ابدال تعمد کی اس صورت کو بھی غیر مفسد ہی قرار دیا ہے جس میں نہ تو معنیٰ بدلیں اور نہ قاری کو اس پر اصرار ہی ہو یعنی اگر کوئی شخص کبھی کسی وجہ سے مثلاً خوف لالچ، یا شیوعِ فتنہ کے ڈر سے کبھی قصداً بھی ضاد کی جگہ ظاء پڑھ دے اور موقع بھی ایسا ہو کہ ابدال سے معنیٰ میں تغیرِ فاحش نہ ہو اور قاری کو اس ابدال کے جواز پر اصرار بھی نہ ہو بلکہ ناجائز سمجھتا ہو تو ایسے شخص کی نماز کو فقہاء نے ظاہری اور فقہی اعتبار سے جائز قرار دیا ہے۔ جس طرح کہ مرائی کی نماز کو ظاہری اور فقہی لحاظ سے جائز قرار دیا گیا ہے نہ یہ کہ اگر ایک شخص ابدال کو اپنی عادت ہی بنا لے اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ وہ اس کے جواز کا قائل اور اس پر مصر ہو تو اُس کی نماز بھی فاسد نہیں ہوتی ایسے شخص کی نماز بلاشبہ فاسد ہے اور کتابوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ لوگ ایسے ہی ہیں جو تشابہ کی آڑ لے کر صحتِ مخرج کو غیر ضروری سمجھتے ہیں اور ابدال کے جائز ہونے پر مصر ہیں پھر یہ کہ ابدال تعمد اگر غیر مفسد ہے بھی تو وہ صرف انہیں موقعوں میں ہے جن میں معنیٰ نہیں بدلتے اور اگر معنیٰ بدل جائیں تو اس صورت میں نہ صرف تعمد بلکہ ابدال خطاء بھی مفسد ہے اور جو لوگ ضاد کی ذات کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تو وہ جواز ابدال کے صرف انہیں جگہوں میں قائل نہیں جہاں معنیٰ متغیر نہیں ہوتے بلکہ وہ ابدال کو علی الاطلاق جائز سمجھتے ہیں۔ حالانکہ اکثر موقعے ایسے ہی ہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جن میں ابدال سے معنی متغیر ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ان میں سے بعض کا ذکر اوپر قاضی خاں کے حوالہ سے گزر چکا ہے۔ اس سب کے علاوہ اگر ابدال تعمد بلا تغیر و اصرار فقہاء کے نزدیک غیر مفسد بھی ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ ایسا شخص گنہگار بھی نہیں اس کے عاصی، آثم اور تحرف ہونے میں کسی کو کلام نہیں۔ چنانچہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اسی موضوع سے متعلق ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں" جناب من جیسے با کی جگہ تا اور دال کی جگہ ذال اور ھا کے بدلے حا اور شین کے عوض سین اور عین کے مقام غین اور لام کے مقام میم نہ کوئی پڑھتا ہے اور نہ کوئی جائز سمجھتا ہے۔ ایسے ہی ضاد کو چھوڑ کر ظاء پڑھنا بھی خلافِ عقل و نقل ہے۔ یہ بات عقل و نقل کی رو سے منجملہ تحریف ہے جس کی بُرائی کلام اللہ میں موجود ہے"۔ الخ۔ پس ابدال تعمداً اگر کسی جگہ مفسد نہ بھی ہو جب بھی تحریف تو بہر حال ہے ہی اور تحریف کو جواز کی دلیل بنانا یہ اور بھی اقبح اور اشنع ہے۔ لہٰذا قرآن میں ضاد کی جگہ قصداً ظاء پڑھنا اور ایک دوسرے سے بدل کر اور اس کے مخرج سے ادا کرنا کسی بھی دلیل سے ثابت نہیں ہوتا، نہ بعض عربوں کے ضاد کو ظاء سے بدل لینے کی وجہ سے نہ بعض الفاظ کے دونوں حرفوں سے آنے کی وجہ سے نہ آئمۂ تفسیر کے معذورین کو فرق کرنے کا مکلف قرار نہ دینے سے اور نہ فقہاء کے عجز یا خطا کی صورت میں ابدال کو غیر مفسد قرار دینے سے واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

بِضَنِیْنٍ میں دو قرأتیں ہیں: البتہ " وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ" سورہ تکویر میں قرّاء کا اختلاف ہے بعض اس لفظ کو ضاد سے پڑھتے ہیں اور بعض ظاء سے۔ چنانچہ علامہ جزریؒ نے اپنے رسالہ مقدمہ الجزریہ میں اس خلاف کا ان لفظوں میں ذکر فرمایا ہے:

وَفِي ضَنِيْنٍ الْخِلَافُ سَامِيْ   یعنی ضَنِیْنٍ میں خلاف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشہور ہے اور علامہ شاطبی نے شاطبیہ میں جو قرأت ہی کی کتاب ہے۔ اس اختلاف کی تفصیل یہ بیان فرمائی ہے کہ قراء سبعہ میں سے تین حضرات یعنی ابن کثیرؒ، ابو عمروؒ اور کسائیؒ اس لفظ کو بالظاء پڑھتے ہیں اور باقی چار حضرات بالضاد اور اس لفظ میں یہ دونوں قرأتیں متواتر اور دونوں ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں اور ہر قرأت سے ایک عمدہ اور نفیس معنیٰ نکلتے ہیں جس کی تفصیل قرأت کی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہے لہذا خاص اس لفظ کو بالضاد اور بالظاء۔ دونوں طرح پڑھنا جائز ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ جس قاری کی قرأت میں پڑھ رہا ہو اسی کی پیروی کرے اور یہ جائز نہیں کہ پڑھ تو رہا ہو مذکورہ بالا تین حضرات میں سے کسی کی قرأت میں اور تلفظ کرے ضاد کے ساتھ اور ایسے ہی اسکے برعکس بھی۔ کیونکہ اس سے خلط فی القرأت ہو جاتا ہے جو علمائے قرأت کے نزدیک ممنوع اور ناجائز ہے۔ حضرت حفصؒ جن کی روایت عام طور پر پڑھی جاتی ہے چونکہ ضاد پڑھنے والوں میں سے ہیں۔ اس لیے ان کی روایت میں تلاوت کرنے والوں کے لیے ضروری ہے کہ اس لفظ کو "ضاد" کے ساتھ پڑھیں اور ان کیلئے اس لفظ کو ظاء سے پڑھنا جائز نہیں مگر یہ بھی ملحوظ رہے کہ جس قرأت میں بھی پڑھے۔ دوسری کا انکار کرنا اور اسکو غلط کہنا گناہ بلکہ کفر ہے یہی وجہ ہے کہ ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری شرح فقہ اکبر میں امام فضلیؒ کے جواب کی جب وضاحت فرماتے ہیں تو ضاد کو عین ظاء۔ پڑھنے والوں کی تردید کرتے وقت " ولم یکن فیہ لغتان" کی شرط لگا دیتے ہیں یعنی ضاد کو خالص ظاء۔ پڑھنا ان دو موقعوں میں ناجائز ہے جن میں وہ لفظ ایک لغت سے آیا ہے اور جس لفظ میں دو لغات ہیں جیسا کہ " بِضَنِیْنٍ " میں ہے۔ وہاں یہ بات نہیں اور فقہاء رحمہم اللہ نے بھی اس نزاکت کا احساس فرمایا ہے۔ چنانچہ انہوں نے جہاں ضاد کے بجائے ظاء پڑھنے پر فساد نماز کا حکم کیا ہے۔ وہاں اس لفظ کو مستثنیٰ کر دیا ہے۔ جیسا کہ حلیہ اور خزانہ وغیرہ میں ہے:

الّا فی جمیع القرآن تفسد بہ الصلوٰۃ ما خلا بِضَنِیْنٍ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِضَنِیْنٍ کی دو قرأتیں از قبیل ابدال نہیں: لیکن بِضَنِیْنٍ کی یہ دو قرأتیں از قبیل ابدال نہیں بلکہ دونوں مستقل ہیں جو دو الگ الگ مادوں سے آئی ہیں اور ہر ایک سے جدا معنی نکلتے ہیں۔ لہٰذا بعض حضرات کا یہ خیال ظاہر کرنا کہ چونکہ ضاد و ظاء از روئے مخرج قریب قریب ہیں۔ اس لیے ایک کو دوسرے سے بدلنا جائز ہو گیا صحیح نہیں کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو یہ ابدال سارے قرآن میں ہر جگہ جائز ہوتا حالانکہ ایسا نہیں۔ خلاصہ یہ کہ گو ضاد و ظاء میں صفتی اشتراک غایت درجہ کا ہے لیکن اس کی آڑ لے کر ضاد کو ظا کے مخرج سے ادا کرنا جائز نہیں۔ بلکہ دونوں میں سے ہر ایک کو خود اسی کے مخرج سے ادا کرنا ضروری اور مامور بہ ہے۔

ضاد و ظاء میں امتیاز کرنے کی تاکید تشابہ کی دلیل ہے نہ کہ عدم تشابہ کی: لیکن اس سے یہ ہرگز نہیں سمجھنا چاہیئے کہ ان دونوں میں مشابہت بھی نہیں ہے۔ جیسا کہ بعض حقیقت سے بے خبر اور کوتاہ فہم لوگوں نے دونوں میں امتیاز کی تاکید سے یہی نتیجہ نکالا ہے۔ انہوں نے یہ خیال کیا کہ اگر ان دونوں میں مشابہت ہوتی تو علمائے امت اور قرائے مجودین ان دونوں میں امتیاز کرنے کی تاکید نہ فرماتے۔ مگر ذرا سا تامل کرنے سے یہ بات سمجھ میں آ سکتی ہے کہ ان لوگوں کا یہ نتیجہ نکالنا قطعاً خلاف حقیقت ہے اس لیے کہ حقیقت اس کے برعکس ہے اور وہ یہ کہ امتیاز کی تاکید کرنا خود تشابہ کی دلیل ہے۔ کیونکہ اس امتیاز کی تاکید اسی لیے کی گئی ہے کہ ان دونوں حرفوں میں التباس کا اندیشہ ہے اور التباس تشابہ کی دلیل ہے چنانچہ جن دو حرفوں میں تشابہ نہیں ان میں التباس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مقام غور ہے کہ علمائے تجوید نے ضاد و ظاء میں امتیاز کرنے کا حکم تو فرمایا لیکن ضاد و دال میں امتیاز کرنے کو نہیں فرمایا! یہ کیوں ؟ یہ اسی لیے کہ ضاد و ظاء میں لوجہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اتحاد صفتی کے کامل درجہ کا تشابہ موجود ہے اور ضاد و دال میں تشابہ نہیں اور جب تشابہ نہیں تو التباس کا احتمال بھی نہیں اور جب التباس کا احتمال نہیں تو ان دونوں میں امتیاز کرنے کی طرف توجہ دلانے کی بھی ضرورت نہیں لیکن فرق کرنے کا مطلب یہ بھی نہیں کہ دونوں کو تغایر صوتی سے ادا کیا جائے۔ ورنہ تشابہ باطل ہو جاتے گا۔ حالانکہ وہ مطلوب ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ ہر ایک کو اسی کے مخرج سے ادا کیا جائے اور صفتی اشتراک کی وجہ سے مخرج کی تفریق کو نظرانداز نہ کر دیا جائے۔ پس انفصالِ مخرج سے تفریق خود بخود حاصل ہو جائے گی۔ اس لیے کہ جن حرفوں میں تباینہ بالمخرج ہے ان میں امتیاز مخرج کی تفریق ہی سے حاصل ہو جاتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سابقہ مباحث کا خلاصہ

گزشتہ صفحات میں بفضل اللہ تعالیٰ و بعونہ حرف ضاد کی صحیح ادا اور اس کے صحیح تلفظ کو بڑی وضاحت اور تفصیل کے ساتھ بیان کیا جا چکا ہے اور اس بارے میں نہ صرف عامۃ الناس بلکہ خواص بھی جس افراط و تفریط اور جن غلط فہمیوں میں مبتلا ہیں ان کے ازالہ کی امکانی کوشش کی گئی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ضاد صوت و سمع اور تلفظ میں ظاء کے مشابہ ہے دال وغیرہ کے مشابہ نہیں لیکن تشابہ کی آڑ لے کر اس کو عین ظاء پڑھنا اور اسی کے مخرج سے ادا کرنا یہ بھی جائز نہیں۔ پس نہ تو یہ صحیح ہے کہ بعض روافض وغیرہم کی طرح فقط صفتی ماہیت ہی کے ادا کرنے کو کافی سمجھا جائے اور نہ یہ درست ہے کہ صفتی اشتراک کو نظر انداز کر کے مشابہ بالظاء ادا کرنے سے تو گریز کیا جائے اور محض بے سروپا باتوں کی بناء پر مشابہ بالدال بلکہ دال مخلوط بالواؤ ادا کرنے پر اصرار کیا جائے۔ یہ دونوں ہی باتیں غلط اور نادرست ہیں۔ لہٰذا اس بارے میں حق و صواب اور رشد و ہدایت کی راہ یہی ہے کہ اس کو ادا تو خود اس کے اپنے ہی مخرج سے کیا جائے لیکن صفات میں وہی ملحوظ رکھی جائیں جو ظاء میں رکھی جاتی ہیں۔ جس سے اس کا تلفظ لازماً ظاء ہی کے مشابہ ہوگا۔ یعنی جس طرح ظاء بوجہ جہر کے قوی، بوجہ رخاوت کے نرم اور بوجہ استعلاء و اطباق کے خوب پُر ادا ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی قوی نرم اور خوب پُر ادا ہوگا اور یہی معنیٰ ہیں مشابہت کے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضاد کی ادا کے بارے میں اختلاف کیوں رونما ہوا

البتہ یہاں پہنچ کر ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ جب ائمہ مجوّدین، مفسرین، محدثین، فقہائے امت اور علمائے عربیت سب اسی پر ہیں کہ ضاد، صوت و تلفظ میں ظاء کا مشابہ ہے اور صدر اوّل کے ائمہ تجوید کے درمیان بھی اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں تھا اور ان حضرات نے اس کا جو مخرج اور جو صفات بیان فرمائی ہیں۔ وہ بھی اسی تلفظ کی متقاضی ہیں۔ تو پھر اس سب کے باوجود اس کی ادا میں آخر یہ اختلاف کیوں اور کس بناء پر رونما ہوا جبکہ دوسرے حرفوں کے بارے میں اس قسم کا کوئی اختلاف موجود نہیں۔

اس سوال کا جو

اختلاف کی سب سے بڑی وجہ اس کے مخرج کی دشواری ہے

: جواب قرائن کی روشنی میں غور و فکر کے بعد ذہن میں آتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ صدرِ اوّل میں جب اعجام اسلام میں داخل ہوئے تو اس حرف کا ادا کرنا ان پر دشوار ہوا۔ کیونکہ یہ حرف عربی زبان کے ساتھ ہی خاص تھا۔ اس کے علاوہ کسی اور زبان میں یہ نہیں پایا جاتا تھا۔ پھر یہ کہ اس کا مخرج بھی اتنا طویل تھا کہ کسی اور حرف کا مخرج اتنا طویل نہیں تھا اور پھر وہ تھا بھی ایک جانب میں جس پر عجمیوں کے لیے زبان کا لگانا اور اس سے کسی حرف کا ادا کرنا سخت دشوار تھا کیونکہ اعجام اس جگہ سے کسی حرف کے نکالنے کے عادی تھے ہی نہیں تو اس دشواری کی وجہ سے اس دور میں بعض اعجام نے ضاد کو ظاء ہی کے مخرج سے ادا کرنا شروع کر دیا۔ کیونکہ تلفظ اور آواز میں تو دونوں ایک دوسرے کے مشابہ تھے ہی اور ضاد کے مخرج پر انہیں قدرت تھی نہیں اور بعض جن سے ظاء بھی اچھی طرح ادا نہیں ہو سکتا تھا وہ اوپر نیچے کے دانتوں کو ملا کر ظاء کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اطباق اور زا کی صفیر کی آمیزش سے اس طرح ادا کرنے لگے کہ گویا زائے مفخمہ ہو اور بعض نے لام مفخمہ کی طرح ادا کرنا شروع کر دیا کیونکہ لام بلحاظ مخرج ضاد سے اقرب تھا اور یوں بھی یہ بلحاظ ادا آسان تھا اور بعض اگر ضاد کو خود اسی کے مخرج سے ادا کرنے کی کوشش کرتے بھی تھے تو ان سے اصلی مخرج پر چونکہ زبان لگتی نہیں تھی۔ اس لیے وہ ضاد و ظاء کے مخرجوں کے درمیان سے اطباق اور شدت کے امتزاج کے ساتھ اس طرح ادا کرنے لگے کہ گویا دالِ پُر ہو۔ چنانچہ علامہ جزری نے النشر میں ان تمام گروہوں کا ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ فرماتے ہیں:

والضّاد انفرد بالاستطالة وليس في الحروف ما يعسر على اللسان مثله فانّ ألسنة الناس فيه مختلفة وقلّ من يحسنه فمنهم من يخرجه ظاءً ومنهم من يمزجه بالذال المهملة ومنهم من يجعله لامًا مفخمة ومنهم من يشمه الزاي وكل ذالك لا يجوز، انتهى

اور تمہید میں آپ نے اتنا اضافہ اور فرمایا ہے:

ومنهم من لا يوصلها الى مخرجها بل يُخرجها دونه ممزوجة بالطاء المهملة، پھر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی ادوار میں تو یہی تھا کہ لوگ ان غلطیوں میں بوجہ عذر اور مجبوری کے مبتلا تھے۔ جیسا کہ رضی نے شرح شافیہ میں سیرانی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ "وہ لوگ جن کی زبان میں ضاد نہیں جب انہیں عربی حروف میں اس کے ادا کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے تو ان پر اس کا تلفظ دشوار ہوتا ہے۔ پھر کبھی تو وہ اس کو ظاء کے مخرج سے ادا کرتے ہیں اور کبھی مخرجِ اصلی سے بتکلف ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن ان سے بن نہیں پڑتا۔ اس لیے وہ ضاد صحیحہ اور ظاء کے مخرج کے درمیان یعنی رباعی، انیاب اور ضواحک سے ادا ہو جاتا ہے۔"

اختلاف کی دوسری وجہ عوام کی حقیقت سے ناواقفیت ہے: لیکن جب اس طرح پڑھتے ہوئے ایک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زمانہ گزر گیا تو عامۃ الناس انہی اداؤں کو صحیح سمجھنے لگ گئے۔ حتیٰ کہ یہ غلط ادائیں صرف اعجام تک ہی محدود نہ رہیں بلکہ اختلاط عجم اور ان کے ساتھ مناکحت وغیرہ نے بہت سے عربوں کو بھی بُری طرح متاثر کیا اور وہ بھی بہت سی ان اغلاط میں ہی مبتلا ہو گئے جن میں اعجام مبتلا تھے۔ پھر کچھ آگے چل کر یوں ہوا کہ بعض وہ عبارتیں جن میں ان اداؤں کو غلط کہا گیا تھا ان کی صحیح مراد نہ سمجھ سکنے کی وجہ سے خود انہیں سے اپنا غلط مدعا ثابت کرنے لگ گئے۔ نیز کچھ اِدھر اُدھر کی سُنی سنائی اور بے سروپا باتوں اور خیالات مزعومہ کا بھی ان کو بہانہ مل گیا جس سے غلط تلفظ پر قائم رہنا انہیں جائز معلوم ہونے لگا۔ حالانکہ نہ ان عبارتوں کی وہ مراد ہے جو انہوں نے سمجھی اور نہ ان مخترع اور مزعومہ خیالات کی کوئی حیثیت ہی ہے۔ جیسا کہ ہم اوپر "رفع شبہات اور ازالۂ مغالطات" کے عنوانات کے تحت میں اس پر بالتفصیل کلام کر آئے ہیں اور گو مخروج بالطاء اور لام مفخم کی طرح ادا ہونے میں استبعاد معلوم ہوتا ہے لیکن جب علامہ جزریؒ جیسے محقق نے اس کا ذکر کیا تو یقیناً انہوں نے ایسا پڑھتے تو سُنا ہی ہو گا۔

اب تو غلط خوانوں کے گروہوں میں اور بھی اضافہ ہو گیا ہے: اور اب تو بات اس سے بھی آگے گزر چکی ہے اور غلط خوانوں کے گروہوں میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔ چنانچہ اب تو بعض خاص زا سے بھی بدل کر پڑھنے لگے ہیں اور بعض دال میں اور بعض زا میں واؤ کی آمیزش کر کے بھی ادا کرتے ہیں اور بعض اس طرح پڑھتے ہیں کہ پہلے غین ادا ہوتا ہے اور پھر دال۔ لہذا اگر موصوف اس زمانہ میں ہوتے تو شاید اتنا اضافہ اور فرماتے:

ومنہم من یخرجہ زایٔ معجمۃً ومنہم من ینطقہ بالدال المخلوطۃ بالواو ومنہم من یاتی بالزای الممزوجۃ بالواو ومنہم من ینطقہ مرکبا بالغین المعجمۃ والدال المھملۃ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمام اغلاط کی منشار صرف دو ہیں: مگر ان تمام اغلاط کے منشار اور پیدا ہونے کے وجوہ چونکہ دو ہی ہیں۔ ایک مشابہ بالدال پڑھنا اور دوسرا ظار کے مخرج سے ادا کرنا۔ چنانچہ جو لوگ مخلوط بالدال والواو یا مرکب بالغین والدال ادا کرتے ہیں۔ ان کا منشار دراصل دال مفخمہ کے مشابہ ادا کرنے کا ہوتا ہے اور جو لوگ زائے مرققہ یا مخلوط الزای والواو ادا کرتے ہیں۔ ان کا ارادہ ظار کے ادا کرنے کا ہوتا ہے۔ مگر چونکہ وہ ان اداؤں پر بھی قادر نہیں ہوتے اسلئے وہ غلط در غلط تلفظ میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ تو جب ان ہر دو اصولی غلطیوں کی تردید ہوگئی اور نقلی دلائل سے ان کا غلط ہونا ثابت ہو گیا۔ تو اب دوسری اغلاط کی تردید کرنے کی ضرورت باقی نہ رہی اور یوں بھی ان اداؤں کا غلط ہونا ایسا بدیہی ہے کہ ان کو غلط ثابت کرنے کے لیے کچھ لکھنا اور کہنا یہ بجائے خود بے جا تطویل کے مترادف ہے۔

صحیح خوان اور صحیح بتانے والے اب بھی موجود ہیں: مگر اس ہمہ گیر اختلاف اور طرح طرح کی غلط اداؤں کے رواج پا جانے کے باوجود بموجب اعلان خداوندی: "اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ" صحت ادا کی حفاظت بھی اس دور سے اب تک برابر ہوتی چلی آئی ہے۔ اور صحیح پڑھنے پڑھانے والوں اور صحیح تلفظ کو کتابوں میں مدوّن کرنے والوں کا گروہ بھی ہر زمانے میں برابر موجود رہا ہے اور اب بھی بحمد اللہ تعالیٰ موجود ہے اور اسی گروہ کا قول و عمل معتبر اور لائق صحت ہے اور اس گروہ کے نزدیک اس حرف کی صحیح ادا ایک اور صرف ایک ہے اور وہ ہے مشابہ بالظار ادا ہونا۔

ادائیگی کا طریقہ: اور جس کے ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ حافۂ لسان کے اس حصّہ کو جو حلق کی طرف ہے۔ اضراس علیا کی جڑوں سے لگا کر[1] اس طرح ادا کیا جائے کہ بیچ زبان اوپر کے تالو سے منطبق ہو جائے

---

[1] البتہ اس کا خیال رہنا چاہیئے کہ اس کے مخرج پر بنسبت ظار کے زبان کا الصاق قدرے محکم ہو
بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور نوک زبان کو دانتوں کے کنارہ یا جڑ کے ساتھ لگنے سے قطعی بچایا جائے اور اس بات کا بھی خیال رکھا جائے کہ آواز شروع مخرج سے آخر مخرج تک جاری رہے اور بند ہو کر نہ رہ جائے۔ اگر اس طریقہ کے موافق ادا کیا جائے گا۔ تو انشاء اللہ ضاد بالکل صحیح ادا ہوگا نہ عین ظاء ہوگا اور نہ مشابہ بالدال۔ کیونکہ عین ظاء تو جب ہو کہ نوک کو ثنایا علیا کے کناروں سے لگایا جائے اور مشابہ بالدال تب ہو کہ اس کے اندر دال والی صفات ادا کی جائیں۔ ہاں مشابہ بالظاء ضرور ہوگا۔ اس لیے کہ یہ مشابہت اشتراک صفات کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے جس سے مفر نہیں۔ بلکہ یہ لابدی اور عین صحت ادا ہے۔ چنانچہ صاحب

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ: اس لیے کہ اس کا مخرج منفذ ہوا (حلقوم) سے ایک جانب میں واقع ہوا ہے بخلاف ظاء کے کہ اس کا مخرج منفذ ہوا کے بالکل محاذات میں ہے ورنہ اگر اس فرق کو ملحوظ نہیں رکھا جائے گا تو ضاد کے تلفظ میں غین کا کچھ اثر آجائے گا کیونکہ دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ اس لطیف فرق کو مدنظر نہیں رکھتے ان کے ضاد کے تلفظ میں غین کا کچھ اثر آجاتا ہے۔ اس لیے کہ وہ ضاد کے مخرج سے بھی بالکل ظاء ہی جیسی نرم آواز نکالنا چاہتے ہیں بلکہ تشابہ کے فوت ہو جانے کے اندیشہ سے اس میں کچھ مبالغہ بھی کر دیتے ہیں اور اس جگہ سے اتنی نرم آواز اس کے سوا نکل ہی نہیں سکتی کہ زبان کا مخرج پر الصاق نہایت ضعیف ہو اور اس صورت میں ضاد کے اندر غین کے تلفّظ کا کچھ اثر آجانا لابدی ہوتا ہے۔ کیونکہ جب نہ زبان کی نوک ضاد کے مخرج پر لگے گی اور نہ حافۂ لسان ہی اضراس سے پوری طرح ملصق ہوگا تو پھر آواز کا حلق پر ضعیف سا اعتماد لازماً ہو جائے گا۔ جس کی وجہ سے غین کا اثر آجانا ظاہر ہے اور ممکن ہے کہ جن حضرات نے ضاد و ظاء کی رخاوت میں بلحاظ قوت و ضعف جو ایک لطیف سا فرق بیان فرمایا تو اس دقیقہ سنجی سے ان کا مقصد بھی اسی غلطی سے بچانا ہو۔ لیکن جیسا کہ ہم شروع کتاب میں وضاحت کر آئے ہیں کہ اس فرق سے تشابہ متاثر نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس صورت میں بھی ضاد گو بہت ہی معمولی سے فرق کے ساتھ ہی سہی تاہم ادا تو بہر حال نرم ہی ہوتا ہے اور اس فرق کی وجہ سے ضاد حروفِ رخوہ سے خارج نہیں ہو جاتا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہایت القول المفید فرماتے ہیں:

وان لفظت بالضاد المعجمة بان جعلت فخرجها من حافة اللسان مع ما یلیها من الاضراس بدون اعمال حصر الصوت واعطیت لها الاطباق والتفخیم الوسطین والرخاوة والجهر ولا سطالة والتفشی القلیل فهذا هو الحق المؤید بکلام الائمة فی کتبهم ویشبه صوتها حینئذ صوت الظاء المعجمة بالضرورة وماذا بعد الحق الا الضلال۔

معذور کون سا تلفظ اختیار کرے: البتہ یہاں ایک اور سوال سامنے آتا ہے اور وہ یہ کہ اگر کوئی شخص ضاد کو صحیح مخرج سے ادا کر سکنے سے معذور ہو تو اسے کیا کرنا چاہیئے۔ آیا وہ اس کی جگہ خالص ظاء پڑھے جو صوت و تلفظ میں اس کا مشابہ ہے یا مشابہ بالدال پڑھے جو بلحاظ مخرج اس سے اقرب ہے۔

جواب: کسی حرف کو دوسرے حرف سے قصداً بدلنا معذور کے لیے بھی جائز نہیں خواہ وہ دوسرا حرف از روئے مخرج اس سے اقرب ہو یا بلحاظ صوت و تلفظ اس کا مشابہ دونوں میں سے کوئی صورت بھی جائز نہیں۔ کیونکہ اگر مشابہ الصوت حرف سے قصداً پڑھنے کی اجازت دے دی جائے گی تو پھر اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جو شخص عربی حروف کے ادا کرنے سے قاصر ہے اس کے لیے قاف کی جگہ کاف، طاء کی جگہ تاء، صاد کی جگہ سین، عین کی جگہ ہمزہ اور حاء کی جگہ ہاء پڑھنا جائز ہے اور اگر قریب المخرج حرف سے بدلنے کو جائز قرار دیں گے تو پھر اس سے یہ لازم آئے گا کہ ذال کی بجائے زاء، راء کی بجائے لام، ذال کی بجائے دال وغیرہ پڑھنا جائز ہے۔ حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔ لہذا اگر کوئی شخص ضاد کے بارے میں معذور ہے تو اس کے لیے بھی یہ جائز نہیں کہ وہ اس کی بجائے ارادتاً دوسرا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حرف پڑھے بلکہ کوشش معذور کو بھی اسی بات کی کرنی چاہیئے کہ ضاد اپنے ہی مخرج سے تمام صفات کی رعایت کے ساتھ ادا ہو۔ لیکن اگر باوجود ارادہ اور سعی بلیغ کے بھی صحیح طور پر ادا نہ ہو سکے تو پھر صحیح کی بجائے جو تلفظ بھی ادا ہو گا۔ وہ بوجہ عذر کے معاف ہو گا۔ تاہم پڑھنے والے کو اس کا خیال رکھنا چاہیئے کہ جس قدر ممکن ہو اس کا تلفظ فصیح اور صحیح ضاد سے قریب تر ہو۔ اگر مخرج سے نکالنے پر قدرت نہیں تو کم سے کم صفات کی رعایت تو رکھے تاکہ صحیح تلفظ سے کچھ تو قریب ہو ہی جائے۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عمداً غلط پڑھنے والے کا حکم اور اسکو تنبیہ

لیکن یہ رخصت صرف اس معذور ہی کے حق میں ہے جو باوجود ارادہ اور کوشش کے بھی صحیح ادا پر قادر نہیں ہو سکتا۔ رہا وہ شخص جو ضاد کو صحیح ادا کر سکتا ہے۔ اس کے لیے یہ قطعاً جائز نہیں کہ لاپروائی یا کسی خوف اور طمع کی وجہ سے اس کو کسی دوسرے حرف سے بدل کر پڑھے۔ اگر ایسا کرے گا تو تحریف القرآن کے جرم عظیم کا مرتکب ہوگا اور اگر اس عمداً اہانت کی اجازت دے دی جائے گی۔ تو پھر دین کے ہر مسئلہ میں یہی صورت پیش آ سکتی ہے اگر اصحاب علم ہی جہال کی من مانی کرنے لگ جائیں گے تو پھر ایک ضاد ہی کیا پورے دین سے ہاتھ دھونے پڑیں گے۔ اس لیے جو حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ ضاد کو دال کے مشابہ یا دال یا ظاء کے مخرج سے ادا کرنا صحیح نہیں ان کا فرض ہے کہ وہ کسی ملامت کرنے والے کی پروا کیے بغیر ضاد کو صحیح ادا کریں اور کوئی خوف یا کوئی طمع ان کو حق کی راہ پر چلنے سے روک نہ دے۔ ورنہ وہ خاطی فی الدین سمجھے جائیں گے اور عند اللہ مسئول ہونگے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق کو حق سمجھنے اور اس کی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور غلط کو غلط سمجھنے اور اس سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ایک ضاد ہی نہیں قرآن مجید کے ہر حرف اور اس کے ہر لفظ اور ہر کلمہ کو پوری صحت لفظی اور تجوید کے ساتھ پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے: واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ و اصحابہ و ازواجہ و ذریاتہ و اتباعہ اجمعین وارحمنا معھم برحمتک یا ارحم الراحمین۔

ابوالاشرف محمد شریف خادم مدرسہ دار القرآن بی بلاک۔ ماڈل ٹاؤن لاہور۔

دوشنبہ ۷ ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ مطابق ۲۴ فروری ۱۹۶۹ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"دعا کی درخواست"

میں آخر میں پھر ایک بار اپنے قارئین سے عموماً اور علماء و طلباء سے خصوصاً ملتمس ہوں کہ للہ اس عاصی کے لیے اور اُن لوگوں کے لیے بھی جن کی محنت کی بدولت یہ حقیر سی کوشش وجود میں آئی حسنِ خاتمہ رضائے مولیٰ اور فلاحِ دارین کی دُعا فرمائیں یہ ان کا ہم سب پر احسانِ عظیم ہوگا

"مؤلف"

www.KitaboSunnat.com

اہلِ علم حضرات توجہ فرمائیں

زیرِ نظر کتاب میں ضمناً ایک مضمون نماز کے فساد و عدمِ فساد کے متعلق بھی آگیا ہے میں اس کے لیے علماء کرام اور اصحابِ فتویٰ کی خدمت میں ملتمس ہوں کہ وہ از راہِ نوازش اس مضمون کو بغور ملاحظہ فرما کر مؤلف کو اس کی صحت یا سقم سے الدین النصیحہ کے تقاضے سے آگاہ فرمائیں۔ تاکہ اگر غلط ہو تو آئندہ اشاعت میں اس کی تصحیح کر دی جائے اور گو اب بھی بعض اصحابِ فتویٰ سے تحقیق کرنے کے بعد ہی درج کیا ہے لیکن مسئلہ چونکہ اہم ہے اس لیے اگر زیادہ حضرات کی تصدیق حاصل ہو جائے تو مزید اطمینان کا موجب بن سکتی ہے یہ مضمون کتاب کے صفحہ ۱۶۶ تا صفحہ ۱۶۷ پر زیرِ عنوان "فقہا" نے جس ابدال کو مفسدِ صلوٰۃ قرار نہیں دیا۔ اس سے مراد ابدالِ خطاء اور ابدالِ عجز ہے نہ کہ ابدالِ عمد" درج ہے۔ امید ہے کہ اصحابِ علم توجہ فرما کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔

مؤلف

LIBRARY
Lahore Islamic University
Book No. 03228
51-Babar Block, Garden Town, Lahore

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

Mak-taba-tul Qira-at
مکتبۃ القراۃ لاہور

حافظ خالد محمود ۱۴۳-بی ماڈل ٹاؤن، لاہور ۵۴۷۰۰

HAFIZ KHALID MAHMOOD
143-B MODEL TOWN LAHORE PAKISTAN
POST CODE 5 4 7 0 0 PHONE: 042-857071